خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی ضرورت واہمیت پر ایک مفصل تحریر

ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟

تالیف

(مفتی) طارق مسعود صاحب حفظہ اللہ

معلم جامعۃ الرشید، احسن آباد کراچی

Cell: 0321-2235590

Email: asktariqmasood@gmail.com

؟؟؟؟؟

کراچی، پاکستان

؟؟؟

قرآن وسنت اور مستند علمی کتب کی معیاری اشاعت کا مرکز

☆ جملہ حقوق ..... محفوظ ہیں

☆ طبع 2016ء

☆ ناشر ..... ؟؟

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
تحریر ..... حضرت اقدس مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہ العالی	21
تقریظ ..... صاحبِ ''دریچہ'' حضرت مولانا قاری منصور صاحب دامت برکاتہم العالیہ	23
تقریظ ..... مفسر قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ	24
مُقَدِّمَۃ	26
پہلا حصہ	33
زوجہ کے حقوق واجبہ کی تفصیل اور جلد نکاح کی ترغیب	33
زوجہ کے حقوقِ واجبہ	33
① صلاتِ زائدۃ (اضافی تحفے تحائف)	34
② شب باشی (رات گزارنا)	34
③ ضروری نان نفقہ	35
مناسب خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام مرد پر لازم ہے	35
جس حد تک برابری ممکن ہو، ہر چیز میں برابری کرنی چاہئے	36
غربت شرعاً نہ تو ایک نکاح میں رکاوٹ ہے اور نہ ہی متعدد شادیوں میں	36
غربت نکاح میں رکاوٹ نہیں، اس دعویٰ کی ایک واضح دلیل	37
غریب کو لڑکی دے گا کون؟	38
اس زمانے میں غربت ختم ہوتی جارہی ہے	38
شاپنگ سینٹروں کی رونق قوم کے مالدار ہونے کی واضح دلیل ہے	39
نکاح کی استطاعت نہ ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟	40
عقل کی نظر میں بھی مہنگائی میں اضافہ، نہ ایک شادی میں رکاوٹ ہے اور نہ چار شادیوں میں	41
مہنگائی وغربت کے باعث نکاح سے اجتناب کا مشورہ ایک احمقانہ خیرخواہی	42

پانچ ہزار آمدن والے نوجوان کا ایک واقعہ 43
نوجوان ''کم معیار'' والی لڑکی پر کیوں راضی نہیں ہوتا 44
شریعت کی نظر میں غربت نکاح پر مزید ابھارنے کا سبب ہے 44
قرآن، حدیث، صحابہ اور فقہاء کے اقوال 44
دورِ نبوت میں مفلس ترین شخص کے نکاح کی ایک عجیب مثال 49
مدارس البنات میں پڑھنے والی طالبات کے لئے حدیث میں موجود ایک سبق 55
دینی یا دنیوی تعلیم میں حرج کے خوف سے نکاح میں تاخیر شرعاً پسندیدہ کام نہیں 55
قوم میں نکاح کی تاخیر سے پیدا ہونے والے فتنے تعلیم میں حرج والے فتنے سے زیادہ ہیں 57
اس زمانے میں جلد نکاح کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ بڑھ گئی ہے 57
نکاح کی استطاعت نہ ہونے کا صحیح مطلب کیا ہے؟ 62
پانچ آدمی دوزخی ہیں 63
اسلام مسلمان مرد وعورت کو بڑھاپے تک ازدواجی زندگی سے وابستہ دیکھنا چاہتا ہے 64
بوڑھے نابینا صحابی کو یہ خوف کہ موت ازدواجی زندگی کے بغیر واقع نہ ہوجائے 64
صحابہ اپنی اولاد کے بالغ ہوتے ہی انہیں نکاح کی ترغیب دیتے 64
صحابہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کی ترغیب سننے کے بعد فوراً نکاح کی طرف لپکے 65
صحابی کے نزدیک زندگی کی ایک رات بھی زوجہ کے بغیر گوارا نہیں 66
نکاح میں تاخیر کرنے والا یا تو احمق ہے یا فاجر ہے 66
گناہ کا خوف نہ بھی ہو تو بھی نکاح کر لینا چاہئے 67
بے فکری والی عبادت سے نکاح کی فکروں بھری زندگی بہتر ہے 68
قرآن بلوغت کی عمر کو نکاح کی عمر قرار دیتا ہے 68
دوسرا حصہ 69
جس معاشرے میں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج ہو،
اس معاشرے میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ 69
اسلام میں اصل حکم یہ ہے کہ ایک مرد ایک سے زائد بیویاں رکھے 69

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ 71
اہل علم کی خدمت میں غور کیلئے آیتِ مبارکہ میں موجود کچھ علمی نکات کا ذکر 73
ایک بیوی پر اکتفاء بہت سی مصلحتوں سے محرومی کا سبب ہے 74
اس علمی بحث کو سمجھنے کے لئے ایک آسان مثال 78
ایک علمی اشکال 79
چار سے زائد کی اجازت کیوں نہیں؟ 79
ایک بیوی پر قناعت والے شخص کو تسلی کی ضرورت ہے 80
موجودہ زمانے کے لحاظ سے آیتِ مبارکہ میں دوسری شادی کے عمل پر چار طرح سے حوصلہ 82
حوصلہ نمبر ① ..... دوسری شادی کسی بھی عمر میں کی جاسکتی ہے 82
حوصلہ نمبر ② ..... پہلی بیوی اچھی ہو تو بھی (بشرطِ عدل) دوسری شادی مستحب ہے 83
حوصلہ نمبر ③: ..... ''ماطاب'' کے بعد ''لکم'' کا اضافہ 85
مرد کے چار شادیوں کے حق میں زبردستی مداخلت کی کسی کو بھی اجازت نہیں 87
حوصلہ نمبر ④ ..... عدل کو بنیاد بنا کر دوسری شادی سے روکنا 88
خلاصہ آیت 91
وہ احادیث جن سے زیادہ بیویاں رکھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے 94
حدیث نمبر ① 94
حدیث نمبر ② 96
دوسری شادی سے یہ کہہ کر اجتناب کرنا کہ: ''مجھے ضرورت نہیں.....'' 96
دینی جذبے کے تحت دوسری شادی سے اجتناب قبیح عمل ہے 99
شریعت کے متعین کردہ طریقے میں دین کا فائدہ زیادہ ہے 100
علماء کے دینی خدمت میں مشغولیت والے جذبے سے متاثر ہو کر فطرت عورتوں کی شرحِ پیدائش کم نہیں کر دیتی 100
ہندوستان کے مسلمان اگر زیادہ بیویاں رکھتے تو 102
عربوں میں اگر ایک بیوی کا رواج ہوتا تو 102
ایک پادری کا اعتراف 103

پہلا بڑا چیلنج 103
چوتھا بڑا چیلنج 103
حدیث نمبر ③: نکاح سے دور بھاگنا پادریوں کی سنّت ہے 104
ایک تنبیہ 105
حدیث نمبر ④ 105
حدیث نمبر ⑤ 106
مسجد نبوی کے امام کے 36 بچے 108
عربوں میں دولت آنے سے نکاح کا رواج کم ہوا ہے 108
سولہ بھائی، سات بہنیں 108
تیس بچے 109
حدیث نمبر ⑥: بڑھ چڑھ کر نکاح کرو 109
حدیث نمبر ⑦: بہتر وہ جس شخص کی بیویاں زیادہ 111
نکاح کی کثرت کا شوق انسان کے کامل ہونے کی علامت ہے (علامہ ابن قیم) 112
سعودی عرب کے ایک جلیل القدر جلیل القدر عالم کا فتویٰ 113
حدیث نمبر ⑧ 114
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیر سے نکاح کیوں کیا اور پھر 25 سال ایک زوجہ پر اکتفاء کیوں کیا؟ 115
اس طرز میں کیا حکمت تھی؟ 115
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے بارے میں غیر مسلم مفکرین کے کچھ تبصروں کا ذکر 117
معروف یورپین [غیر مسلم دانشور] جان ڈیون پورٹ (John Doven Port) 118
جان بیگٹ (John Bagot) جنرل گلپ پاشا 118
تھامس کارلائل (Thoms Carlyle) 119
لین پول (غیر مسلم دانشور) کا ملفوظ 119
ایک اور غیر مسلم دانشور ایچ ایس لیڈر کا ملفوظ 119

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی کثرت امت کو ترغیب دینے کے لیے کی ایک غیر مسلم دانشور بی ایس
کشالیہ کا اعتراف 119
بنے کیونکر جو ہو سب کام اُلٹا 120
زیادہ بیویاں رکھنا، زہد وتقویٰ والا کام ہے (علامہ مناوی) 120
نماز اور نکاح میں عجیب مناسبت 122
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں قناعت کی نکاح میں نہیں 123
کثرت سے نکاح کرنا قابل تعریف کام ہے (علامہ ابن الجوازی) 124
حدیث نمبر ⑨ 125
مجاہد آلات جہاد سے محبت کے ساتھ ساتھ نکاح کی کثرت کا شوق بھی رکھتا ہے 125
نرینہ اولاد کے حصول کیلئے زیادہ بیویاں رکھنا اضافی فضیلت والا کام ہے 126
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت 128
خواہش نفس کی بنا پر دوسری شادی کرنا 129
نکاح کی ان ترغیبات کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایئے 129
''ضربِ مؤمن'' میں شائع ہونے والا ایک مسئلہ: مقاصدِ مذمومہ کی تکمیل کے لئے دوسری شادی 130
حقوق کی ادائیگی کے التزام کے ساتھ خواہشِ نفس کی بنا پر شادی 133
برائے اہل علم 135
دوسری شادی کے مخالفین عنقریب اس کی فضیلت کے قائل ہو جائیں گے 136
پادریوں کا اعتراف .....متعدد بیویاں رکھنے میں خدا نے خاص برکت رکھی ہے 136
ایک بیوی پر اکتفاء مرد کی فطرت سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا 137
پہلی وجہ: مرد میں جنسی قوت عورت سے زائد ہے 137
حضرت آدم کی ایک بیوی کیوں تھی؟ 138
دوسری وجہ: محکوم تعداد میں حاکم سے عموماً زائد ہی ہوا کرتے ہیں 139
تیسری وجہ: عورتوں کی آبادی کا تناسب عموماً مردوں سے زیادہ ہوتا ہے 140
چوتھی وجہ: عورت ہر وقت شوہر کی ضرورت پوری کرنے پر قادر نہیں 141

پانچویں وجہ: عورت پر بڑھاپا جلدی آتا ہے 143
خواتین کا کسی مناسب مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بننے سے اجتناب کرنا 144
ایک عرب عالم کا ایک اور اہم فتویٰ 146
وہ خواتین جو نکاح میں تاخیر کرتی ہیں، بہت سے دینی و دنیوی فوائد سے محروم رہتی ہیں 147
تنبیہ 152
153
تیسرا حصہ
کیا اس زمانے میں دوسری شادی محض ایک سنت عمل ہے؟ 153
اسلام میں دیئے گئے احکام دو قسم پر ہیں 153
قرآن نے تجارت کو محض حلال قرار دیا، لیکن سب لوگ اگر تجارت چھوڑ دیں تو 154
تجارت میں کمی سے پیدا ہونے والے بحران کا واحد حل 157
قوم کی بے پناہ ضرورت کے باوجود تجارت کو شریعت نے فرض کیوں نہ کیا؟ 159
تجارت والی مثال سے حاصل ہونے والے سبق کا خلاصہ 160
معاشرے کی شدید ضرورت کے باوجود ایک یا زیادہ شادیوں کو شریعت نے واجب کیوں نہ کیا؟ 160
کسی قوم کے مردوں میں نکاح کی طرف ایک خاص درجہ کی طلب و رغبت ضروری ہے، مطلق طلب کافی نہیں 161
ایک سے زائد بیویاں رکھنا اس وقت مستحب ہے جب معاشرے میں اس کا رواج ہو 162
وہ فطری عوامل جن کے ہوتے ہوئے متعدد شادیوں کو واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی 163
نکاح سے وابستہ پہلی منفعت ..... اولاد کی کثرت کا شوق 163
امریکی ریاست: اسقاطِ حمل ممنوع 166
غربت کے خوف سے کم بچوں والا فلسفہ مالداروں میں زیادہ کامیاب ہوا 169
نکاح سے وابستہ دوسری منفعت ..... مردوں کی عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی رغبت 170
اسلام حلال طرح سے جنسی خواہش کی تکمیل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے 172
اہل علم کی خدمت میں کچھ علمی نکات 174
قرآن مہر کے ذکر کے ساتھ مہر کی معافی کا ذکر کیوں کرتا ہے .....؟ 175
اسلام ولیمے کی ترغیب دے کر ایک اور متعدد شادیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے 176

دولہا نے پہلی یا دوسری شادی کر کے اتنا اچھا کام کیا کہ اس پر لوگوں کی دعوت لازم ہوگئی 176
نکاح کے معاملے میں کسی قوم کا قناعت سے کام لینا اس وقت مباح ہے جب نکاح کی طرف رغبت کو مصنوعی طریقے سے کم نہ کر دیا گیا ہو 178
اسلام نے مرد کے دل میں زیادہ شادیوں کی طلب پیدا نہیں کی 179
ایک فرضی قوم کی تباہی کی مثال جس میں دوسری شادی کا عملی رواج نہ ہو 180
① مرد جس عورت سے چاہے نکاح کر سکے گا مگر عورت کا معاملہ ایسا نہیں 181
کم از کم چھ چیزوں میں شوہر بیوی سے برتر یا اس کے برابر ہونا چاہئے 181
① اسلام 181
② دیانت 182
③ مال 182
④ نسب 182
کفاءت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ کی تنبیہ 184
⑤ پیشہ میں برابری 185
لڑکیوں کی شادی میں مشکلات کی بنیادی وجہ لڑکیوں کے ''نخرے'' نہیں 185
لڑکیوں کو عالمہ بنا کر غیر عالم سے ان کی شادی کرنا 186
لڑکی والوں کے لئے مزید کچھ ''نخروں'' کی اہمیت 186
بہت بدصورت لڑکا بہت خوبصورت لڑکی کے لیے مناسب نہیں 187
شوہر کی بدصورتی کے باعث دورِ نبوت میں خلع کی ایک مثال 187
خوبصورت لڑکا بدصورت لڑکی سے شادی کر سکتا ہے 188
مرد نامناسب لڑکی سے با آسانی جان چھڑا سکتا ہے، عورت ایسا نہیں کر سکتی 188
اُلٹا مرد نخرے کرنے لگے ہیں 188
اصل مثال کی طرف رجوع 190
عورت کا نکاح کے بغیر زندگی گزارنا، مرد کی نسبت زیادہ مشکل اور زیادہ نقصان دہ ہے 190
زِنا سے روکنے کے لیے بدنظری کے خلاف بیانات کافی نہیں 192

نگاہ کو جھکانے کی سب سے زیادہ طاقت نکاح میں ہے.....، محاسبوں، مراقبوں میں نہیں 193
مردوں کے کنوارے رہنے کی نسبت عورتوں کا کنوارا رہنا، زنا کی بہت تیزی سے ترویج کا سبب بنتا ہے..... 194
فرضی مثال کی طرف دوبارہ رجوع 194
نکاح کے بغیر عورت کا حصول جتنا آسان ہوتا چلا جائے، نکاح کی رغبت اتنی ہی کم ہوجاتی چلی جائے گی..... 195
ایک بیوی والے نظام نے یورپ کے خاندانی نظام کا بیڑا غرق کردیا، پادری کا اعتراف 196
فرضی قوم کی فرضی مثال کی طرف رجوع 197
لڑکی کے انتخاب میں مرد کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا 197
خرابی نمبر ①: عورتوں میں ملازمتوں (Job) کا رجحان بڑھنے لگے گا 198
خرابی نمبر ②: خواتین کو ملازمت سے منع کرنے والوں کی بیٹیاں ملازمت تلاش کرنے لگیں گی..... 198
خرابی نمبر ③: مردوں میں بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہونا شروع ہوجائے گا 199
اصل مضمون سے کچھ دیر توقف کرکے ایک جملہ معترضہ 199
ضرب مؤمن میں شائع شدہ مضمون.....شادی سے متعلق ایک اور سنگین مسئلہ 199
خرابی نمبر ④: مناسب لڑکوں کو گھیرنے بلکہ ''پھانسنے'' کے لیے ''انعامی اسکیموں'' کا اجراء..... 200
خرابی نمبر ⑤: ''انعامی اسکیمیں'' سامان سے ترقی کرکے کیش رقم تک جا پہنچیں گی 201
خرابی نمبر ⑥: لڑکی کے والدین دامادوں سے دب کر رہنا شروع کردیں گے 202
خرابی نمبر ⑦: بغیر جہیز کے کوئی رشتہ مل گیا تو لڑکی کا باپ پھر بھی جہیز دینے پر مجبور ہوگا 202
خرابی نمبر ⑧: بچیوں والے فرض حج میں سستی کرنا اور اسے ٹالنا شروع کردیں گے 203
خرابی نمبر ⑨: بہت سے نوجوان اپنی بہنوں کی شادیوں کے چکر میں دوسروں کی بہنوں کا بیڑا اغرق کرنا شروع کردیں گے 203
خرابی نمبر ⑩: روحانی علاج کے نام پر ''حرام خوری'' کے دھندے عروج پر پہنچنا شروع ہوجائیں گے..... 204
غیر شادی شدہ بیٹیوں اور بہنوں کا حوالہ بھیک مانگنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جانے لگے گا 204
خرابی نمبر : بیوگان اور یتیم ایک ہی صف میں کھڑے ہوجائیں گے 205
خرابی نمبر : بذاتِ خود نکاح کا رجحان ہی بہت تیزی سے کم ہونے لگے گا 205
خرابی نمبر : مذہبی خواتین کے نکاح میں مشکلات برقرار رہیں گی 205

اگر اس قوم میں ایک سے زائد نکاح کا رواج ہوتا 206
کیا ہماری یہ باتیں مبالغہ پر مبنی ہیں؟ 206
تباہی کی رفتار ابتداءً سست مگر پھر تیز ہوتی چلی جائے گی 207
تباہی سے سب سے زیادہ متاثر مذہبی لوگ ہوں گے 207
کیا کسی فرد واحد کے عمل سے پوری قوم میں رواج ہو جائے گا؟ 207
مظلوم کا تصور ظالم کے تصور کے بغیر ممکن نہیں 208
تعدد زوجات اگر اہم مسئلہ ہے تو وقت کے اکابر کی اس طرف توجہ کیوں نہ گئی؟ 209
عورتوں کی آبادی کا تناسب عمومی طور پر مردوں سے زائد رہتا ہے، اس کے درج ذیل دلائل اور وجوہات ہیں 212
پہلی وجہ 212
استاذ محترم مفتی ابولبابہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا ایک دلچسپ ملفوظ 212
دوسری وجہ: محکوم کی تعداد حاکم سے زائد ہوتی ہے 213
تیسری وجہ: عورتوں کی شرح پیدائش کی کثرت حدیث سے ثابت ہے 213
چوتھی وجہ: فیملی پلاننگ کا رواج لڑکیوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ کا سبب ہے 214
پانچویں وجہ: گناہوں کی کثرت 216
دو پادریوں سے گپ شب کا ایک واقعہ 218
چھٹی وجہ: مشاہدہ 219
رسد وطلب (Supply and Demand) میں عدم توازن کی ایک دوسری مثال 219
ظالم کون؟ 222
خدا تعالیٰ دین کی خدمات میں مشغولیت والے جذبے اور مہنگائی سے متاثر ہو کر ہماری نسلوں میں عورتوں کی شرح پیدائش کم نہیں کر دے گا 223
ان حالات میں ایک بیوی پر اکتفاء کے لیے ''جرم'' سے ہلکا کون سا لفظ.....؟ 226
ان حالات میں اشراق واوّابین کی نماز میں ساری قوم کمی کر دے، کوئی نقصان نہیں مگر 227
رسد وطلب (Supply and Demand) کا اصول سمجھانے کے لئے ہم نے لباس کی مارکیٹ کا انتخاب کیوں کیا؟ 227

ایک علمی نکتہ 228
کیا مرد کے لئے ایک لباس کافی ہے؟ 229
بائیس سالہ نوجوان کا ایک واقعہ 231
چوتھا حصہ 233
مشاہدات پر مبنی وہ واقعات جو ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکات'' کا اثر ہیں 233
طالب، مطلوب اور مطلوب، طالب بن گیا ہے 233
صحابہ کے زمانے میں مردوں کی عورتوں کی طرف نکاح کی غیر معمولی طلب کی کچھ جھلکیاں، جس سے واضح ہوگا کہ اس زمانے میں مرد طالب تھا اور عورت مطلوب 236
بیوہ کی عدت کا انتظار صحابہ پر بہت شاق گذرتا تھا 236
صحابہ بیوگان سے نکاح کیوں کرتے تھے.....؟ 237
فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ 240
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ 241
عورت کئی بار طلاق یافتہ بیوہ ہو کر بھی کسی ہم پلہ بلکہ برتر سے نکاح سے محروم نہ رہتی 243
حضرت خدیجہ کو دو بار بیوہ ہونے کے باوجود رشتے کے حصول میں مشکلات نہ ہوئیں 243
سبیعة الأسلمیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا 243
صحابہ کے زمانے میں خواتین اور ان کے اولیاء کا کام اچھے رشتے کا صرف انتخاب (Selection) تھا، تلاش نہ تھا، اس کی کچھ جھلکیاں 244
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک یتیم بچی کا واقعہ 245
وٹہ سٹہ الٹا ہو گیا 247
برطانیہ کے ویزے کا لالچ دے کر بہنوئی کو ''پھانسنے'' کا ایک کامیاب واقعہ 248
بیوہ سے زبردستی نکاح پر پابندی لگانا پڑی 248
تمہیں اپنے شوہر کی شہادت سے ڈر نہیں لگتا.....؟ 249
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بچی کی شادی کی خصوصی دعاء کی کبھی اپیل نہ کی گئی 249
چار بیویاں بیک وقت بیوہ ہوئیں مگر ان کا دوبارہ نکاح مسئلہ نہ بنا 249

بیٹی کی شادی کے لئے دعا کی درخواست پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا اظہار تعجب 250
جس شخص کا دو شادیوں کا ارادہ نہ ہو، ایسے شخص کو بیوہ عورت سے نکاح کی ترغیب دینا احمقانہ حرکت ہے 251
ایک اشکال 251
کڑوا سوال 252
رشتہ تلاش کرنے میں لڑکے والوں کا بھیانک طرزِ عمل 252
معمولی رسولی نکاح میں رکاوٹ 253
ضربِ مؤمن میں شائع شدہ ایک سوال وجواب 253
الجواب 254
شادی دفتروں کے کچھ خفیہ راز 255
شادی دفتروں میں مرد کے کوائف کا اندراج بغیر فیس کے بھی ہوجاتا ہے 256
مناسب داماد کی ''دریافت'' پر کئی ہزار روپے کمیشن 256
عربوں اور افغانوں کا بیٹیوں کی شادی پر ایک ٹکا بھی خرچ نہیں ہوتا 256
بیٹیوں کی شادی پر باپ مالدار بن گیا 257
ایک مظلومہ کی پکار 258
ضربِ مؤمن میں شائع شدہ ایک سوال 258
الجواب 258
ایک مظلومہ کی پکار (از مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ) 259
بندہ کا حضرت مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ سے اس موضوع پر ایک مکالمہ 261
جو جہیز بھی دے رہے ہوں ان کے ہاں نکاح سے انکار زیادہ بڑا ظلم ہے 263
خواتین کے ہاتھوں خواتین کی بے اکرامی 263
ضربِ مؤمن کی طرف سے دیا گیا جواب 264
یہ مکالمہ لکھنے کے دوران پیش آمدہ ایک اتفاقی واقعہ 265
اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کی خدمات میں مشغول رہئے .....! 266
ایک شادی دفتر کا عجیب قصہ 267

''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کو کوئی نہیں چاٹتا.....'' 268
کل آپ کی بیٹیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوگا 269
ایک عجیب واقعہ.....''دنیا کی محبت ختم ہوجائے.....'' 269
دوسری شادی کے لئے پیرومرشد سے اجازت لینا 271
خاندان ومعاشرہ دوسری شادی سے کیوں روکتا ہے؟ 272
غیر شادی شدہ خواتین آنے والی بھابھیوں سے لڑکر دماغی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں 274
بیٹی کی ولادت پر ڈاکٹر کے خلاف مقدمہ 275
بعض مرتبہ کسی بیماری کے اسباب مختلف ہوتے ہیں مگر علاج متعین ہوتا ہے 276
ان حالات میں صاحب استطاعت پر دوسری شادی کہیں واجب تو نہیں.....؟ 276
دوصورتوں میں ایک سے زائد بیوی رکھنا واجب ہے، ایک عرب عالم کا فتویٰ 277
سعودی عرب کے ایک بزرگ مفتی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جبرین حفظہ اللہ کا فتویٰ 278
بچیوں کی شادی کے لئے وظائف کے حصول کی ایک جھلک 281
انگریز نومسلمہ خاتون کا ایک عجیب واقعہ 282
اسی نوعیت کا ایک اور ہندو مسلمہ لڑکی کا واقعہ 285
کیا دوسری شادی سے پہلی بیوی کا گھر اُجڑتا ہے؟ 287
پہلے کچھ وقت تک بیوی اور رشتہ داروں کی ذہن سازی بہت ضروری ہے مگر 288
کیا آج کے مردوں میں دو بیویاں رکھنے کا حوصلہ نہیں؟ 288
مجذوب ہے، مستانہ ہے، پاگل ہے، دیوانہ ہے 291
بیوی پر سوکن لانے والے ''ظلم'' کی نسبت دوسری شادی سے اجتناب زیادہ بڑا ظلم ہے 295
بیوی خودکشی کی دھمکی دے تو بھی دوسری شادی جائز ہے (فتاویٰ بزازیہ) 296
یورپ کے بہت سے مردوں اور خواتین کا اقرار کہ ایک بیوی والے نظام نے ہماری عورتوں کا بیڑا غرق کردیا..... 296
ایک اور انگریز کالم نگار گوستان لوبوف 297
ایک مشہور انگریز مصنف برنارڈ شا 297
الیزابتھ جوزف، یہ ایک امریکی غیر مسلم خاتون ہیں 298

انی بیزانت (غیر مسلم مغربی خاتون) ان کا ادیان عالم پر گہرا مطالعہ ہے 298
جرمنی کی ایک غیر مسلم خاتون کا اعتراف 298
ایک نومسلمہ فرانسیسی خاتون کا اعتراف 299
ڈاکٹر اتیین دینیہ (لندن) 299
ڈاکٹر گوستان لوبوف (لندن) 299
جرمن فلسفی شوپن ہاور کا اعتراف 299
انگریز کالم نگار ٹینڈرل رسل کا اعتراف 300
آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل اندھے ہوجاتے ہیں 300
کیا اس زمانے میں عدل ممکن نہیں؟ 301
خواتین کے لئے ایک سبق 305
عورت، عورت کی دشمن نہ بنے 306
اصل مضمون یعنی ''کیا عدل اس زمانے میں ممکن نہیں؟'' کی طرف رجوع 306
سوکنوں کے جھگڑوں کے خوف سے دوسری شادی سے اجتناب 309
نکاح سے متعلق بہت سے شرعی احکام
ایک بیوی والے رواج پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتے 314
تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا مقصد مرد کو سزا دینا تھا 314
تین طلاقوں سے متعلق ایک اہم تنبیہ 320
ایلاء کی بناء پر طلاق کے حکم کی حکمت معطل ہوچکی ہے 321
اہل علم کا بدنامی کے خوف سے چار شادیوں سے پرہیز 323
منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کی پہلی حکمت 323
واقعہ سے ملنے والا پہلا سبق 323
دوسرا سبق 324
تیسرا سبق 324
منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کی دوسری حکمت 325

کن احکام میں لوگوں کے مزاج کی رعایت جائز ہے؟ 328
بعض اکابر کی رائے کے مطابق اہل علم پر تعددِ زوجات کی عملی ترغیب لازم ہونی چاہئے، زبانی کافی نہیں 329
خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل 329
صحابہ کرام نے نکاح کی کثرت اسلام کی ترغیب سے متاثر ہوکر کی 330
کیا صحابہ نے غیر معمولی قوت کی وجہ سے زیادہ شادیاں کی تھیں؟ 331
صحابہ کے دور میں نکاح سے باز رکھنے والی دور کاوٹیں کامل طور پر موجود تھیں، مگر 331
سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 333
سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ 334
سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 334
سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 335
عدل نہ کرنے کی وعیدیں سننے کے باوجود صحابہ نکاح کو ترجیح دیتے تھے 336
عدل کی شرط لگانے کا مقصد دوسری شادی کی حوصلہ شکنی نہیں 336
سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما 337
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مصروفیتوں کا کچھ تذکرہ 337
تقویٰ وخشیت 337
فحش گوئی سے اجتناب اور خوش اخلاقی 338
بردباری اور قوتِ برداشت 338
علم کا شوق اور اہمیت 338
غیر معمولی سخاوت 338
حضرت حسن کی عبادت اور مصروفیتیں آپ کو نکاح کی کثرت سے نہ روک سکیں 339
مہر کی کثرت کی ایک جھلک 340
طلاق دیتے وقت بیوی کو بہت مال و دولت دے کر رخصت فرماتے 342
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما 342
مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 343

حضرت مغیرۃ کا ایک دلچسپ ملفوظ 344
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ 344
زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ 344
خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 346
غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کرنے والے اولاد کے حصول کے لئے کثرت سے نکاح کرنے لگے 346
صحابہ کرام نے اتنے سخت حالات میں اتنی کثرت سے نکاح کیوں کئے 348
پانچواں حصہ 349
بچوں کی کثرت کے خوف سے دوسری شادی سے اجتناب کرنا 349
خاندانی منصوبہ بندی، ایک سازش 349
خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning) کی زد میں چھ اسلامی ممالک 349
شریعت کی نظر میں اولاد کی کثرت غربت ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے 352
ایک اشکال..... بچہ صرف روٹی کا محتاج تو نہیں.....؟ 352
زیادہ بچے.....تربیت آسان 353
حمل روکنے کی جائز صورتیں 354
رزق کی تنگی کے خوف سے یا اولاد کی کثرت کو باعثِ عار سمجھنے کی وجہ سے مانع حمل تدابیر اختیار کرنا حرام ہے..... 355
وسائل کم نہیں، بلکہ لامحدود ہیں گو کہ نظر نہیں آتے 355
آسمان کا پانی تمام قسم کے ''خرچوں کا بندوبست'' لے کر نازل ہوتا ہے 356
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت 357
عقل کی نظر میں بھی اولاد کی کثرت غربت ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے 357
شرحِ پیدائش میں کمی کسی بھی قوم کو عسکری (فوجی) و دفاعی لحاظ سے کمزور کر دیتی ہے 357
آبادی جتنی زیادہ ہوگی روزگار کے مواقع اتنے ہی زیادہ ہوں گے 358
کیا دنیا میں وسائل کم ہو رہے ہیں؟ حقائق کیا ہیں؟ 359
رابرٹ مالتھس کا نظریہ فیل ہو گیا 359
ایک اور یورپین ماہر معیشت کی تحقیق 360

ماہر معاشیات Dr. Dark Colin کی تحقیق 360
بچوں کی شرحِ پیدائش کی نسبت وسائل کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے 361
تیل اور گیس کی پیداوار میں کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے 361
خاندانی منصوبہ بندی اور دفاع، یورپ آبادی میں اضافہ چاہتا ہے 361
ایک امریکی رپورٹ 362
سارے بچے اکٹھے پیدا نہیں ہو جاتے ..... فلپائن کی مثال 362
عورت کو ولادت کے عمل سے روکنا احمقانہ فعل ہے، نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر کی رپورٹ 362
عورت کی صحت بچے جنتے رہنے میں ہے ..... Dr. Oswald Shwarz کی تحقیق 363
ایک برطانوی رپورٹ 363
ضبطِ ولادت کے موجودہ تمام طریقے مرد و عورت دونوں کی صحت کی بربادی کا پیغام ہیں 363
Dr. Sitwati کی تحقیق 364
ضبطِ ولادت کی گولیاں کینسر کا سبب 364
خراب صحت سے چھٹکارا 364
ضبطِ تولید کی گولیوں سے فالج ہوتا ہے 365
اسقاطِ حمل سالانہ تقریباً 68000 اموات کا سبب 366
دو بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ بچوں کی ذہنی ترقی میں رکاوٹ کا سبب ہے 366
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو عزل ثابت ہے اس کا مقصد شرحِ پیدائش میں کمی نہ تھا 366
ایک پادری کا قرآن پر اعتراض 366
بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ، کونسا وقفہ ہے 368
چھٹا حصہ 369
اسلام اولاد کی کثرت پر بہت حریص ہے 369
قرآن، حدیث، صحابہ و اسلاف کے اقوال .....
پہلی حدیث: (تین بار اجازت مانگنے پر بھی بانجھ عورت سے نکاح کی اجازت نہیں ملی) 369
پہلا نکتہ 370

دوسرا نکتہ 370
تیسرا نکتہ 370
چوتھا نکتہ 371
پانچواں نکتہ 371
چھٹا نکتہ 372
ساتواں نکتہ 373
آٹھواں نکتہ 374
اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی والوں کی دعوت میں زمین وآسمان کا فرق ہے 375
دوسری حدیث: ''نکاح کی ترغیب سے اصل مقصد ہی نسل میں اضافہ ہے'' 377
تیسری حدیث: نکاح کر کے اولاد طلب کرو، عیسائیوں کے راہبوں کی طرح نہ بنو 378
چوتھی حدیث: (ضائع ہونے والا حمل بھی والدین کی سفارش کرے گا) 379
پانچویں حدیث: کنواری سے نکاح کی ترغیب کی ایک بڑی وجہ شرحِ پیدائش میں اضافہ ہے 379
چھٹی حدیث: اللہ کے نبی اولاد کی طلب کو عقل ودانش والا کام قرار دیتے ہیں 379
ساتویں حدیث: بچے بوجھ نہیں، انکھوں کی ٹھنڈک ہیں 380
آٹھویں حدیث: جہاد سے محبت رکھنے والا کم بچوں پر کبھی راضی نہیں ہوسکتا 380
اولاد کی بے پناہ خواہش پیغمبروں کو بھی رہی ہے 382
نویں حدیث: اولاد اگر بچپن ہی میں مرجائے تو بھی بہت بڑے نفع سے خالی نہیں 383
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی کثرت پر مختلف عنوانات سے ترغیب 383
دسویں حدیث: والدین حیران ہوں گے کہ اونچے اعمال کے بغیر ایسے درجات کیسے مل گئے؟ 384
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اولاد کی طلب کی فضلیت پر عجیب استدلال 385
گیارہویں حدیث: بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی کالی سیاہ عورت سے نکاح، بانجھ خوبصورت عورت سے بہتر ہے 386
شریعت کی ترغیبات کو ذاتی مصلحتوں پر ترجیح دیجئے 387
بدصورت لڑکیوں کے نکاح میں غیر معمولی مشکلات کیوں پیش آتی ہیں؟ 387

قرآن مجید بھی اولاد کی کثرت کی ترغیب دیتا ہے 388
پہلی آیت 388
دوسری آیت 388
اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اپنے بھائی کو نصیحت 390
خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتِ مسلمہ کو اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرتے ہیں 390
سال میں ایک کے بجائے چار بچے پیدا کیجئے: ایک جلیل القدر عرب عالم شیخ صالح العثیمین کا فتویٰ 392
کیا دو بیویاں رکھنے کے لیے غیر معمولی طاقت درکار ہے؟ 393
ساتواں حصہ 397
دوسری شادی سے متعلق علماءِ عرب کے فتاویٰ 397
علماء کا ایسی خواتین کو نصیحت جن کے شوہر کا دوسری شادی کا ارادہ ہو 397
ایسی خواتین کو نصیحت جو دوسری شادی کا نام سننا گوارا نہیں کرتیں 399
کیا دوسری شادی سے پہلی بیوی کا بھی کچھ فائدہ ہوتا ہے؟ 400
عربوں کے بعض قبائل میں عورت اپنے شوہر کی زیادہ بیویوں پر فخر کرتی ہے 402
گھر کے کام ایک عورت کے بس کی بات نہیں، مردوں کو دوسری شادی کرنی چاہیے، مصری صحافی خاتون 402
دوسری شادی کس عمر میں کی جائے؟ 403
پہلی کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بہنوئی نے دوسری شادی رچالی، عرب عالم سے ایک شخص کا سوال 405
عرب عالم شیخ خالد الجریسی کی ان خواتین کو نصیحت جو اپنے شوہر کو دوسری شادی سے زبردستی روکتی ہیں 405
اختتامیہ 408

تحریر

حضرت اقدس مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہ العالی

عمل اور طرزِ عمل

اسلام کے ہر حکم میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی برکت رکھی ہے اور وہ برکت کسی فرد یا پورے معاشرے کو صرف اسی نیکی کے کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے، جبکہ اس نیکی کے نہ کرنے سے کچھ اس طرح کے مسائل اور الجھنیں پیدا ہونے شروع ہوجاتی ہیں جو صرف اسی نیک عمل کی طرف واپس آنے سے ختم ہوسکتے ہیں، ان کے حل کی دوسری کوئی صورت نہیں ہوتی۔ راقم الحروف کے ہاتھ ایک مرتبہ انگریز جاسوس کی یادداشتوں کا ترجمہ لگا جس میں اس نے اقرار کیا تھا کہ اسے اور اس کے ساتھ بھیجے گئے جاسوسوں کے دوسرے گروپ کو ایک خاص ہدف دے کر بھیجا گیا تھا کہ وہ مسلم معاشروں میں درجہ بدرجہ مرحلہ وار ان تین اہداف پر کام کریں:

تعدادازدواج، کثرتِ اولاد، اور نکاح مسنون یعنی

① سب سے پہلے تعدد ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادیوں کے بابرکت عمل کو مسلمان میں معیوب اور باعث عار بنائیں۔

② اس کے بعد کثرتِ اولاد کے رجحان اور اس پر فخر وافتخار کی حوصلہ شکنی کر کے مسلم آبادی کو کم سے کم سطح پر لانے کی کوشش کریں۔

③ اس کے بعد نکاحِ مسنون کے بجائے بغیر نکاح کے مختلف شیطانی ناموں سے مرد وعورت کے اکٹھے رہنے کا رواج ڈالیں۔

اگر دیکھا جائے تو مغربی معاشرے میں یہ تینوں مرحلے کامیاب ہو چکے ہیں، اب ان کے تھنک ٹینکس ان کے خوفناک نتائج سے تنگ آ کر انہیں خاندانی نظام کی طرف واپس لانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن عالمگیر فتنہ انسدادِ نکاح کا شکار ہوجانے والی مغربی اقوام اب اس انسانی اور رحمانی نظام کی طرف واپس آنے کے لئے تیار نہیں۔ مسلم معاشروں میں پہلا اور دوسرا مرحلہ کامیاب ہو چکا ہے اور اب یہ مہم تیسرے مرحلے میں داخل ہوتی صاف نظر آ رہی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کا آزادانہ میل جول اور ''لو میرج'' کا رواج، اور عورتوں کو یکطرفہ خلع دلوانا درحقیقت نظامِ نکاح کو ختم کرنے کی کوشش ہے۔ چونکہ بقیہ مذاہب اور امتیں منسوخ ہیں اور امتِ مسلمہ قیامت تک باقی رہنے کے لئے آئی ہے اس لئے مغربی اقوام کے رہنما تو انہیں ''انسانی نظام'' کی طرف نہ لا سکے لیکن مسلم اہل علم وصلاح نے اس غیر شرعی ذہنیت اور نقصان دہ رواج کو ختم کرنے کے لئے بات وہیں سے

شروع کی جہاں سے دشمنانِ ملت و مذہب نے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے نکاحِ مسنون کو رواج دینے، کثرتِ اولاد کی نبوی ترغیب کو پھیلانے اور تعددِ ازدواج کو فروغ دینے کی دعوت شروع کی۔ اس مبارک اور قابل تحسین جدوجہد کی ایک کڑی زیرِ نظر کتاب ہے۔

ایک چیز جب مانوس اور معروف ہوتی ہے تو اس کی ناقابل فہم چیزیں بھی سمجھ میں آنے لگتی ہیں اور جب کوئی چیز اجنبی اور نامانوس ہوجائے تو اس کی عام فہم باتیں بھی عجیب وغریب اور اوپری محسوس ہوتی ہیں۔ چونکہ ایک عرصہ ہوا مسلم معاشروں میں چند ایک کو چھوڑ کر سب میں ہی ''بچے دو ہی اچھے'' کا نظریہ فروغ پاچکا ہے اور ''بیوی ایک ہی اچھی'' کی ذہنیت رواج پکڑ چکی ہے، اس لئے ایک سے زیادہ شادی پر لوگوں کو تعجب بھی ہوتا ہے اور اعتراضات بھی اٹھتے ہیں اور عصر حاضر میں اس شرعی عمل کے احیاء کی راہ میں قسما قسم کی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور طرح طرح کی مشکلات کا رونا رویا جاتا ہے۔

مصنف نے اس مسئلے کی شرعی حیثیت واضح کی ہے، ہماری روشن تاریخ کی تابناکی میں اس سنت کے بابرکت اثرات کا جائزہ بھی لیا ہے۔ سب سے اہم یہ کہ اس پر ہونے والے وہمی اعتراضات اور حقیقی اشکالات دونوں پر بھرپور بحث کی ہے۔ اس کے عواقب ونتائج سے ڈرانے والوں کے سامنے اس کے برکات وثمرات رکھے ہیں اور اس کے فضائل اور مبارک اثرات سے محروم رہنے والوں کو اس کے برے نتائج اور ناشگوار انجام سے ڈرایا ہے۔ میری نظر میں اس وقت اس موضوع پر اکٹھا اتنا مواد کہیں دستیاب نہیں، اتنا مواد جمع کردینا ہی عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی ایک ایسی خدمت ہے جس کے نتیجے میں ممکن ہے وہ عمل جزوی طور پر ہی زندہ ہوجائے جو صحابہ کرام اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی میں کلی طور پر پایا جاتا تھا، بلکہ آج بھی جہاں جہاں استعمار کا مذموم پروپیگنڈہ اور کیبل، نیٹ کے اثرات نہیں پہنچے، وہاں بھی بلاتکلف پایا جاتا ہے۔

اسلام کے ہر حکم میں اسی کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے نیک اثرات رکھے ہیں اور کسی حکم کے اٹھ جانے سے اسی کے حساب سے برے اثرات سامنے آتے ہیں۔ آج کل اس سنت کو زندہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر نوجوان پہلی شادی سے پہلے دوسری شادی کرے یعنی پہلی شادی تو عموماً اس کے سرپرست اہتمام کے ساتھ کہیں نہ کہیں کرواتے ہی ہیں، اسے چاہئے کہ اس سے پہلے کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے دوسری شادی کرلے۔ بعد میں اس کے گھر والوں نے اس کی پہلی شادی تو کروانی ہی ہے۔ بہرکیف! شریعت وسنت سے چمٹے رہ کر زندگی گزارنے والوں کے لئے یہ کتاب اس اہم معاشرتی حکم پر عمل کی پرازبصیرت دعوت بھی ہے اور جو لوگ اس حکم سے غافل ہیں یا افراط وتفریط کا شکار ہیں ان کے لئے عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر عمل کو خالص اپنی شریعت کے مطابق اور ہر طرزِ عمل کو صرف اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنالینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شاہ منصور

آخری ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

تقریظ

صاحبِ ''دریچہ'' حضرت مولانا قاری منصور صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اگر ایک شادی کرنا اچھی بات ہے تو دو تین چار کرنا یقیناً زیادہ اچھی بات ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ زیادتی کسی چیز کی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ بالکل درست ہے، اس لئے تو زیادتی پر پابندی لگادی گئی ہے کہ بس زیادہ سے زیادہ چار ہوں۔ ہمت پست ہو تو اور بات ہے ورنہ آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، آپ کا دل نہیں چاہتا اور کرنے کو؟

رہی عورتوں کی بات تو انہیں بہکایا گیا ہے، آزادی اور خودمختاری کے نام پر۔ ورنہ جو بہکا رہے ہیں کیا ان کے ہاں ایک پر اکتفا ہوتا ہے؟ وہ تو حلال کو بھی حرام کر کے کھاتے ہیں۔ وہاں بھی ناجائز بچے کی ماں ہی مسئلہ بنتی ہے، ناجائز بچے کا باپ تو دندناتا پھرتا ہے۔

ہم حقائق سے نظریں چرائیں تو اور بات ہے ورنہ بقول بعض عرب علماء ''جو آدمی چار عورتوں کی کفالت کرسکتا ہو وہ ایک کا سہارا بنے تو تین کا استحصال ہے، ان کا حق مارنا ہے اور ایک عورت ہی دوسری تین عورتوں کا حق مارنے کا سبب بنتی ہے۔''

عدل نہیں، انصاف نہیں، برابری کا حق ادا نہیں ہوسکتا وغیرہ، تو ضمنی مسائل ہیں، کیا ایک شادی والے تمام حقوق کا خیال کرتے ہیں؟ عورتوں کے جرائد، ہفتہ وار میگزینوں میں الجھن کی سلجھن اور پریشانی کا حل کے ضمن میں ایک ہی شادی والی عورتوں کے مسائل بھرے ہوتے ہیں۔ یوں بھی جن ملکوں میں زیادہ شادیوں کا رواج ہے وہاں کے ازدواجی مسائل کم ہیں، ان ملکوں کی بنسبت جہاں ایک سے زیادہ پر پابندی ہے۔ کوئی سا بھی عالمی سروے اٹھا کر دیکھ لیں، جنسی تشدد، عورتوں کی مار پیٹ، ان کا بے یارومددگار پھرنا، کنواری مائیں اور حرامی بچے کن ملکوں کا دردِ سر ہے.....؟؟؟

مولانا طارق مسعود صاحب نے علمی، فقہی، تحقیقی اور سماجی کوئی گوشہ اس موضوع کا تشنہ نہیں چھوڑا۔ ہمت تو آپ نے خود کرنی ہے، حوصلہ بھی، جی ہاں! گالیاں سننے اور مار سہنے کا، خیر ہے، خیر کے کاموں میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آخر امتی کس کے ہیں؟ کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں۔

قاری منصور

۱۰ر محرم ۱۴۳۱ھ

تقریظ

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

www.darsequran.com

دنیا میں سب سے قدیم مذہب دو ہی ہیں، نفس پرستی اور خدا پرستی۔ دنیا کی کوئی بھی جنگ اتنی پرانی نہیں جتنی خدا پرستی اور نفس پرستی کے درمیان ہے۔ ان دونوں مذاہب کے پیروکار دنیا میں بے شمار ہیں۔ لاکھوں، کروڑوں ایسے بھی ہیں جو بظاہر خدا پرستی کے دعوے کرتے ہیں لیکن حقیقت میں نفس پرست ہوتے ہیں۔ خدا پرست ہر قدم اللہ کی چاہت اور مرضی کو دیکھ کر اٹھاتا ہے۔ اس کی محبت اور نفرت بھی اللہ ہی کی خاطر ہوتی ہے جبکہ نفس پرستی پوری زندگی نفس کے تقاضوں اور خواہشات کی تکمیل میں گزر جاتی ہے۔ خدا پرستی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس کے ہر تقاضے کو دبا دیا جائے اور دل کی ہر تمنا اور خواہش کو کچل دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں کی تکمیل بھی کی جائے تو اپنے حقیقی مالک کی مرضیات کو سامنے رکھ کر، نفس کا کونسا جائز تقاضا ہے جس کی تکمیل کی شارع نے نے اجازت نہیں دی؟ شہوت ہی کو لے لیجئے جس کا سیلاب بسا اوقات انسان اور انسانی اقدار کو بہالے جاتا ہے، آپ کو دوسرے مذاہب میں تو یہ تعلیم ملے گی کہ شہوانی جذبات کو کچل دینا انسان کو اپنے دیوتا اور پروردگار کا مقرب بنا دیتا ہے مگر ورق گردانی کے باوجود اسلامی لٹریچر میں اس کے جواز کا اشارہ تک نہیں ملے گا، بلکہ اُلٹا ایسا کرنے والوں کی مذمت ہی سے کتابیں بھری ہوں گی۔ ان صاحب کا قصہ تو یاد ہوگا جنہوں نے محض خوفِ آخرت کی وجہ سے عورت سے الگ تھلگ رہنے کا ارادہ کیا تھا اور زبانِ نبوت نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی تھی۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح والی زندگی گزاری اور اُمت کے لئے بھی اسی قسم کی زندگی پسند فرمائی بلکہ ایسا شخص جو حقوق ادا کرسکتا ہو اسے عدل قائم رکھنے کی شرط کے ساتھ تعدد کی بھی اجازت دی، دوسرے مذاہب نے تعددِ ازواج کو ایک تو اسلام کی خصوصیت بنا دیا ہے، دوسرا کام انہوں نے یہ کیا ہے کہ شدید ترین پروپیگنڈے کے زیر اثر اسے ایک ایسا قبیح عمل بنا دیا ہے جس کی توقع معاذ اللہ کسی شریف آدمی سے نہیں کی جاسکتی، نکاح کے بغیر دس بیس خواتین سے بھی تعلق رکھنا جائز ہے مگر حدودِ شریعت میں ایک سے زائد بیویاں برداشت نہیں کی جاسکتیں، اس پروپیگنڈے سے مسلمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے، زبان سے تعدد کو جائز کہنے والے بھی عملاً اسے پسند نہیں کرتے، چونکہ فطرت کے تقاضوں پر نظر رکھنے والے اللہ نے مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ پیدا کی ہیں، جسم کا مدافعتی نظام مضبوط ہونے کی وجہ سے ان کی عمر بھی طویل ہوتی ہے، میدانِ جنگ میں مردوں کا کام کرنا بھی ان کی تعداد میں اضافہ کردیتا ہے، اس لئے تعدد پر عملی بندش کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ صرف پاکستان ہی میں ایک کروڑ کے قریب خواتین ایسی ہیں جو نکاح سے محروم ہیں، علاوہ ازیں اب مرد صرف بیوی ہی

نہیں چاہتے، جہیز کے نام پر وہ سب کچھ چاہتے ہیں جس کا مہیا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔

ان حالات کے پس منظر میں برادرم مولانا طارق مسعود زید فضلہ نے زیر نظر کتاب لکھ کر اُمت کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ ذہانت کی فراوانی، زبان و بیان کی قدرت، قلبی جذبات، ہلا دینے والے مشاہدات اور جوانی کے جوش کی وجہ سے کہیں کہیں تندی سیل کی سی کیفیت بھی پیدا ہوگئی ہے مگر شاید سوئے ہوؤں کو بیدار کرنے کے لئے اس کی ضرورت بھی تھی، بعض نکات واشارات وہبی معلوم ہوتے ہیں، کتاب کو اپنے موضوع پر جامع بنانے کے لئے انہوں نے حتی المقدور محنت کی ہے اور قدیم وجدید ذخیرہ سے خوب استفادہ کیا ہے۔ چند ماہ قبل میں نے مسودہ کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا، اس موقع پر میں نے مولانا سے گزارش کی تھی کہ عدل اور مساوات کا مضمون مزید مؤکد کرکے بیان کیا جائے، کیونکہ بعض ہوس پرست، تعدد کے جواز کا بہانہ بنا کر پہلی بیوی کو بلیک میل کرتے اور اس کے حقوق پامال کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ایک اسلامی حکم کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔

اردو زبان میں اس موضوع پر ایسی مدلل اور مفصل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطاء فرمائے۔

محتاجِ دعا
محمد اسلم شیخوپوری

(کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت سے پہلے حضرت مولانا اسلم شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں شہید کردیئے گئے اور آج ہمارے درمیان موجود نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی شہادت کو قبول فرمائے، آپ کی قبر پر ہزار ہا رحمتوں کی بارش فرمائے اور دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے میں ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ راقم: طارق مسعود)

مُقَدِّمَۃ

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی شکل میں اپنے بندوں کو ایک ایسا وسیع اور مکمل ضابطۂ حیات دیا جو انسان کے اجتماعی اور انفرادی نظام میں ہر لحاظ سے کامل اور بے عیب ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کامل و بے عیب ہے، اسی طرح بنی نوع انسان کے لئے اس کی طرف سے نازل کردہ قوانین بھی نہ صرف بے عیب ہیں بلکہ انسان کی دنیوی اور اُخروی فلاح و کامیابی کا واحد ذریعہ ہیں۔

مگر جیسے یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قوانین میں پیغمبروں اور آسمانی کتابوں پر اکتفاء کے بجائے ان تعلیمات میں اپنی عقل بلکہ مزاج کی دخل اندازی کر کے اچھے اور برے کا معیار از خود متعین کرنا شروع کر دیا اور یوں تحریفِ دین کے مرتکب ہو کر ہمیشہ کے لئے گمراہ اور مغضوب ٹھہرے، ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بہت سے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات پر اکتفاء کے بجائے شریعت کے بہت سے احکام میں خود ساختہ دلائل کے ذریعے بلکہ بعض احکام میں تو محض اپنے مزاج اور طبیعت کی دخل اندازی کر کے ان احکام کی ایسی تشریحات کرنے لگے ہیں جو نہ تو کلام اللہ سے منقول اور نہ اللہ کے پیغمبر اور سلف و صالحین سے منقول ہے۔

اسلام کے انہی مظلوم احکام میں سے ایک حکم ''تعددِ ازدواج'' (ایک سے زائد شادیوں) کا ہے جس کی حلّت و ترغیب پر خود اللہ رب العزت نے اپنی مبارک کتاب میں آیات نازل کیں اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے محبوب ترین بندوں یعنی پیغمبروں اور پیغمبروں میں پھر سب سے محبوب ترین پیغمبر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور پیغمبر کے محبوب ترین ساتھیوں (یعنی صحابہ کرام) سے لے کر پوری عرب دنیا خصوصاً بلادِ مقدسہ کے مسلمانوں میں آج تک اس عمل کو جاری کر کے اسے پیغمبروں، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، امت کے علماء، صلحاء کی سنت متواترہ و متواثرہ کا درجہ دے دیا۔

اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ پاک و ہند کے مسلمانوں میں جس طرح پہلی شادی کو اچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور والدین، بھائی اور بہنیں، دوست احباب اور اڑوس پڑوس نکاح کا سن کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے، مٹھائی اور دعوتوں کے انتظامات میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور قاضی صاحب خطبۂ نکاح میں حدیث: ''النکاح من سنتی'' (نکاح میری سنت ہے) پڑھ پڑھ کر لوگوں کی خوشی اور اس بات پر اطمینان میں اور اضافہ کر دیتے ہیں کہ ہم باعثِ ثواب کام کر رہے ہیں، نیز پیغمبر کی سنت کو زندہ کر کے خود کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کا مستحق بنا رہے ہیں، کوئی غلط کام نہیں کر رہے۔

اسی طرح یہی دولہا میاں اگر کچھ عرصے بعد یہ سوچنے لگیں کہ پہلا نکاح میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال اور پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کی بناء پر کیا، عفت اور پاکدامنی اور خاندان میں اضافہ چاہنے کی خاطر کیا، یہی حکمتیں دوسرے نکاح میں بھی ہیں، دوسرا نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے حلال اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نیز اس سے بھی مزید پاکدامنی حاصل ہوگی، اولاد و خاندان میں اور اضافہ ہوگا، چنانچہ اس قسم کی باتیں سوچتے ہوئے ''خدانخواستہ'' اگر ہمارے معاشرے میں کسی کو مزید ایک اور شادی کا خیال آجائے تو وہی باپ جس نے اپنے اموال میں کثیر رقم خوشی میں بیٹے کی شادی اور ولیمے پر خرچ کر ڈالی تھی، وہ ماں اور بہن جو اپنے بیٹے اور بھائی کی خواہش پر اس کے لئے ''چاندسی'' بیوی لانے کی کوشش میں دن رات ایک کر کے شوق سے رشتے تلاش کرتی رہیں، بھائی اور خاندان بھر کے دوسرے افراد اور دوست احباب، یہ سب حضرات اس شخص کی دوسری شادی کا ارادہ سنتے ہی ہکّا بکّا رہ جاتے ہیں.....اور وہ فرد جو ڈرتے ڈرتے.....کہ کہیں اس ارادے کے اظہار پر گھر کے کسی فرد کو ''ہارٹ اٹیک'' نہ ہو جائے یا خدانخواستہ بیوی بے ہوش نہ ہو جائے، سانس کو قابو میں رکھتے ہوئے انتہائی جوانمردی اور حوصلے کا مظاہرہ کر کے گھر کے افراد کے سامنے دوسری شادی کا ارادہ ظاہر کر دے تو والدین، بھائی، بہن اور بیوی وغیرہ اوّلاً تو اسے محض گپ شپ پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ انہیں یہ گمان بھی ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کے خاندان کا کوئی مناسب فرد ان سے اس قسم کا بھونڈا مذاق بھی کر سکتا ہے، مگر جب انہیں یقین ہونے لگتا ہے کہ ان کے خاندان کا یہ مناسب فرد اب انتہائی ''نامناسب'' بن گیا ہے اور پہلی بیوی اور بچوں کے ہوتے ہوئے اس کا ارادہ واقعی ایک اور شادی کا ہے تو خاندان کے افراد تعاون تو کیا کرتے..... یہ بات سنتے ہی ان کے تیور بدل جاتے ہیں، باپ کی طرف سے ٹانگیں توڑنے اور ماں کی طرف سے دودھ نہ بخشنے کی دھمکیاں ملنے لگتی ہیں۔

پھر اگر اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان کے ان دعویداروں کو اس حکم سے متعلق قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر سنائی جائیں تو اس پر بھی ان پر ذرّہ برابر اثر نہیں ہوتا بلکہ یہ افراد ایک طرف تو ہمیشہ کے لئے لاتعلقی کی دھمکیوں پر اتر آتے ہیں اور دوسری طرف .....عیاش.....شادیوں کا حریص.....شہوت پرست.....ایک کو تو سنبھال لو.....وغیرہ جیسے طعنوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے ان آیات کی تلاوت کرنے والے پر ایسا برستے ہیں کہ

یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم آیاتنا۔

ترجمہ: قریب ہے کہ یہ برس پڑیں ان لوگوں پر جو انہیں ہماری آیت پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

کا منظر پیش ہونے لگتا ہے۔

یہ ردّعمل تو نسبی خاندان کی طرف سے ہوتا ہے اور سسرال تو پھر.....''سسرال''.....ہے۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ ایک عام شخص جسے خواہ مخواہ پریشان ہونے کا شوق نہ ہو، ایسے شخص کے لئے ایک سے زائد شادی والا عمل مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماحول نہ ہونے کے باعث اور عامۃ الناس کے اس بارے میں شرعی حکم سے پوری طرح آگاہی نہ ہونے کے باعث ہندو پاک کے مسلمانوں میں شاید یہ قدم مجموعی قوم کا ایک فیصد لوگ بھی نہ اٹھاتے ہوں۔

مگر یاد رکھئے.....! اللہ تعالیٰ کی ذات زبردست حکمت والی ہے اور اس کا کوئی حکم حکمتوں سے خالی نہیں، اس لئے خوب

سمجھ لئے کہ شریعت مطہرہ کی طرف سے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت بلکہ ترغیب محض کوئی اتفاقی حکم نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے اس فطری حکم کی اجتماعی سطح پر بغاوت کے انتہائی تباہ کن نتائج برآمد ہو رہے ہیں اور آج اگر ایک سے زائد شادیوں سے متعلق شریعت کے اس اہم اور پسندیدہ عمل کو رواج دے کر ان تباہ کن نتائج کے ازالہ کی کوشش نہ کی گئی تو جیسے یورپ کا خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا تو مستقبل قریب ہی میں مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی سطح پر دین و دنیا کی تباہی و بربادی کے ایسے مہلک نتائج کا کھلے عام مشاہدہ ہوگا کہ اس سے نمٹنا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔ علماء و صلحاء کی نسل میں پیدا ہونے والی بیٹیاں عفت و پاکدامنی کی زندگی کو ترسیں گی۔ مرد سے زیادہ ان نقصانات و تباہی کے آثار عورت کے حق میں ظاہر ہوں گے جن میں سے بعض ظاہر ہو چکے ہیں۔

ابھی صرف ایک دلیلِ عقلی سے اندازہ لگائیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ پہلا نکاح عام حالات میں محض ایک سنت عمل ہے فرض و واجب نہیں، البتہ اگر کوئی قوم ''من حیث القوم'' اس عمل کو ترک کر دے اور سوائے دو چار فیصد کے مثلاً 98 فیصد افراد صرف عقیدۃً اور نظریاتی طور پر نکاح کے سنت ہونے کے قائل ہوں، عملی اقدام کو تیار نہ ہوں تو ظاہر ہے کہ بہت جلد یعنی اس قوم کے دین و دنیا دونوں کے لحاظ سے تباہی و بربادی کے ایسے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے کہ جن کا صرف سرسری تصور ہی رونگٹے کھڑے کرنے کے لئے کافی ہے۔

ان حالات میں اگر کوئی ایسا شخص جو قوم کو تباہی سے بچانے کا جذبہ رکھتا ہو، ترغیبیں دے کر اور مختلف طریقوں سے اپنی توانائیاں صرف کر کے اپنی قوم کو نکاح کی رسم جاری کرنے پر ابھارنے کی کوشش کرے تو کیا کسی کو اس شخص پر اعتراض کا یہ حق ہوگا کہ محض ایک سنت عمل پر اتنی توانائیاں کیوں خرچ کی جا رہی ہیں.....؟ ایسے موقع پر یہی کہا جائے گا کہ فطرت نے مرد و عورت دونوں کی ایک دوسرے کی طرف بھرپور رغبت رکھی ہے، نیز معاشرے میں نکاح کو معیوب بھی نہ سمجھا جاتا ہو، اس اقدام پر کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو بلکہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہو تو ایسے حالات میں شریعتِ مطہرہ کی طرف سے نکاح کو محض سنت قرار دینے سے عفت و پاکدامنی، تولد و تناسل اور عورتوں کی کفالت وغیرہ جیسی حکمتیں خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں اور وہ نقصانات جن کا ازالہ مقصود ہے ان کے ازالے کے لئے نکاح کو ہر ایک کے حق میں واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

البتہ اگر کوئی قوم عملی لحاظ سے نکاح کے عمل کو برا سمجھنے لگے اور نکاح کے اقدام کی حوصلہ شکنی کی وجہ سے مردوں میں نکاح کے رجحان کی غیر معمولی کمی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں جو ممکن سعی بھی نکاح کے رواج کے لئے کی جائے گی اسے ''کم'' ہی کہا جائے گا اور یہ کہہ کر جان چھڑانا ہرگز درست نہ ہوگا کہ ''محض سنت ہی تو ہے.....فرض و واجب تو نہیں.....'' بلکہ ممکن ہے کہ اس قوم کے حکمران اگر واقعی رعایا کے خیر خواہ ہوں تو ملک و قوم کو تباہی سے بچانے کے لئے نکاح نہ کرنے والوں کے لئے باقاعدہ سزائیں مقرر کر دیں اور کوڑے مار مار کر مردوں کو نکاح پر مجبور کریں اور اس بارے میں کسی مرد کا کوئی عذر بھی قبول سماعت نہ سمجھا جائے، خواہ اس کے والدین تک اس نکاح پر راضی نہ ہوں۔

بالکل اسی طرح یاد رکھئے کہ مردوں کے لئے ایک سے زائد شادیوں کے جواز بلکہ ترغیب کا حکم بھی ایسے معاشرے کے لئے نازل ہوا جہاں اس عمل کی پہلے سے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔

زیادہ شادیاں مستحب ہیں ایسی قوم کے لئے جہاں پہلے سے اس کا رواج ہو

چنانچہ ایسے معاشرے میں جہاں پہلے ہی سے متعدد نکاحوں کا رواج ہو اور اس اقدام پر عملی طور پر کوئی رکاوٹ نہ ہو، متعدد شادیوں کو محض مستحب قرار دینے سے ہی مردوں کی ایک قابل ذکر تعداد اس اقدام کو اختیار کر سکتی ہے اور یوں وہ ساری حکمتیں اور مصلحتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو شریعت اس حکم سے حاصل کرنا چاہتی ہے اور وہ تباہی و بربادی جس سے شریعت مسلمان معاشرے کو بچانا چاہتی ہے اس سے بچانے کے لئے ایک سے زائد شادی کو فرض و واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

مگر یاد رکھئے.....! جس معاشرے میں عملی طور پر ایک سے زائد شادیوں کے اقدام کو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہو اور اگر کوئی شخص جس کی پہلی بیوی فرمانبردار اور اطاعت گزار بھی ہو، اس کی اس بیوی سے اولاد بھی ہو، خوب ہنسی خوشی زندگی گزر رہی ہو، محض شریعت کی ترغیب پر یہ شخص دوسری شادی کا ارادہ کرے تو اس کی تو کیا حوصلہ افزائی ہوتی بلکہ وہ شخص جس کی بیوی بالفرض مذکورہ بالا تمام یا بعض صفات سے عاری ہو جس کے باعث اس کی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی ہو یا مثلاً کسی کی بیوی بانجھ ہو تو ایسے شخص کو بھی اس دوسری شادی والے اقدام سے باز رکھنے کے لئے نہ صرف پہلی بیوی ہی پر صبر کی تلقین کی جاتی ہو بلکہ باز نہ آنے کی صورت میں وہ کچھ طعنے اور دھمکیاں دی جاتی ہوں جن کا کچھ تذکرہ گزر چکا، حکومت سے لے کر معاشرے کے ہر طبقے کی طرف سے اس اقدام کی سخت حوصلہ شکنی کی جاتی ہو جس کے باعث پوری قوم میں برادری سے جھگڑا مول لینے والے چند ''مولوی قسم'' کے لوگوں اور انہی کی طرح مزید کچھ ''عجیب و غریب'' قسم کے دوسرے لوگوں کے سوا ہر شخص اس کو بہت بڑی حماقت سمجھتا ہو اور اس بارے میں سرے سے سوچنا ہی گوارا نہ کرتا ہو، اور ان تمام تر حالات کے نتیجے میں وہ کچھ تباہ کاریاں پیدا ہو رہی ہوں جو فطرت سے بغاوت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں، ان حالات میں ان تمام تر تباہ کاریوں سے نظر پھیر لینا اور یہ کہنا کہ ایک معمولی سا ترغیبی کام ہے، کوئی کر لے تو شاید تھوڑا بہت ثواب مل جائے، لہٰذا اس تھوڑے سے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے اطمینانِ قلب جیسی عظیم دولت کو اس ''ثواب'' کی بھینٹ چڑھانا اور خاندان اور پہلی بیوی کو پریشان کرنے کا ''گناہ'' مول لے کر قوم کو اس سنت پر ابھارنا اور اپنی صلاحیتوں کو اس ''فضول'' کام میں خرچ کرنا ایک احمقانہ حرکت ہے.....تو ایسا کہنا اور صرف جہلاء کے ردّعمل کے خوف سے اس حکم سے اجتناب کئے رکھنا کچھ عقل مندی کا کام ہوگا.....؟

بلکہ اس موقع پر بھی کسی عقلمند کا یہی جواب ہوگا کہ شریعت میں یہ کام اب مستحب یا سنت نہیں رہا، بلکہ اس کا درجہ سنت یا مستحب سے اوپر کا ہے، سنت یا مستحب اس قوم کے مردوں کے لئے تھا جس میں بھرپور طریقے سے اس سنت کا عملی رواج ہو۔

انہی حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے بندہ کا ارادہ ہوا کہ اس سلسلے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے طور پر قوم کو آگاہ کر کے اس عمل پر ان افراد کو کھڑا کرنے کی اپنی سی کوشش کی جائے جنہیں اپنے ذاتی مفاد سے ہٹ کر قوم کے اجتماعی حالات کی اصلاح کی بھی فکر ہے اور جیسے دوسرے بڑے منکرات سے روکنے کے لئے اہل علم و صلحاء اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں، زبان و قلم اور اپنے عملی اقدام سے قوم کو ایک سے زائد شادیوں والی ایک ایسی سنت پر ابھارنے کی بھی اپنی

سی کوشش کریں کہ جس کی نفرت لوگوں کے دلوں میں گھول کر ایسے پلا دی گئی ہے جیسے بنی اسرائیل کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی تھی۔ (و أشربوا فی قلوبھم العجل) (الآیۃ)

کتاب کا مقصد محض نظریہ درست کرنا نہیں۔ اسلام کے تعدد زوجات والے حکم کی بغاوت سے معاشرے میں جو تباہیاں پھیل رہی ہیں ان تباہیوں کا علاج اس بارے میں صرف نظریہ درست کرنے میں نہیں، بلکہ عمل ضروری ہے، لہٰذا ہماری اس ''تحریر'' کا مقصد بھی قوم کو عمل پر ابھارنا ہے، محض نظریہ درست کرنا نہیں۔

کتاب کا مختصر تعارف اور خلاصہ

اس تحریر کو بندہ نے سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے حصے میں یہ بیان ہوگا کہ اسلام نے شادی شدہ مرد پر اس کی بیوی کے کیا حقوق لازم کئے ہیں۔ تاکہ ہماری اس کتاب کے مرد قارئین کو اپنے بارے میں اندازہ ہو جائے کہ ہم شادی شدہ زندگی گزارنے یا ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اور اسی حصے میں جلد نکاح کی اہمیت اور نکاح میں تاخیر کی قباحت اور برائی کا بیان ہوگا۔

دوسرے حصے میں یہ بیان ہوگا کہ حقوق کی ادائیگی کا مکمل التزام ہو تو اسلام میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا محض جائز نہیں بلکہ ایک باعثِ ثواب کام ہے، اور اسلام میں اصل حکم یہی ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھے۔

تیسرے حصے میں اس پر بحث ہوگی کہ اس زمانے میں قوم کے ذمہ دار مردوں کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا محض ایک مستحب کام نہیں، وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت ہے، اور اس بارے میں مختلف حلقوں کی طرف سے کئے جانے والے مختلف قسم کے سوالات اور اعتراضات کے مدلّل اور شافی جوابات کے ساتھ ساتھ اس پر بھرپور بحث ہوگی کہ آج اگر قوم کے اجتماعی مفاد کی فکر رکھنے والے ذمہ دار مردوں نے اس بارے میں اپنا جمود نہ توڑا تو اِنہی کی اپنی نسل میں پیدا ہونے والی لڑکیوں کے حق میں انتہائی بھیانک نتائج ظاہر ہوں گے۔ عامۃ المسلمین تو دور کی بات، علماء، صلحاء کے لئے اپنی بیٹیوں کی شادی کی خاطر مناسب رشتوں کی تلاش دردِ سر بن کر رہ جائے گا۔ گھر میں عورت کا وجود ہی والدین اور بھائیوں کے لئے بوجھ بن جائے گا۔

نیز اس پر بحث ہوگی کہ عورت کے انسانی اور بنیادی حقوق کا تحفظ اس بات پر موقوف ہے کہ قوم کے ذمہ دار نوجوان ایک بیوی پر قناعت کے اس جمود کو توڑتے ہوئے اس ہندوانہ رسم کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

چوتھے حصے میں مشاہدات پر مبنی ان واقعات کی نشاندہی کی جائے گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک زوجہ پر اکتفاء والے رواج نے عورت کو کس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، یہ وہ واقعات ہیں جن کا کھلی آنکھوں ہر شخص مشاہدہ کر رہا ہے مگر ان سے ملنے والے سبق سے غافل ہے۔ اور یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ جب مسلم قوم میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی سنت بھرپور طرح سے زندہ تھی، اس وقت مسلم عورت کا معاشرے میں کیسا مقام اور مرتبہ تھا۔

پانچویں حصے میں اس کا بیان ہوگا کہ خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے پروپیگنڈے کے

باعث آج کا مرد دو بچوں سے زیادہ کی پیدائش اور ان کی کفالت کے لئے تیار نہیں۔ ایسی قوم کے مرد چار بیویاں رکھ کر نسل میں غیر معمولی اضافے پر بھلا کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔

اس لئے کتاب کے اس حصے میں ہم نے خود اہل یورپ کے ڈاکٹروں کی تحقیق اور طبّی اور سائنسی حقائق پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ تعلیم و تربیت اور صحت کے حوالے سے نسل روکنے کی جو مہم چلائی جا رہی ہے، وہ سو فیصد غلط ہے۔ مرد و عورت دونوں کی ذہنی اور جسمانی صحت اس پر موقوف ہے کہ عورت بار بار ولادت کے عمل سے گزرتی رہے۔ عورت کا بار بار ولادت کے عمل سے گزرنا اور بچے کو دودھ پلاتے رہنا اس کی جوانی اور اس کے نسوانی حسن کا ضامن ہے۔ وہ عورت جلدی بوڑھی ہو جاتی ہے جو بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ کرتی ہو یا دو تین بچوں کے بعد ولادت کا سلسلہ بند کرا دیتی ہو۔ حمل روکنے کا عمل عورت کو جلد بڑھاپے کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ عمل خواتین میں موٹاپے کا سبب بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی دیگر کئی بیماریوں کا ذریعہ ہے۔ نیز وہ بچے جن کے قریب العمر بھائی اور بہنیں کثرت سے ہوں ان کی ذہنی و اخلاقی نشوونما زیادہ بہتر طریقے سے ہوتی ہے۔ ایک صحت مند معاشرے کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی صحت کے لئے شرح پیدائش (Growth Ratio) میں ایک تسلسل کے ساتھ اضافہ ضروری ہے۔

چھٹے حصے میں اس پر بیان ہوگا کہ اسلام، مسلم قوم میں اولاد کی کثرت پر بہت حریص ہے اور اس بارے میں اس پر بحث ہوگی کہ قرآن وسنت، مفسرین، محدثین اور فقہاء کے اقوال میں اولاد کی کثرت سے متعلق ہمیں کیا تعلیمات ملتی ہیں؟

ساتویں حصے میں دوسری شادی سے متعلق علماءِ معاصر کے فتاویٰ کا ذکر ہوگا۔

طارق مسعود
مدرس جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی

ملاحظہ

بندہ نے اپنے نام کے ساتھ ''جامعۃ الرشید'' کا حوالہ صرف اپنے تعارف کے لئے دیا ہے مگر واضح رہے کہ اس کتاب کی اشاعت، اس کے مضامین اور اس کی تحریر کے کسی جزو کا بھی جامعہ ذمہ دار نہیں، لہٰذا کتاب کے کسی مضمون پر اگر کسی کو اعتراض ہو تو جامعہ کو ذمہ دار نہ ٹھہرائے، نیز اس کتاب کو پڑھنے کے بعد موافقت یا مخالفت پر مبنی یا کتاب کی کسی غلطی یا خامی سے متعلق کوئی مشورہ دینا چاہیں تو بھی براہِ راست راقم الحروف سے رابطہ کریں، ادارہ جامعۃ الرشید سے رابطہ کی کوشش نہ فرمائیں۔

کتاب کی افادیت یا خامی سے متعلق کوئی اہم مشورہ موصول ہوا (بشرطیکہ ضد وعناد پر مبنی نہ ہو، علمی دلائل پر مبنی ہو) تو ان شاء اللہ اسے اگلے ایڈیشن میں شائع کیا جائے گا۔

کتاب پڑھنے کے بعد اخلاص پر مبنی اپنی مفید آراء یا خط وکتابت کے لئے اس ایڈریس پر رابطہ کیا جاسکتا ہے:

مفتی طارق مسعود

بلاک ST-10، جامع مسجد الفلاحیہ، سیکٹر 10، نارتھ کراچی

Mufti Tariq Masood

Block: ST-10, Jamia Masjid Alflahia,
Sector 10, North Karachi.

E-mail: asktariqmasood @gmail.com
Cell: 0321-2235590

پہلا حصہ
زوجہ کے حقوق واجبہ کی تفصیل اور جلد نکاح کی ترغیب

قال اللہ تعالٰی: {فانکحوا ما طاب لکم من النّساء مثنٰی وثلٰث وربع، وإن خفتم أن لّا تعدلوا فواحدة أو ما ملکت أیمانکم، ذلک أدنٰی أن لا تعولوا۔}
(سورۃ النساء)

ترجمہ: پس نکاح کرو تم (ان) عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں/ پسند آئیں/ (کسی بھی مصلحت سے) مناسب لگیں، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے، اور تمہیں خوف (ظن غالب) ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے (نکاح کرو) یا (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوسکیں گے تو) ان باندیوں پر اکتفاء کرو جن کے تم مالک ہو، اس بات میں (یعنی ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے میں) ناانصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔
(کذا فی بیان القرآن)

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالٰی:

وقد علمت أن العدل فی کلامه بمعنی عدم الجور لا بمعنی التسویة، فإنها لا تلزم فی النفقة مطلقًا۔ قال فی البحر: قال فی البدائع: یجب علیه التسویة بین الحرتین والأمتین فی المأکول والمشروب والملبوس والسکنی والبیتوتة، وهکذا ذکر الواجی۔

والحق أنه علی قول من اعتبر حال الرجل وحده فی النفقة، وأما علی قول المفتی به من اعتبار حالهما، فلا، فإن إحدهما قد تکون غنیة والأخری فقیرة، فلا یلزم التسویة بینهما مطلقا فی النفقة اهـ۔ (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۰۲/۳) (وانظر ایضًا) (إمداد الاحکام: ۲/۳۷۷)

زوجہ کے حقوقِ واجبہ

قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ ایک بیوی یا ایک سے زیادہ بیویاں اس شخص کے لئے رکھنا حرام ہے جسے

اپنے بارے میں غالب گمان ہو کہ وہ ان کے ساتھ ''عدل'' کا معاملہ نہیں کر سکے گا اور فقہائے کرام کی تشریح سے معلوم ہوا کہ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی بیوی پر ظلم نہ ہو یعنی اس کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی نہ ہو۔ پس بیوی ایک ہو ایک سے زیادہ اس کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی ضروری ہے، یعنی اس کے ساتھ ظلم سے بچتے ہوئے ''عدل'' والا معاملہ ضروری ہے۔ زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں بیویوں کے درمیان برابری نہ کرنا بھی شرعاً ظلم کے مترادف ہے، لہٰذا جس شخص کو غالب گمان ہو کہ وہ ان معاملات میں بیویوں کے درمیان برابری والا معاملہ نہیں رکھ سکے گا، اس کے لئے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ ایک بیوی کے حقوقِ واجبہ کو ہمارے عرف میں ''نان ونفقہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان حقوق کا ذکر ''ایک سے زیادہ بیویوں کے حقوق'' کے ذیل میں ضمناً آرہا ہے، اس لئے اسے مستقل عنوان کے تحت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھیں کہ متعدد بیویاں رکھنے کی صورت میں تین چیزوں میں برابری ضروری ہے جن میں دو چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان میں مکمل برابری بہرحال واجب ہے وہ تین چیزیں ہیں:

① صلاتِ زائدۃ (اضافی تحفے تحائف)

یعنی ضروری نان نفقے سے ہٹ کر وہ اضافی جیب خرچ یا اضافی کپڑے یا وہ اضافے تحفے تحائف جو شوہر عید، شادی یا کسی خوشی وغیرہ کے موقع پر یا ویسے ہی بغیر کسی موقع کے اپنی بیوی کو دیتا ہے۔

ضروری نان ونفقہ سے ہٹ کر یہ اضافی جیب خرچ، تحائف یا ملبوسات وغیرہ بجائے خود تو شوہر پر واجب نہیں، لیکن اگر کسی نے اپنی دو بیویوں میں سے کسی بیوی کو ایسے تحائف دیئے تو اب اس پر واجب ہوجائے گا کہ دوسری بیوی کو بھی یہی تحائف یا اس کے مناسب اتنی مالیت کی کوئی اور چیز دے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو بے عدلی کے ظلم کا مرتکب ہو کر سخت گناہ گار ہوگا اور جسے ظن غالب کے درجے میں یہ خوف ہو کہ وہ اس معاملے میں متعدد بیویوں میں برابری نہ کر سکے گا تو اس کے لئے دوسری شادی کرنا حرام ہے۔

② شب باشی (رات گزارنا)

اگر کوئی شخص دو بیویوں والا ہے تو جتنی راتیں ایک زوجہ کے ساتھ گزارے گا، اتنی ہی راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گزارنا اس پر واجب ہوجائیں گی۔ چنانچہ اگر ایک ماہ ایک زوجہ کے ساتھ رات گزاری تو اس پر ضروری ہوگا کہ اب ایک ماہ دوسری زوجہ کے ساتھ بھی لازماً گزارے، ایک ہفتہ کسی زوجہ کے ساتھ گزارا تو لازماً ایک ہفتہ دوسری زوجہ کے ساتھ بھی گزارنا پڑے گا، الغرض بجائے خود شوہر پر واجب نہیں تھا کہ کتنی راتیں اسے اپنی زوجہ کے ساتھ گزارنا ضروری ہیں بلکہ اس کا مدار بیوی کی ضرورت پر تھا نہ کہ بیوی کے مطالبے پر..... البتہ دو شادیوں کی صورت میں اس پر واجب ہوجائے گا کہ جتنی راتیں ایک زوجہ کے ساتھ گزاریں اتنی ہی دوسری زوجہ کے ساتھ بھی گزارے، خواہ دوسری زوجہ کو ضرورت نہ بھی ہو، اگر رات گزارنے میں برابری نہیں کرتا تو ایسا شخص بھی بے عدلی کے ظلم کا مرتکب ہو کر سخت گناہگار ہوگا اور جسے اپنے بارے میں ظن غالب کے درجے

میں یہ خوف ہو کہ وہ اس معاملے میں متعدد بیویوں کے درمیان برابری نہ کر سکے گا اس کے لئے بھی دوسری شادی کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

③ ضروری نان نفقہ

نان نفقہ شرعاً تین چیزوں کو کہا جاتا ہے:

① مناسب خوراک

② مناسب لباس

③ مناسب رہائش

(یعنی گھر کے ضروری سامان کے ساتھ رہائش کے لئے بیوی کو کم از کم ایک ایسا علیحدہ کمرہ (Separate Room) دیا جائے جس میں بیوی کے سوا کسی کا عمل دخل نہ ہو۔)

مناسب خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام مرد پر لازم ہے

البتہ کس معیار (Standard) کی خوراک کو ''مناسب خوراک'' اور کس معیار کے لباس کو ''مناسب لباس'' اور کس معیار کی رہائش کو ''مناسب رہائش'' کہا جائے گا.....؟ شریعت نے اس کا مدار عرف پر چھوڑ دیا ہے اور اس بارے میں مرد کی مالی حیثیت اور اس کی بیوی جس خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اس خاندان کی مالی حیثیت دونوں کی رعایت کی گئی ہے، یعنی ایک طرف دیکھا جاتا ہے کہ مرد کی مالی وسعت کتنی ہے؟ اور دوسری طرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی بیوی کو اپنے والدین کے ہاں کس معیار (Standard) کی خوراک و لباس و رہائش وغیرہ میسر تھی، ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر مناسب خوراک، مناسب لباس اور مناسب رہائش کا تعین کیا جاتا ہے۔

اس نان نفقے میں مکمل برابری اس صورت میں واجب ہے کہ جب کسی کی متعدد بیویوں میں سے ہر ایک بیوی نکاح سے پہلے جس جس خاندان سے تعلق رکھتی تھی، وہ خاندان مالی حیثیتوں میں برابر یا قریب قریب ہوں۔

پس اگر کسی شخص کی ایک بیوی بہت مالدار خاندان سے تعلق رکھتی تھی کہ مثلاً جس نے اپنے والدین کے ہاں کھانے میں کبھی دال کی صورت بھی نہ دیکھی ہو، ہمیشہ پیزا (Pizza) اور برگر کھایا ہو، ایئر کنڈیشنڈ کمروں (Air Conditioned Room) کے بغیر وقت نہ گذارا ہو.....اور دوسری بیوی مالی لحاظ سے متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جو کبھی دال، کبھی سبزی اور کبھی گوشت کھایا کرتی تھی اور پنکھے پر گذارا کرتی تھی.....، اور تیسری بیوی ایسے غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھی جنہیں کھانے میں دال بھی بمشکل میسر ہوتی تھی اور پُرسکون نیند کے لئے پنکھا بھی میسر نہ تھا.....، تو ایسے شخص پر ان تینوں بیویوں میں مثلاً خوراک اور رہائش کے معیار کے معاملے میں برابری ضروری نہیں بلکہ ایسے شخص کو مالدار گھرانے سے تعلق رکھنے والی بیوی کے حق میں خوراک اور رہائش کا معیار اونچا رکھنا پڑے گا، کیونکہ ایسی بیوی کو غریبوں والی خوراک یا رہائش پر مجبور کرنا اس پر ظلم اور اس کی حق تلفی ہے۔ باقی اشیاء کے معیار (Standard) کو اس پر قیاس کر لیں۔

جس حد تک برابری ممکن ہو، ہر چیز میں برابری کرنی چاہیئے

بندہ نے عدل سے متعلق یہ جو تفصیل لکھی، فقہ حنفی میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق لکھی ہے، مگر دوسرے بہت سے علماء نے اور خود ہمارے علماءِ حنفیہ ہی میں بعض حضرات (جن میں حکیم الامہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بھی داخل ہیں) نے تنبیہ کی ہے کہ متعدد ازواج میں جس حد تک برابری کی استطاعت ہو، ہر ہر معاملے میں برابری کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ متعدد بیویوں میں برابری کی تاکید قرآن وحدیث کی واضح نصوص سے ثابت ہے، لہٰذا احتیاط کا تقاضا ہے کہ ہنسنے، بولنے اور دن کے اوقات کے گزارنے میں بھی حتی الاستطاعت برابری کرے۔ الغرض کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے ایک زوجہ کو یہ غیر معمولی احساس ہو کہ اس کا شوہر اس کی نسبت دوسری زوجہ کی طرف غیر معمولی میلان رکھتا ہے، جس سے وہ احساس کمتری کا شکار ہونے لگے، ان حضرات کے نزدیک ظلم ہے اور شریعت ایسے ظلم کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، لہٰذا کوئی شخص غریب زوجہ کو اسی معیار کا نان نفقہ دے جیسا مالدار کو دے رہا ہے، یا ہر وہ چیز جس میں برابری کرنا اس کی استطاعت میں ہو، اس میں برابری کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تو اس کا یہ عمل احتیاط پر مبنی ہونے کی وجہ سے یقیناً لائق تحسین ہوگا، البتہ محبت چونکہ غیر اختیاری چیز ہے، نیز جماع کا تعلق بھی طبیعت کے میلان ونشاط سے ہوتا ہے، اس لئے ان دونوں چیزوں میں برابری لازم نہیں۔

غربت شرعاً نہ تو ایک نکاح میں رکاوٹ ہے اور نہ ہی متعدد شادیوں میں

یاد رکھئے.....! نکاح کے جائز ہونے کے لئے قدرتِ مالیہ یعنی مناسب نان نفقے کی قدرت کی یہ شرط صرف متعدد شادیوں کے ساتھ خاص نہیں..... اگر کوئی شخص صرف ایک شادی کرنا چاہتا ہو تو اس کے جواز کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہ رہا ہے مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کے نان نفقے والے حق واجب کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو، خواہ یہ قدرت بالفعل ہو (یعنی مثلاً برسرِ روزگار ہو) یا کمانے کی قدرت بالقوۃ ہو، یعنی ہاتھ پاؤں سلامت ہوں اور گو کہ فی الحال عملی طور پر کماتو نہیں رہا لیکن نکاح کے بعد کما کر بیوی کو کھلانے پلانے وغیرہ کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے اور جو قدرتِ مالیہ کی یہ طاقت نہیں رکھتا، اس کے لئے ایک شادی بھی جائز نہیں۔

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھیں کہ جیسے شادی مالدار اور امیر لوگ کرتے ہیں بالکل اسی طرح غریب بھی کرتے ہیں بلکہ مشاہدہ ہے کہ غریب لوگ مالداروں کی نسبت نکاح جلدی کرتے ہیں۔

نکاح تو دونوں قسم کا طبقہ کرتا ہے، فرق اتنا ہے کہ غریب لوگ اپنی مالی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے غرباء کے ہاں نکاح کرتے ہیں تاکہ اپنی حیثیت کے مطابق انہیں رہائش، خوراک، لباس وغیرہ سے متعلق واجب حق مہیا کر سکیں اور مالدار اپنی حیثیت کو دیکھ کر مالداروں میں نکاح کرتے ہیں۔

تو یاد رکھئے جیسے غربت شرعاً وعرفاً پہلی شادی میں رکاوٹ نہیں، بالکل اسی طرح کوئی غریب اگر متعدد شادیاں کرنا چاہے تو متعدد شادیوں میں بھی اس کی غربت شرعاً رکاوٹ نہیں۔

چنانچہ وہ شخص جو مالدار نہیں اسے شریعت نے نہ تو ایک شادی سے روکا ہے اور نہ ہی چار شادیوں سے، البتہ اسے حکم ہے کہ نکاح کے لئے لڑکی کے انتخاب میں اپنا معیار بدل ڈالے اور نکاح کے لئے ایسی عورتیں تلاش کرے جو یا تو اس مرد سے بھی زیادہ غریب ہوں یا خود تو اگرچہ مالدار ہوں مگر اس مرد میں کسی اضافی دینی یا دنیوی وصف کے باعث اس کی غربت کے باوجود اس سے نکاح پر آمادہ ہوں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت مالی لحاظ سے بہت اونچے طبقے سے تعلق رکھتی ہے مگر اسے نکاح کے لئے ایک ایسا مرد میسر ہو جاتا ہے جو مثلاً علمِ دین، تبلیغ، تقویٰ، پرہیزگاری یا خاندانی شرافت والے وصف میں ممتاز ہوتا ہے، یا مرد میں بعض مرتبہ کوئی ایسا دنیوی وصف ہوتا ہے جو اسے دوسرے مردوں سے ممتاز کر دیتا ہے، جیسے کوئی مرد بہت خوبصورت ہو، یا کسی خاص ہنر یا فن میں اضافی مہارت وغیرہ رکھتا ہو، یہ اوصاف اس قسم کے ہوتے ہیں کہ عورت خود اگرچہ مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے مگر کسی مرد میں موجود اِن اوصاف کے باعث ایسے غریب مرد سے نکاح کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود تو بہت مالدار تھیں مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و شرافت کی غیر معمولی شہرت کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غربت کے باوجود آپ سے نکاح فرمایا۔

الغرض دونوں صورتوں میں، یعنی کوئی عورت اس مرد سے بھی زیادہ غریب ہو یا عورت تو مالدار ہو مگر مرد کی غربت کے باوجود اس میں کسی اضافی وصف کے باعث اس سے نکاح چاہتی ہو تو ان دونوں صورتوں میں بیوی کو شوہر کی غربت کے باعث نان نفقے سے متعلق جس ''کم'' معیار پر راضی ہونا پڑے گا تو بیوی کا حقِ واجب اس ''کم'' ہی کو کہا جائے گا اور اس صورت میں اس سے زائد کو بیوی کے حقوقِ واجبہ اور بیوی کے ساتھ ''عدل'' کی فہرست میں داخل ہی نہ سمجھا جائے گا۔

غربت نکاح میں رکاوٹ نہیں، اس دعویٰ کی ایک واضح دلیل

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بھلا کون غریب ہوگا؟ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں ازواج کو دو وقت کھلانے کے لئے مناسب خوراک تو کیا میسر ہوتی بلکہ صحیح احادیث کے مطابق غربت کے باعث گھر میں چالیس چالیس دن چولہا جلنے کی نوبت بھی نہ آتی تھی۔

چنانچہ اس غیر معمولی غربت اور فقر و فاقہ کے باعث امہات المؤمنین کو جب ایک مرتبہ شکایت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مالِ غنیمت سے کچھ حصہ طلب فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ اگر تم اس فقر و فاقہ میں میرے ساتھ گزارا کرنے پر راضی نہیں تو آؤ میں تمہیں کچھ سامان وغیرہ دے کر عمدہ طریقے سے رخصت کر دوں (سورۃ حجاب).....(تاکہ تم پھر اپنی مرضی سے کسی ایسی جگہ نکاح کر سکو جہاں ایسی غربت کا شکار نہ ہونا پڑے)

مگر اس کے بعد کیا ہوگا.....؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کو طلاق دے کر بقیہ زندگی بغیر نکاح کے گزار دیں گے؟ ہرگز نہیں..... چنانچہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عسی ربه إنه طلقكن أن يبدله ازواجًا خيرا منكن مسلمات۔ (سورۃ تحریم)

یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ایسی عورتوں سے کروادیں گے جو تم سے بہتر ہوں گی۔

ان دونوں آیات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ غریب شخص کو ایک یا متعدد شادیوں کے لئے لڑکی کے انتخاب (Selection) میں لڑکی کا معیار بدل دینا چاہئے اور غریب سے غریب لڑکی تلاش کرنی چاہئے یا ایسی لڑکی تلاش کرنی چاہئے جو اگرچہ غریب تو نہ ہو، مگر مالدار ہونے کے باوجود کسی مصلحت کی خاطر اس ''غریب'' مرد کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہوجائے۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ غربت کے خوف سے یہ غریب نکاح ہی سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے، چنانچہ غربت کے خوف سے بجائے خود ایک یا متعدد شادیوں والے عمل ہی سے باز رہنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ نہیں۔

غریب کو لڑکی دے گا کون؟

اس پر ہوسکتا ہے کہ کسی ''غریب'' کو اشکال ہو کہ آج امہات المومنین جیسے حوصلے والی عورتیں کہاں سے لائیں کہ جنہوں نے طلاق کے اس اختیار کے بعد بھی انتہائی فقر وفاقہ کے باوجود بخوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زوجیت میں رہنا پسند فرمایا.....؟ چنانچہ آج ''غریبوں'' کو اس قسم کی حوصلے والی لڑکیاں ملیں گی کہاں سے.....اور انہیں نکاح کے لئے اپنی بچیاں دے گا کون.....؟

جو لوگ ایسے اشکالات کر کے ایک یا متعدد شادیوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اس وقت بندہ کی اس تحریر کا مطالعہ فرما رہے ہیں تو ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بات واقعی درست ہے کہ صحابیات جیسے توکل اور حوصلے والی خواتین ناپید ہیں مگر آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ.....کیا آپ غریب بھی واقعی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں؟.....کیا آپ کے گھر بھی چالیس چالیس دن چولہا نہیں جلتا؟.....کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ بھی لباس کے لئے ایک پیوند زدہ چادر اور کھجور کی ایک چھال جیسے بستر پر گزارہ کر رہے ہیں.....؟

الغرض آپ کو شریعت (معاذ اللہ) امہات المؤمنین جیسا توکل وحوصلے والی خواتین کی تلاش کا مکلف نہیں بنا رہی، بلکہ شریعت کا آپ سے مطالبہ ہے کہ آپ خود جس قسم کے غریب ہیں.....ایک یا متعدد نکاح بھی اسی قسم کے غریبوں سے کریں، بلکہ خود سے بھی زیادہ قسم کی غریبوں سے کریں، تاکہ نان نفقے کی صورت میں واجب ہونے والا حق اپنی حیثیت کے مطابق باآسانی ادا ہوسکے۔ الغرض رشتے کے حصول میں لڑکی سے متعلق معیار کم کرنے پر راضی نہ ہونا اور معیار اونچا رکھتے ہوئے اپنی غربت کی بنیاد پر ایک یا متعدد نکاحوں سے اجتناب کرنا ہرگز ہرگز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ نہیں۔

اس زمانے میں غربت ختم ہوتی جارہی ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں غربت ختم ہوتی جارہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک شخص زکوٰۃ لئے پھرے گا مگر اسے زکوٰۃ کا مستحق نظر نہ آئے گا۔ نیز فرمایا کہ قیامت کی علامت میں سے ہے کہ:

أن ترى حفاة عراة عالة يتكففون الناس، يتطاولون في البنيان۔ (متفق علیہ)

کہ وہ لوگ جو ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگا کرتے تھے (تو ایسے فقیر و مسکین بھی مالی وسعت کے باعث) بلند و بالا (گھر اور) عمارتیں بنا کر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں گے۔

آج دنیا کی محبت و ہوس کے باعث غربت کا معیار بدل گیا ہے، وہ لوگ جن کا ناشتہ مکھن، انڈوں کے بغیر نہیں ہوتا تو ایسے لوگ بھی خود کو غریب خیال کرتے ہیں۔

آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں، کسی ایسے شخص سے جو صبح شام پیٹ بھر کر کباب اور پراٹھے کھا رہا ہو، خریداری پر بے دریغ پیسہ بہا رہا ہو، اس سے اس کے حالات کے بارے میں پوچھیں تو فوراً پریشانی سے کہے گا کہ بھائی! خرچے ہی پورے نہیں ہوتے، ہر طرف غربت ہی غربت ہے، ایک ایسے صاحب سے میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس جو اتنا سونا پڑا ہوا ہے، آپ اس کی زکوٰۃ دیتے ہیں؟ تو فوراً برجستہ بولے کہ کس کو دوں؟ تلاش و جستجو کے باوجود کوئی غریب ملتا ہی نہیں، جس کو بھی دو، بعد میں پتا چلتا ہے کہ ''فراڈی'' تھا۔

تو دیکھئے اگر میں تھوڑی دیر قبل ان سے پوچھتا کہ کیسے حالات ہیں تو فوراً برجستہ بولتے کہ ''غربت سے مرا جا رہا ہوں، چاروں طرف غربت ہی غربت ہے'' اور جب زکوٰۃ کا پوچھا تو بلا امتیاز اور لاشعوری طور پر زبان سے ''سچ'' نکل گیا کہ غریب تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں اور رقوم کے ساتھ ''خیر خواہانہ'' جذبوں کے باعث روز بروز مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے مگر اس سے بڑھ کر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مہنگائی سے لوگوں کی قوتِ خرید پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا، چنانچہ گوشت کتنا ہی مہنگا ہو جائے شادیوں میں پُرتکلف دعوتیں اور بسیار خوری اسی طرح نہ صرف چل رہی ہے جیسے پہلے چلتی تھی، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

آپ دیکھ لیں عمومی طور پر قوم میں جتنے امراض پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر بیماریاں وہ ہیں جو زیادہ کھانے کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ ہسپتالوں میں شاید ہی کوئی مریض آپ کو ایسا ملے جو بے چارہ خوراک کی کمی کے باعث بیمار ہوا ہو۔ خریداری کا یہی حال ہے۔ لباس، پوشاک پر بے تحاشہ اور صرف فخر و نمود کی خاطر بے جا مال اڑایا جا رہا ہے، بیگمات کو ہر تقریب پر نیا جوڑا خرید کر دینا، نان نفقے جیسے حقوقِ واجبہ بلکہ فرائضِ منصبیہ کی فہرست میں داخل سمجھا جانے لگا ہے۔

شاپنگ سینٹروں کی رونق قوم کے مالدار ہونے کی واضح دلیل ہے

ایک مرتبہ کسی دوست کے ساتھ کسی ضروری کام سے کراچی کی مشہور مارکیٹ ''حیدری'' کی طرف جانا ہوا، عید کی رات تھی، خریداری کا عجیب منظر تھا، طرح طرح کے ملبوسات دکانوں پر لٹکے ہوئے تھے جن کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کر رہی تھیں، خریدار حضرات جو صرف ایک دن کی خاطر اپنی بیگمات کو لئے انہیں شاپنگ کراتے پھر رہے تھے، ان کا رش قابل دید تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس قوم کو دیکھو! یہ ہیں بے چارے..... ''غریب''..... لوگ..... ایسے حالات ہوتے

ہیں غریبوں کے؟..... یہ وہ قوم ہے کہ جب اس سے شادی کی بات کرو تو ایسے رونا شروع کر دیتے ہیں جیسے برسوں سے قحط پڑا ہوا ہو۔ اللہ کی قسم.....! اگر قوم کے پاس فالتو اور ضرورتوں سے کئی کئی گنا زائد پیسہ نہ ہوتا تو سال میں متعدد بار پیش آنے والی خوشی کے ایسے مواقع پر بار بار ان کی تجوریوں کے منہ..... یوں نہ کھلتے۔

ہماری اس تحریر کا مطلب نہیں کہ غریب دنیا سے ختم ہو گئے ہیں، بتانا یہ مقصود ہے کہ جو لوگ عموماً صبح شام غربت غربت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں تو وہ صرف دنیا کی دوڑ اور ہوس میں ایسا کرتے ہیں..... اور اپنے سے زیادہ مالداروں کے لحاظ سے خود کو غریب سمجھ رہے ہوتے ہیں، چنانچہ قوم نے پیسے کی دوڑ میں آج غربت کا معیار ہی بدل دیا ہے۔ پہلے غریب اس کو کہا جاتا تھا جس بے چارے کے پاس سر چھپانے کو چھپر کی چھت بھی میسر نہ ہو اور آج وہ شخص بھی خود کو غریب سمجھتا ہے جو ڈیفنس میں ہزار گز کا بنگلہ خریدنے کی وسعت نہ رکھنے کے باعث شدید احساسِ کمتری میں ''دبلا'' ہوا جا رہا ہو۔ اور یہ دوڑ اور ہوس ایسی شے ہے کہ اس بناء پر خود کو غریب سمجھنے والے ''مرض'' کا کوئی علاج نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح کے مطابق اس مرض کا علاج صرف اور صرف قبر کی مٹی ہے۔

نکاح کی استطاعت نہ ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

بہر حال اگر کوئی شخص واقعی غریب ہو تو بھی اس کے لئے اس بناء پر ایک یا متعدد شادیوں سے اجتناب کرنا شرعاً پسندیدہ امر نہیں، چنانچہ ایسا شخص لڑکی کے انتخاب میں معیار ''کم'' کرے اور ایسی لڑکی کی تلاش کرے جو اس سے بھی زیادہ غریب ہو یا کسی اور مصلحت کے پیشِ نظر اس کے ساتھ اس کی غربت کے باوجود رہنے پر راضی ہو جائے، پھر اگر تلاش کی اس عملی کوشش کے باوجود رشتہ نہ ملے اور اس معاملے میں کوئی بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو ایسا شخص اب اس آیت کا مصداق ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولیستعفف الّذین لا یجدون نکاحًا حتّٰی یغنیھم اللہ من فضلہٖ۔ (النور)

ترجمہ: وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو نکاح کے بغیر صبر و تحمل اور پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا جن لوگوں میں نکاح کی استطاعت نہیں۔

اور یہاں نکاح کی طاقت نہ رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ نہ تو کمانے کا اتنا انتظام ہے کہ کوئی عورت اس سے نکاح پر آمادہ ہو اور نہ ہی اس کی ذات میں کوئی ایسی اضافی خوبی ہو کہ غربت کے باوجود کوئی شخص اسے اپنی بیٹی دینے کے لئے تیار ہو۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نہ تو خود رشتہ تلاش کرتا ہے اور اگر مناسب رشتے آتے ہیں تو یہ کہہ کر انہیں بھگا دیتا ہے کہ مجھ میں ابھی استطاعت نہیں۔

قال العلامۃ: زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالٰی:

وأمّا استعفاف من لا یجد نکاحا إلی أن یغنیھم اللہ، فبمعنی الانتظار یتعفف

إلى وقت العثور على أسباب النكاح من رضا المخطوبة وغير ذلك، لأن الفقير الذى وجد امرأة ترضى الزواج به، ليس من الذين لا يجدون نكاحا، بل هو وجده فعلا۔

ترجمہ: (شام کے ایک بہت بڑے عالم) علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو آیات میں کہا گیا ہے کہ ''وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔'' تو وہ فقیر و مسکین جس سے کوئی عورت اس کی غربت کے باوجود نکاح پر آمادہ ہوجائے تو یہ فقیر ان لوگوں میں داخل نہیں کہ جنہیں نکاح کی استطاعت نہیں، بلکہ اس نے تو عملاً نکاح موجود پالیا ہے۔

وقال أيضًا: والمراد بالنكاح هنا ما يتزوج به من مهر ونحوه مما ترضى به المخطوبة، وفعال بهذا المعنى معروف كاللباس واللحاف والستار ونحوها، وأما الغنى والفقر فمما لا يبنى عليه حكم، والمال غاد ورائح كما لا يخفى۔

(مقالاتِ کوثریة، ص ۲۲۶)

عقل کی نظر میں بھی مہنگائی میں اضافہ، نہ ایک شادی میں رکاوٹ ہے اور نہ چار شادیوں میں

ویسے بھی ایک معقول سی بات ہے کہ اگر مہنگائی بڑھ رہی ہے تو ہر ایک کے حق میں بڑھ رہی ہے، چنانچہ نوجوان اگر مہنگائی وغیرہ کے خوف سے ایک یا متعدد نکاحوں سے دور بھاگنا شروع کردیں تو وہ عورتیں جنہیں یہ بیوی بنا کر ان کے لباس، پوشاک اور خوراک وغیرہ کے کفیل بنتے تو ان نوجوانوں کے نکاح سے دور بھاگنے کے نتیجے میں یہ تمام تر ذمہ داریاں لڑکیوں کے والدین پر پڑیں گی اور بسا اوقات تنہا ایک باپ کو اپنی پانچ پانچ، چھ چھ بیٹیوں کے لباس وخوراک، تعلیم اور علاج معالجہ جیسی ذمہ داریوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔

حالانکہ اس کا ان بیٹیوں سے کم از کوئی دنیوی مفاد تو وابستہ نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر ان اخراجات کا بوجھ ڈالنا زیادہ ظلم ہے، بنسبت ان نوجوانوں پر بوجھ ڈالنے کے جن کے ان عورتوں سے انہیں بیوی بنا کر بہت سے حسی اور واضح منافع اور مصلحتیں وابستہ ہیں، مثلاً توالد وتناسل، جنسی تسکین، خدمت وانسیت ومحبت وغیرہ۔

الغرض لڑکی جب پیدا ہوگئی تو اس پر خرچہ تو ہوگا، اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ خرچ کس پر ڈالا جائے، شریعت کہتی ہے کہ لڑکی جب بالغ ہوجائے تو نہ تو اس کے باپ پر اس کے خرچ کی ذمہ داری ڈالی جائے اور نہ خود اس لڑکی پر، بلکہ اس نوجوان پر ڈالی جائے جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے باعث کمانے کی صلاحیت بھی بھرپور رکھتا ہے اور اس کے اس لڑکی سے بہت سے دینی اور دنیوی مفاد بھی وابستہ ہیں۔ اس کے برعکس نکاح کی مخالفت کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سارا خرچہ اس مہنگائی کے دور میں لڑکیوں کے بوڑھے باپوں پر ڈالا جائے تاکہ لڑکیوں کی پیدائش پر ان کا باپ اپنے بھیانک بڑھاپے کے تصور سے ہی ماتم کرنے لگے، یا اس لڑکی کو ملازمت پر مجبور کرکے خود اس کو اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کا مکلف بنایا جائے تاکہ دفتروں

میں بے حیائی اور بے شرمی کا ایسا ماحول پیدا ہو کہ چار شادیاں تو ایک طرف، ایک شادی کی رہی سہی رسم بھی ختم ہو جائے اور دوسری طرف خواتین کے ملازمتوں پر قبضہ کرنے سے مردوں کی بے روزگاری میں مزید اضافہ ہو جائے اور انہیں بستر پر پڑے پڑے عورتوں کی کمائی کھانے کا ایسا چسکا لگتا چلا جائے کہ پھر وہ دولت کے حصول کے بعد بھی ان عورتوں کی کفالت کے لئے تیار نہ ہوں۔

یاد رکھئے کہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس شخص کے کسی عورت کو بیوی بنا کر اس بیوی کے ساتھ بہت سارے واضح اور حسّی منافع وابستہ ہوں ایسے شخص کے لئے اس عورت پر خرچ کرنا آسان ہوتا ہے بنسبت اُس شخص (یعنی باپ و بھائی) کے جن کے ان عورتوں سے یہ منافع وابستہ نہ ہوں۔

مہنگائی وغربت کے باعث نکاح سے اجتناب کا مشورہ ایک احمقانہ خیر خواہی

لہٰذا یہ عجیب اور جارحانہ منطق ہے کہ مہنگائی وغربت کا شور مچا کر ایسے نوجوان کو ایک یا متعدد عورتوں کی مالی کفالت سے روکا جائے جسے فطرت ان عورتوں کی تمام تر مالی کفالت کا ذمہ دار بنانا چاہتی ہے اور دوسری طرف لڑکیوں کے والدین کے حق میں اس غربت ومہنگائی کا اعتبار ہی نہ کیا جائے کہ جن پر فطرت ان لڑکیوں کی بلوغت کے بعد ان لڑکیوں کے نکاح کے سوا کسی بھی قسم کی ذمہ داری ڈالنے کے لئے تیار نہیں۔

یاد رکھئے.....! اگر کسی نوجوان کو، خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو، کسی عورت کا رشتہ میسر آ جائے کہ جس عورت کے والدین کسی بھی وجہ سے اپنی بیٹی اسے دینے کے لئے تیار ہوں تو ایسے نوجوان کو یہ مشورہ دینا کہ مہنگائی کا دور ہے، خرچے کہاں سے پورے کرو گے.....؟ ایسا مشورہ لڑکی اور خود اس کے باپ پر ظلم کے ساتھ ساتھ قوم کے ساتھ انتہائی احمقانہ قسم کی خیر خواہی کے مترادف ہے۔

یہ وظیفہ اور ذمہ داری لڑکی یا اس کے باپ کی ہے کہ وہ دیکھے کہ متوقع داماد اس لڑکی کو زوجہ بنانے کے بعد اس کے مناسب نان نفقہ ادا کر سکے گا یا نہیں، اس کی رضا کے بعد کسی دوسرے کی دخل اندازی مرد کی نسبت عورت پر زیادہ ظلم ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت نے لڑکی کے باپ کو بھی متوقع داماد کی غربت کے باعث نکاح میں غیر معمولی تاخیر سے روکا ہے اور انہیں بھی اس بارے میں زیادہ ''نخروں'' سے روکا گیا ہے اور انہیں یہ امید دلائی گئی ہے کہ اگر کوئی لڑکا اچھے خاندان واچھے اخلاق کا مالک ہے تو محض اس کی غربت کی بناء پر لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا اور محض اس بناء پر اس کے نکاح میں غیر ضروری تاخیر کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں، چنانچہ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مال میں برکت فرما دیں گے۔

غور کیجئے کہ جب لڑکی اور اس کے باپ کے لئے اس معاملے میں زیادہ نخرے کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں تو کسی لڑکی کا باپ اگر کسی نوجوان کو اپنی بیٹی دینے کے لئے تیار ہو جائے اور کسی ''سمجھ دار'' کا اس نوجوان کو یہ کہہ کر منع کر دینا کہ ''خرچے کہاں سے پورے کرو گے؟'' اور اس موقع پر لڑکے کی غربت کا تو خیال کرنا مگر دوسری جانب اس انکار کے نتیجے میں لڑکی والوں کے لئے دوبارہ داماد تلاش کرنے میں جو کچھ دشواری ہوگی اور لڑکی کے باپ کو اپنی اس لڑکی سمیت چار پانچ لڑکیوں کی خوراک،

علاج اور تعلیم وغیرہ سے متعلق اس مہنگائی کے دور میں جو کچھ مالی ذمہ داریاں اٹھانا پڑیں گی.....ان تمام باتوں سے مکمل صرفِ نظر کئے رکھنا، کیا احمقانہ قسم کی خیر خواہی کے مترادف نہیں.....؟

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إذا خطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه، إن لا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہاری طرف کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو (اس کا پیغام قبول کر کے اپنی بیٹیوں/ بہنوں) کا اس سے نکاح کر دیا کرو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور بہت فساد پھیلے گا۔

پانچ ہزار آمدن والے نوجوان کا ایک واقعہ

ایک نوجوان جس کی ماہانہ آمدن تقریباً پانچ ہزار روپے تھی، کہنے لگے کہ میری ایک جگہ منگنی ہو چکی ہے، پانچ سال بعد شادی ہے۔ میں نے کہا پانچ سال بعد کیوں؟ آپ تو ماشاء اللہ برسرِ روزگار ہیں۔ کہنے لگے مولوی صاحب.....! کیا بات کرتے ہو؟.....اور کس دنیا میں رہتے ہو؟..... پانچ ہزار میں ہوتا کیا ہے؟ پھر کہنے لگے کہ اس زمانے میں ایک بیوی کے نخرے اٹھانا مشکل ہے، آپ بتاتے ہیں کہ اسلام میں چار کی اجازت ہے، مثلاً فرض کریں کہ اگر میں اپنی منگیتر سے اس آمدن میں شامل کر لیتا ہوں تو ہمارے ہاں تو شادی کے بعد ہر ہفتے بیوی کو کم از کم ایک بار میکڈونلڈ (McDonald's) میں کھانا کھلانا پڑتا ہے، ہر تقریب میں نیا جوڑا.....

موصوف ابھی اخراجات کی طویل داستان شروع کر ہی پائے تھے کہ میں نے قطع کلامی کی اور کہا کہ:

محترم! میں نے آپ سے عرض کیا کہ اسلام میں چار کی اجازت ہے اور غربت نکاح سے مانع نہیں، لیکن آپ نے ہماری بات ادھوری سمجھی، آپ کو کس نے کہا کہ جب آپ کی فی الحال آمدن پانچ ہزار ہے تو آپ ایسی لڑکی کو پیغام نکاح بھیجیں جس کو ہر ماہ میکڈونلڈ میں کھانا کھلانا پڑے، ہر تقریب کے موقع پر نیا جوڑا بنوا کر دینا پڑے، کسی دن مسلسل اور بغیر کسی اسپیڈ بریکر کے تین بار چھینک آ جائے تو میڈیکل چیک اپ کے لئے آغا خان ہسپتال بھاگنا پڑے.....، حمل ٹھہر جائے تو مختلف لیبارٹری ٹیسٹوں کے ذریعے مسلسل اس فکر و تجسس میں حیران و سرگرداں رہا جائے کہ خون میں مختلف قسم کے وٹامنز کا تناسب ''معیاری اقوام'' کی ''معیاری صحت والی خواتین'' کے خون میں موجود ''معیاری تناسب'' کے مطابق برقرار ہے یا نہیں.....؟ اور جب تک ان خرچوں کے پورا کرنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو نکاح کو پانچ سال تک کے لئے مؤخر کر کے رکھ دیا جائے.....؟

خدا کے بندے.....! اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ، اگر آپ کی ماہانہ آمدن پانچ ہزار ہے تو نکاح کے لئے ایسی لڑکی تلاش کرو جس کے باپ کی آمدن ڈھائی ہزار ہو کہ اس نے کبھی ''میکڈونلڈ'' کی شکل بھی نہ دیکھی ہو، لہٰذا ایسی لڑکی آپ کے پاس خوش رہے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ مال میں برکت عطا فرماتے ہیں، چنانچہ بعد میں جب کبھی اللہ تعالیٰ مزید مال میں وسعت دیں کسی ''نخروں والی'' سے نکاح کا شوق بھی پورا کر لینا۔

نوجوان ''کم معیار'' والی لڑکی پر کیوں راضی نہیں ہوتا

یہ جواب دے کر میں نے انہیں خاموش تو کر دیا، مگر چونکہ ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج نہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ آج کے نوجوان کے ذہن میں جب یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی کرنی ہے تو سوچا جائے کہ جب قربانی کا بکرا جو سال میں ایک بار خریدا جاتا ہے، اس کے انتخاب کے لئے اور اس کے رنگ و نسل جانچنے میں کیا کچھ تگ و دو کی جاتی ہے، تو وہ بیوی جس کا سال کے بجائے پوری زندگی میں صرف ایک بار ہی انتخاب کرنا ہے اور اس کی اہمیت بھی قربانی کے بکرے سے بہر حال زیادہ ہے، تو اس بیوی کے انتخاب میں نوجوان معیار کم کیسے رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا آج نوجوان اور اس کے والدین اپنی اولاد کے لئے کسی طلاق یافتہ یا بیوہ سے نکاح کے لئے تو کیا تیار ہوتے، بلکہ خود سے کم مالی حیثیت والے لوگوں میں بھی نکاح پر آمادہ نہیں ہوتے اور اسے معاشرے میں اپنی ناک کٹوانے کے مترادف سمجھتے ہیں۔

اور اس بارے میں نوجوانوں کا یہ حال ہے کہ خود کی رہائش مچھر کالونی یا بھینس کالونی میں ہے اور آمدن اگرچہ بہت قلیل ہو، مگر خواہش یہ ہوتی ہے کہ لڑکی ڈیفنس یا کلفٹن ہی کی ہو تو مناسب ہوگا اور پھر اس بارے میں ایک خاص معیار متعین کر کے نکاح میں غیر معمولی تاخیر کرتے رہتے ہیں اور پھر نکاح سے دور بھاگ کر جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے بلوغت کے بعد سے لے کر آٹھ آٹھ، دس دس سال اس تاخیر کے دوران کیا کچھ گل کھلاتے ہیں، تو ممکن ہے کہ قوم کے ''سادہ'' لوگ ان حالات سے واقف نہ ہوں، مگر قوم کے حالات سے باخبر حضرات پر ایسے حالات مخفی نہیں، پھر اگر ایسے نوجوانوں کو نکاح کا کہا جائے تو غربت کا رونا رو کر الٹا یہ اعتراض شروع کر دیتے ہیں کہ اس آمدن میں ہمیں رشتہ دے گا کون؟ اور پھر واقعات سنانا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں جگہ ٹرائی (Try) کی تھی مگر لڑکی کے والدین تنخواہ کا سن کر ''ہاں'' کرنے کے بجائے مسلسل چھ ماہ سے استخاروں پر ٹرخا رہے ہیں۔

شریعت کی نظر میں غربت نکاح پر مزید ابھارنے کا سبب ہے

قرآن، حدیث، صحابہ اور فقہاء کے اقوال

اسلام نکاح کے معاملے میں دوسرے مذاہب کی نسبت غیر معمولی طور پر ''حساس'' ہے اور نکاح میں سب سے بڑی رکاوٹ چونکہ ''غربت'' کو سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اسلام نے واضح تصریحات کے ذریعے غربت کو نکاح کی راہ میں حائل سمجھنے والے حضرات کے نظریات کی بنیاد ہلا کر پوری قوت سے اس نظریے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

قرآن

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وأنكحوا الايامى منكم ... إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾ (النور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام

اور لونڈیوں میں بھی جو اس لائق ہوں ان کا بھی، اگر وہ مفلس (فقیر) ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے، خوب جاننے والے ہے۔'' (بیان القرآن)

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں اس غریب شخص کو جو غربت کے باعث نکاح سے دور بھاگتا ہو، نکاح کی ترغیب ہے، اور اسے یہ امید دلائی گئی ہے کہ نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے مالی وسعت (غنیٰ) عطا فرمائیں گے، پھر یہ مالی وسعت (غنیٰ) خواہ مال میں ظاہری اور حسّی اضافے کے ساتھ ہو یا اللہ تعالیٰ کم پر ''قناعت'' اور صبر کی توفیق دے دیں اور کم مال ہی میں برکت دے کر گزارا آسان بنا دیں۔ چنانچہ لفظ غنیٰ ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

قال فی التفسیر النسفی: إن یکونوا فقراء، من المال یغنهم الله من فضله بالکفایة والقناعة أو باجتماع الرزقین۔ (۳/۱۴۴)

وقال البغوی رحمه الله تعالٰی: قیل الغنی ههنا القناعة وقیل اجتماع الرزقین۔ (تفسیر بغوی: ۳/۳۴۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ذہن میں جو فطری طور پر یہ بات ہوتی ہے کہ نکاح کرنے سے بیوی اور پھر ولادت کے بعد بچوں کے خرچے وغیرہ بڑھنے سے پیسوں کی تنگی کا شکار ہونا پڑتا ہے اور نکاح سے قبل جو آزادی اور بالفرض تھوڑی بہت مالی وسعت تھی تو ان خرچوں سے اس مال میں اور بھی کمی آجاتی ہے، یا اگر سرے سے مالی وسعت ہو ہی نہیں تو نکاح کے بعد اس غربت وفقر وفاقہ میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے، چنانچہ عموماً یہی وہ بنیادی بات ہے کہ جس کے خوف سے غریب لوگ نکاح سے دور بھاگتے ہیں اور اسباب کی دنیا میں کسی غریب ومسکین کا اس خوف سے نکاح سے دور بھاگنا بظاہر درست بھی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں غربت کے اس خوف سے نکاح سے دور بھاگنے والوں پر یوں ردّ فرمایا ہے کہ رزق میں تنگی واضافہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ومرضی پر موقوف ہے، لہٰذا تمہارا جو یہ خیال ہے کہ نکاح نہ کرنے سے مال بڑھتا ہے اور نکاح کرنے سے انسان کو مالی تنگی کا شکار ہونا پڑتا ہے تو ضروری نہیں کہ ایسا ہی ہو، اللہ تعالیٰ چاہے تو جس بات کو تم مال میں اضافے کا سبب سمجھ رہے ہو، اسے تمہاری غربت میں اضافے کا سبب بنا دے اور اگر چاہے تو جس نکاح سے تم غربت کے مزید بڑھ جانے کے خوف سے دور بھاگ رہے ہو، نکاح کے بعد اس غربت کو تم سے دور فرما دے۔ لہٰذا مالی وسعت اور غربت کا مدار اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر ہے، محض اسباب ظاہرہ پر نہیں، چنانچہ اگر نکاح کے بعد بھی کسی کے مال میں بالفرض وسعت وکشادگی نہ ہو اور اس کی غربت بدستور قائم رہے تو اس غربت وفقر کی نسبت نکاح کی طرف نہ کرے، بلکہ یوں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت میرے ساتھ یہی ہے اور اسی میں میری بہتری ہے، لہٰذا میں اگر نکاح نہ کرتا تو ضروری نہیں کہ یہ غربت ختم ہو جاتی بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ جو کچھ تھوڑا بہت مل رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے ان بیوی اور بچوں کی مالی کفالت کی

برکت سے دے رہے ہوں کہ جن کی مالی کفالت کا اللہ تعالیٰ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ لہٰذا اگر نکاح نہ کرتا تو عین ممکن ہے کہ اس سے بھی جاتا۔

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالٰی:

"وفی الآیة شرط مضمر وھو المشیئة، فلا یرد أن کثیرا من الفقراء تزوج ولم یحصل له الغنی... فإن قیل: العزب کذلک، فإن غناه معلق بالمشیئة أیضًا فلا وجه للتخصیص؟ فالجواب أنه قد تقرر فی الطباع الساکنة إلی الأسباب أن العیال سبب للفقر وعدمهم سبب توفر المال، فأرید قطع هذا التوہم المتمکن بأن اللہ تعالٰی قد ینمی المال مع کثرة العیال اللتی هی فی الوهم سبب لقلة المال وقد یحصل الإقلال مع العزوبة، والواقع یشهد، فدل علی أن الارتباط الوهمی باطل وأن الغنی والفقر بفعل اللہ تعالٰی مسبب الأسباب ولا توقف لهما إلا علی المشیئة، فإذا علم الناکح أن النکاح لا یؤثر فی الاقتدار، لم یمنعه فی الشروع فیه ... وقال بعضهم فی الفرق بین المتزوج والعزب أن الغنی للمتزوج أقرب وتعلق المشیئة أرجی للنص علی وعده دون العزب۔"

اس تفصیل کے بعد چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

"آپ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ وہ روایتیں جن میں نکاح پر مالداری وتونگری کا وعدہ کیا گیا ہے بہت کثرت سے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی وہ ہیں کہ جن کی مدد اللہ تعالیٰ (نے خود) پر واجب (کر لی) ہے، وہ نکاح کرنے والا شخص جس کا مقصد نکاح سے خود کو بے حیائی سے بچانا ہو، دوسرا وہ غلام جو غلامی کے طوق سے آزادی کی خاطر عقدِ مکاتب (مالک سے ایک خاص قسم کا مالی عقد) کر کے آزاد ہونا چاہتا ہو، تیسرا وہ مجاہد جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جو اپنی غربت وفقر وفاقہ کی شکایت کر رہا تھا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ نکاح کر لے..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (لوگو!) "اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نکاح کا حکم دیا ہے تو اس حکم کی تکمیل کی خاطر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے تم سے جو غنی (مال میں وسعت وبرکت کا وعدہ) کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ تم سے کئے گئے اس وعدہ کو پورا کرے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر فقیر ہو گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے) غنی کر دے گا۔"..... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (لوگو!) غنیٰ کو نکاح میں تلاش

کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر فقیر ہو گے تو اللہ (نکاح کی برکت سے تمہیں) غنی کر دے گا..... اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''رزق نکاح میں تلاش کرو'' اور اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث وآثار ہیں (جن میں نکاح پر غنیٰ کا وعدہ کیا گیا ہے)'' (روح المعانی:۱۸/۱۴۹)

وقال أيضا: {إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله} الظاهر أنه وعد الله عزوجل بالإغناء... ولا يبعد أن يكون فی ذلک سدّا لباب التعلّل بالفقر وعده مانعامن المناكحة۔ (روح المعانی:۱۸/۱۴۹)

فرماتے ہیں کہ جولوگ غربت کو نکاح سے اجتناب کا بہانا سمجھتے ہیں اور اسے نکاح میں رکاوٹ سمجھتے ہیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (اس عذر کو بنیاد بنا کر نکاح سے اجتناب کرنے کا) دروازہ بند فرمادیا ہے۔

★عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تزوجوا النساء، فأنهن يأتينكم بالمال، رواه البزار ورجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن زياده وهو ثقة۔ (مجمع الزوائد:۴/۲۵۵)

قلت: رواه الحاكم بسنده عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها وقال: هذا حديث صحيح علی شرط الشيخين ولم يخرجاه لتفرد سالم بن جنادة بسنده وسالم ثقة مأمون۔'' انظر: المستدرک علی الصحيحين، رقم:۲۶۷۹

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو اس لئے کہ یہ عورتیں تمہارے مال میں برکت واضافے کا سبب ہیں۔

قال المناوی رحمه الله تعالٰی فی شرحه: فأنهن يأتينكم بالأموال بمعنی أن أدرار الرزق يكون بقدر العيال، والمعونة تنزل بحسب المؤونة، فمن تزوج فاصدا بتزوّجه المقاصد الأخروية لتكثير الأمة، لاقضاء الوطر ونيل الوطر، رزقه الله من حيث لا يحتسب... قال الحاكم تفرد بوصله مسلم وهو ثقة وأقره الذهبی... قال المصنف وله شواهد منها كبر الثعلبی عن ابن عجلان أن رجلا شكی إلی النبی صلی الله عليه وسلم الفقر، فقال عليک بالباءة۔ (فيض القدير:۳/۲۶۹)

ترجمہ: علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث (عورتوں سے نکاح کرو کہ یہ تمہارے مال میں برکت کا سبب ہیں) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: رزق کی تنگی ووسعت کا مدار اہل و

عیال (کی کثرت وقلّت) پر ہوتا ہے اور جس پر جتنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اس پر اسی حساب سے نازل ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص اُخروی مقاصد کی غرض سے نکاح کرے کہ (مثلاً) اس کا مقصد نکاح سے (اولاد کی کثرت کے ذریعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی) امت کی تعداد بڑھانا ہو، نہ کہ محض خواہشِ نفسانی پوری کرنا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ان بیویوں کی تربیت و پرورش وغیرہ کی خاطر) ایسی جگہوں سے رزق کا انتظام فرمائیں گے کہ جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا.....اور نہ ثعلبی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غربت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''نکاح کو لازم پکڑو۔'' (فیض القدیر: ۳/۲۶۹)

★ عن الحسن: قال قال عمر بن الخطاب: اطلبوا الفضل فی الباہ، قال وتلا عمر: إن یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''(لوگو!) روزی کو نکاح میں تلاش کرو۔'' اس کے بعد حضرت عمر نے یہ آیت تلاوت فرمائی: {إن یکونوا.....} (اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں (نکاح کی برکت سے) غنی کردگا)

★ عن معمر عن قتادۃ أن عمر ابن الخطاب قال ما رأیت مثل رجل لم یلتمس الفضل فی الباہ واللہ یقول: إن یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔ مصنف ابن عبدالرزاق، رقم: ۱۰۳۹۳

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس جیسا (عجیب وغریب) آدمی نہیں دیکھا جو مالداری کو نکاح میں تلاش نہ کرتا ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں (نکاح کے باعث) غنی کردے گا۔''

قال الإمام الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی: یلغنا أن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال: ما رأیت مثل من ترک النکاح بعد ہذہ الآیۃ: {إن یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہٖ} (کتاب الأم: ۵/۱۴۷)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس جیسا (عجیب) شخص نہیں دیکھا کہ جو اس آیت: ''اگر فقیر ہوگے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے باعث غنی کردے گا۔'' کے نازل ہونے کے بعد نکاح نہ کرے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قوله تعالٰی: ﴿إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضلہٖ﴾ رزق الزوج ورزق الزوجة، وقال عمر عجبت لمن ابتغی بغیر النکاح والله عزوجل یقول ﴿إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضلہٖ﴾۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں یوں اضافہ فرماتے ہیں کہ بیوی کے مقدر کی روزی بھی شوہر کو ملنا شروع ہوجاتی ہے (کیونکہ زوجہ کی کفالت شوہر کے ذمے ہے، اسی طرح بچوں کا بھی معاملہ ہے کہ بچوں کی ولادت کے ساتھ ساتھ مال میں برکت ہونا شروع ہوجاتی ہے کہ ان کی کفالت بھی باپ کے ذمہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نکاح کا حکم دیا تو حکم دے کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ جس مخلوق کو بھی اس نکاح کے بعد پیدا کرے گا اس کے رزق کا وعدہ اور ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے، چنانچہ نکاح کرنے والا مرد بس اس کا مکلف ہے کہ حصولِ رزق کی اپنی حیثیت واستطاعت کے بقدر کوشش جاری رکھے، یعنی خود سے کاہلی اور سستی نہ کرے اور غربت کے خوف سے بیوی اور بال بچوں کی کثرت سے دور نہ بھاگے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو غنیٰ کو نکاح کے سوا کسی اور چیز میں تلاش کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ اگر فقیر ہوگے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے بعد) غنی کردے گا۔ (التفسیر البغوی: ۳/ ۳۴۲)

★ حدثنا سعید قال نا حماد بن زید عن أیوب قال کان أبو قلابة یحثنی علی السوق والضیعة والطلب من فضل الله عزوجل وکان محمد یحثنی علی التزویج۔

ترجمہ: ایوب فرماتے ہیں کہ ابوقلابہ مجھے کاروبار، جائیداد اور مال بڑھانے کے دوسرے طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی کی تلاش پر ابھارا کرتے تھے (اس کے برعکس) محمد (غالباً ابن سیرین رحمہ اللہ مراد ہیں) مجھے نکاح کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ (کتاب السنن: ۱/ ۱۶۸)

دورِ نبوت میں مفلس ترین شخص کے نکاح کی ایک عجیب مثال

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں عنوان قائم فرمایا ہے:

"باب تزویج المعسر" (تنگ دست کی شادی کرانا)

اور اس کے جواز پر قرآنِ کریم کی اسی آیت سے استدلال فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں:

باب تزویج المعسر ولقولہٖ تعالیٰ: ﴿إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضلہٖ﴾

ترجمہ: تنگ دست کی شادی کروانے کا (یعنی اس سے متعلق حدیث والا) باب، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر فقیر

ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت) سے انہیں غنی کر دے گا۔

یہ عنوان قائم کر کے درج ذیل حدیث ذکر فرمائی: (اختصار کے پیشِ نظر عربی عبارت حذف کر دی)

ترجمہ: ''سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مجلس میں) ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ سے نکاح چاہتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون پر ایک نگاہ ڈالی اور اس کے بعد اپنا سر مبارک جھکا لیا، کچھ دیر یونہی گزرنے کے بعد عورت نے محسوس کر لیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کچھ فیصلہ نہیں فرما رہے تو وہ (خاموش ہو کر) بیٹھی رہی، اتنے میں مجلس میں سے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ کو اس خاتون سے نکاح میں رغبت نہیں تو ان سے میرا نکاح فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے تاکہ بطورِ مہر اپنی زوجہ کو دے سکو؟

صحابی نے عرض کیا کہ ''نہیں'' اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول میں سوائے اس ازار (یعنی تہبند) کے کسی چیز کا مالک نہیں۔ (تہبند اس چادر کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے دھڑ پر باندھی جاتی ہے، مطلب یہ تھا کہ پورا لباس بھی نہیں، صرف ایک زار یعنی تہبند کا مالک ہوں)

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم تہبند اپنی زوجہ کو دے دو گے تو خود کیا پہنو گے؟ پھر تو تم ایسے بیٹھے رہو گے کہ تم پر ایک تہبند (کی چادر بھی) نہ ہوگی، اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور کوئی بھی شئ تلاش کرو۔

سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ یہ شخص اٹھے (اور تلاش کر کے) واپس لوٹے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں، اللہ کے نبی نے فرمایا کہ جاؤ (دوبارہ) تلاش کرو، اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی سہی۔ صحابی (دوبارہ) گئے اور (تلاش کر کے) واپس لوٹے اور فرمانے لگے کہ ''نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے نبی! میں ایک لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام بھی نہ کر سکا، لیکن یہ میرا تہبند ہے..... حضرت سہل فرماتے ہیں کہ ازار کی آدھی چادر (بطورِ مہر) عورت کو دے دی جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو اس (چادر سے) بھلا کیا فائدہ ہوگا؟ اگر یہ (آدھی) چادر تم پہنو گے تو اس عورت پر کیا ہوگا؟ اور اگر یہ پہنے گی تو تم پر کیا ہوگا؟

وہ صحابی اپنی اس (کسمپرسی کی حالت میں) مجلس میں بیٹھ گئے، یہاں تک کہ جب بہت دیر گزر گئی تو (مایوس ہو کر) واپس تشریف لے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں جب جاتا ہوا دیکھا تو کسی کو حکم دیا کہ انہیں بلا کر لائے، چنانچہ وہ (مفلس) صحابی جب دوبارہ لوٹے تو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سے فرمایا کہ تمہیں قرآن سے کچھ یاد ہے؟

اس پر صحابی نے کچھ سورتیں گنوائیں کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سورتوں کو تم زبانی پڑھ سکتے ہو؟

صحابی نے عرض کیا: جی ہاں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (تو پھر) ''ہم نے تمہارا نکاح اس عورت سے اس قرآن کے بدلے کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔'' (صحیح بخاری، رقم: ۴۷۹۹، ۴۸۴۲)

(یعنی جتنی سورتیں یاد ہیں، زوجہ کو بھی ان کی تعلیم دے دینا (فی الحال) یہی سہی.....)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی درجہ کی مفلسی اور وہ غربت، جسے نکاح کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، اسے بالکل بھی رکاوٹ نہ سمجھا.....اور ذرا اس واقعے کے ایک ایک جزو پر غور تو کیجئے کہ کس کس طرح سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف بہانے تلاش فرما رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے ایک ایسے شخص کی شادی کا انتظام کیا جائے کہ جس کی کل کائنات تہبند پر مشتمل ایک ادھورے اور اَن سلے لباس سے زیادہ کچھ نہیں.....ایسے مفلس ترین شخص کے نکاح کی کوئی صورت نکل آئے۔

وہ لوگ جو وحی کی تعلیمات کو اپنی عقل پر مقدم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، خدارا.....! وہ غور تو کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان صحابی کی ذرا بھی تو حوصلہ شکنی نہیں فرمائی کہ اتنا ہی فرما دیتے کہ تمہارے پاس ہے کیا.....؟ جب ایک ٹکا جیب میں نہیں (بلکہ ادھورے لباس کے باعث جیب بھی نہیں) تو ایسی غربت و بے روزگاری میں تمہیں شادی کا کیا شوق پیدا ہو رہا ہے.....؟

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص سوال کی غرض سے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا کچھ موجود ہے؟ وہ صحابی ایک پیالہ اٹھا لائے کہ میری کل کائنات یہی ایک برتن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیلام کرنا شروع فرما دیا، اسی مجلس میں اسے دو دِرہم میں فروخت کر کے صحابی سے فرمایا کہ جاؤ اس ایک درہم سے فی الحال بیوی بچوں کے کھلانے پلانے کا انتظام کرو اور دوسرے سے کلہاڑی خرید لاؤ۔

صحابی بازار گئے اور کلہاڑی لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دستے کو جوڑتے ہوئے فرمایا کہ اب جاؤ اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا شروع کرو (اور اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالو اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ)

تو دیکھئے کہ ان صحابی کے پاس کم از کم ایک پیالہ تو تھا کہ جسے نیلام کر کے روزگار کا کچھ ٹوٹا پھوٹا انتظام ہی ہو گیا، مگر مذکورہ واقعے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مفلس صحابی کا نکاح فرمایا، ان کی ملکیت میں تو پیالہ اور نہ ہی کوئی دوسری ایسی حقیر سی چیز کہ جسے بیچ کر ایک حقیر سی شئ یعنی لوہے کی انگوٹھی ہی خرید لیں.....اور جو لوہے کی انگوٹھی بھی نہ خرید سکا وہ بھلا فی الحال یا اگلے

وقت کے لئے درانتی یا کلہاڑا خرید کر روزگار کا اور پھر کھانے پینے کا انتظام کیسے کرے گا.....؟

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نہ سوچا کہ میں اس کے نکاح کی جو مختلف تدبیریں کر رہا ہوں تو یہ شخص بیوی کو لے جا کر بقیہ خریداری تو درکنار.....اس کے پاس تو خود کھانے کا انتظام نہیں.....بیوی کو کہاں سے کھلائے گا.....؟ یا چلو زیادہ بعد کی نہ سوچو، یہ غریب جسے بیٹھے بیٹھے نکاح کا شوق پیدا ہو گیا، اس سے ایک مرتبہ عملی تجربہ کروا کر دیکھ تو لیا جائے کہ واقعی عملاً کم از کم ایک مرتبہ بھی اس میں بیوی کو کھانا کھلانے کی عملی سکت بھی ہے یا نہیں؟.....مگر نکاح کو اتنی دیر تک کے لئے بھی مؤخر کرنا مناسب نہ سمجھا.....اور نہ ہی صحابی کو خود ایسا خیال آیا کہ جب خود اپنا یہ حال ہے تو بعد میں جب بیوی بچوں کی ذمہ داری پڑے گی تو کیا حال ہوگا.....؟

یہ وہی صحابہ تو تھے کہ ان کے زمانے میں چونکہ حمل روکنے اور گرانے کے جدید طریقے ایجاد نہ ہوئے تھے، لہٰذا ان میں سے بعض تو ولادت کے بعد اپنے لختِ جگر یہ سوچ کر قتل کر دیا کرتے تھے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟

ان کی عقل آج کے یہود و نصاریٰ کی طرح حساب و کتاب اور Calculation کر کے پہلے انہیں یہی بتاتی تھی کہ بیوی رکھنے اور بچے پیدا کر کے انہیں کھلانے کے لئے پہلے اتنی رقم (Amount) اور اس معیار کے روزگار کا انتظام ضروری ہے، ورنہ حساب و کتاب کی اس دنیا میں ناکام ہو جاؤ گے۔.....تو مگر اب انہیں کیا ہو گیا.....؟

حقیقت یہ ہے کہ آج ان کی عقل وحی کے نور سے آشنا ہو چکی تھی، آج وحی انہیں خبردار کر چکی تھی کہ ﴿نحن نرزقهم وایّاکم﴾ جو اللہ اولاد پیدا کرتا ہے تو یہ اولاد صرف تمہاری اولاد ہی نہیں، پیدا کرنے والے کی مخلوق بھی ہے، اس کا دال پانی اور ضروری خرچے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لئے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ماں جب پہلے روٹی کھاتی تھی تو صرف خون بنتا تھا، مگر بچے کی ولادت کے بعد اب اسی روٹی سے نہ صرف یہ کہ دودھ بھی بن رہا ہے بلکہ بن کر بچے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے ٹھکانے پر خود بخود پہنچ بھی رہا ہے.....؟ کیا یہ کام ماہرین معاشیات کر رہے ہیں، یا وہ خدا کر رہا ہے جس نے پیدا کیا اور پھر خود کو رزق کی ذمہ داری کا مکلف بنایا؟ اتنی بڑی حقیقت جان لینے کے بعد کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ اولاد کو ہم کھلاتے ہیں، اللہ نہیں کھلاتا.....؟؟؟

وحی نے انہیں بتایا کہ حمل روکنا یا غربت سے بچوں کو قتل کرنا تو درکنار، بلکہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو کثرت سے بچے جنتی ہو، صاحبِ وحی کے حالات دیکھ کر بھی اندازہ لگا لیا بلکہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ اگر غربت میں نکاح سے اجتناب کوئی اچھی بات ہوتی تو قوم میں سب سے مفلس ترین اور مساکین کے سردار، سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شدید ترین غربت میں بیک وقت نو بیویاں نہ رکھتے.....وحی نے انہیں بتایا کہ غربت کے خوف سے نکاح سے دور نہ بھاگو۔

إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله۔

ترجمہ: اگر فقیر ہو گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

چنانچہ وحی کی ان تعلیمات سے متعارف ہونے کے بعد ان جانثاروں نے وحی کے مقابلے میں اپنی عقلی موشگافیوں کو

بالکل ہی تو بالائے طاق رکھ دیا.....اور غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کر دینے والے اب اس نیت سے کثرت سے نکاح کرنے لگے کہ بچے زیادہ ہوں اور بروزِ محشر ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ افتخار بن سکیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (بسا اوقات) مجھے کسی عورت سے نہ تو نکاح کی حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی بیوی سے جماع میں رغبت، مگر اس کے باوجود میں اس سے نکاح کر لیتا ہوں اور خود کو جماع پر آمادہ کرتا ہوں تا کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کثرت سے اولاد پیدا فرمائے کہ جس کی کثرت خود میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ افتخار ہو سکے۔ (قرطبی: ۹/ ۳۲۸)

یہ اس ''غریب'' کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں کہ جو مسجد میں خطبے کے لئے جب قیام کرتا تو اس کے کپڑوں پر لگے ہوئے پیوند کا ہر شخص باآسانی مشاہدہ کرتا تھا۔

چنانچہ آج یہ قوم دوسروں کو تلقین کرنے لگی کہ جسے مالی وسعت چاہئے وہ نکاح کر لے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! (جس نے مال تلاش کرنا ہو تو وہ) نکاح میں مال تلاش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے باعث غنی کر دے گا۔ (درمنثور: ۶/ ۱۸۸)

معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ کسی بھی شخص کے لئے ایمان کے بعد اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں کہ اسے اچھے اخلاق اور محبت والی ایسی بیوی مل جائے جو کثرت سے بچے جنتی ہو۔ (أبوداؤد، رقم: ۱۳۲۵۷)

چنانچہ ان مفلس ترین صحابی جن کی ملکیت ایک ادھورے اور اَن سلے لباس سے زیادہ کچھ نہ تھی، صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس آیت (کہ اگر فقیر ہو گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد غنی کر دے گا) پر ایمان کی بناء پر محض یہ سوچ کر نکاح فرما رہے ہیں کہ شدید ترین اس غربت میں جس اللہ نے آج تک مجھے کھلا پلا کر جوانی کی دہلیز تک پہنچا کر دکھایا.....جس اللہ نے میرے بازوؤں میں شدید غربت کے باوجود کمانے اور محنت کی قوت بحال رکھی اور مجھے بھوکا مرنے سے بچایا.....اپنے دستِ قدرت کو متحرک کر کے وہ بادشاہ نکاح کے بعد اب ہر طرح کے سامان سے خالی ان ہاتھوں میں غیب سے ایسی طاقت وقوت اور روزگار کے ایسے انتظام اور مواقع پیدا کر دے گا کہ جو زوجہ کی روزی کے انتظام کے ساتھ ساتھ میرے رزق میں بھی برکت کا سبب بنے گا۔

اور ایسی باتوں کو سوچتے ہوئے وہ غریب جو تلاش کی انتہائی کوشش کے بعد بھی بار بار قسمیں اٹھا کر کہہ رہا ہے کہ:

لا و اللہ یا رسول اللہ! لا أملک إلّا أزاری۔

ترجمہ: نہیں نہیں، اللہ کی قسم!.....اے اللہ تعالیٰ کے رسول!.....تلاش کے باوجود کچھ نہ ملا۔

یعنی میری بات پر یقین فرمالیں.....اس ادھورے اور اَن سلے لباس والے ایک تہبند کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، اسی کو آدھا کر لیں، فی الحال زوجہ کے مہر کا (حقیقتاً یا صورتاً) کچھ تو انتظام ہو جائے، بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

اور ذرا ساری کائنات کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی تو سنئے کہ ان صحابی سے کیسی لطف وعنایت کی باتیں فرما رہے ہیں، صحابی کی اس تقریر پر ان سے گویا یوں مخاطب ہو رہے ہیں کہ تم جو ازار، ازار کی گویا رَٹ لگا رہے ہو، تو اللہ کے بندے! یہ بھی تو سوچو کہ اگر تم بیوی کو مہر میں اپنا یہ اکلوتا ازار بھی دے دو گے تو: ''جلست و لا إزار لک'' خود کیا پہنو گے؟ .....نکاح کے شوق اور جوش میں یہ بھی بھول گئے کہ ایک ازار ایک وقت میں ایک ہی شخص پہن سکتا ہے.....اگر وہ کسی کو دے دیا جائے تو خود برہنہ رہنا پڑے گا؟

یہاں تک کہ صحابی جب اس انتہائی بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں تمام امیدیں ختم کر کے مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور بالآخر طویل وقت بیٹھے رہنے کے بعد مکمل مایوس ہو کر واپس تشریف لے جاتے ہیں، تو اس تمام کارروائی کے دوران سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک اس سوچ میں لگا ہوا ہے کہ کوئی ایسی تدبیر اور کوئی ایسا طریقہ نکل آئے کہ مہر یا اس کے متبادل کسی چیز کا کچھ تو انتظام ہوتا کہ نکاح ہو جائے، مگر کیسے.....؟ یہ تو تلاش اور جستجو کی اپنی پوری کوشش کے باوجود دربارِ نبوت میں قسمیں اٹھا کر اپنی مفلسی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

یکا یک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک اس طرف چلا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ صحابی ''تعلیم یافتہ'' ہوں اور زوجہ کو مال نہ سہی، تعلیم تو دے سکتے ہوں، کیونکہ تعلیم یافتہ ہونے کا خصوصاً دینی تعلیم اور پھر خاص طور پر حفظ وناظرہ کی تعلیم کا تو مالداری وغربت سے کوئی تعلق ہی نہیں، علم تو غریب کے پاس بھی ہو سکتا ہے، اور خصوصاً سورتیں تو غریب کو بھی یاد ہو سکتی ہیں، یقین نہ تھا.....لہٰذا دوبارہ بلوایا گیا کہ ایک تحقیق تو رہ ہی گئی، فوراً بلوا کر پوچھا جا رہا ہے کہ چلو اور کچھ نہیں..... یہ تو بتاؤ کہ قرآن کا تھوڑا بہت کچھ حصہ یاد ہے.....؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال پر صحابی کے سامنے مایوسی کی چھائی ہوئی سیاہ اور گہری گھٹاؤں میں اچانک امید کی ایک کرن پھوٹ پڑی.....فوراً سورتوں کے نام گنوانا شروع کر دیئے.....''سورۃ کذا و کذا'' اے اللہ کے نبی! فلاں سورت بھی یاد ہے اور فلاں بھی.....

صبح وشام اللہ تعالیٰ کی ہر طرح نعمتوں میں غرق اور خرمستیوں پر دفعتہً لاکھوں لاکھوں روپے اڑانے والے ہوس کے پجاریوں اور دن رات طرح طرح کی نعمتوں میں غرق ہو کر اور سب کچھ کھا پی کر بھی غربت غربت کا شور مچاتے ہوئے نکاح سے دور بھاگنے والے.....ناشکرے.....اور اللہ پر اعتماد وتوکل سے عاری.....''غریبوں'' کو.....تا قیامت سبق دلانے کے لئے صحابی کے خاموش ہوتے ہی فوراً زبانِ نبوت (جس سے کبھی بے موقع اور بے محل کلام صادر نہ ہوا) جنبش میں آ جاتی ہے اور زبانِ اقدس سے یہ انتہائی مختصر مگر پُر حکمت.....، بلاغت سے بھرپور.....اور سبق آموز کلمات.....صادر ہوتے ہیں:

''زوجتکھا بما معک من القرآن''

''ہم نے اس قرآن کے بدلے اس سے تمہارا نکاح کرا دیا جو تمہیں یاد ہے''

نہ ہی صحابی یا صحابیہ سے استخارے ''نکالنے'' والے جاہل مولویوں کی طرح چھ چھ مہینے استخارے ''نکلوائے'' گئے.....نہ وکلاء وگواہوں کی تعیین کے تکلّفات.....نیز پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے لہٰذا خطبۂ نکاح بھی نہ پڑھا.....جس خاتون سے نکاح

کیا جارہا تھا چونکہ پہلے سے حاضرین مجلس کے ہاں متعین تھیں، لہٰذا ان خاتون کا نام تک نہ لیا کہ ''فلاں بنتِ فلاں'' انتہائی مختصر اور ہر قسم کے تکلّفات سے بالاتر جس میں سادگی کے باوجود فصاحت و بلاغت پوری قوت سے جھلک رہی ہے۔

بخدا.....! اس حدیث میں ذکر کردہ واقعہ کے ایک ایک جزو میں.....آج کے ''تہذیب'' اور ''ترقی یافتہ'' زمانے کے نظریات پر پُرزور رَد ہے، جو نکاح کے معاملے میں وحی کی مکمل اتباع سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی عقلی موشگافیوں میں الجھ کر ان تعلیمات میں بے جا تاویلات کرنے والے اُن ''سمجھدار'' اور ''پڑھے لکھے'' 'دینداروں'' کے جذبات پر بھی ایک زور دار ضرب ہے، جنہوں نے نکاح کو اپنے تمام تر دینی یا دنیوی کاموں میں دنیا کا سب سے فضول ترین کام قرار دے دیا ہے اور کسی بھی نوجوان کے لئے اس کام کو غیر معمولی طور پر مشکل بنا دیا ہے۔

آج اوّلاً تو کسی نوجوان کو ابتداءِ جوانی میں نکاح کا خیال آتا ہی نہیں، ترقی یافتہ شہروں میں تو خود ایسا خیال ہی دقیانوسی کی ایک بہت بڑی علامت سمجھا جانے لگا ہے، کسی تعلیم یافتہ لڑکے کا یہ Step اس کے ''گنوار پنے'' اور ''جاہل ہونے'' کی دلیل سمجھا جاتا ہے اور اگر کسی کو خیال آ بھی جائے تو جب تک وہ اپنے والدین اور دوسرے بڑوں کے سامنے چار گواہوں جیسے مضبوط اور ٹھوس دلائل سے یہ ثابت نہ کردے کہ وہ ''امام توقان'' کا مقلد ہے (یعنی اسے نکاح نہ کرنے کی صورت میں واقعی گناہ کا اندیشہ ہے) اس وقت تک اس کے اس دعوے کو تلبیس اور جھوٹ پر محمول کیا جاتا ہے اور اسے یہ باور کروایا جاتا ہے کہ نکاح تمہاری تعلیم میں حرج کا سبب ہے.....معاشی لحاظ سے کمزور ہوجاؤ گے.....ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاؤ گے.....مشاہدہ ہے کہ فلاں نے نکاح کیا تھا تو دیکھو کہ تعلیم میں بقیہ ساتھیوں سے کیسے پیچھے رہ گیا.....؟

مدارس البنات میں پڑھنے والی طالبات کے لئے حدیث میں موجود ایک سبق

صحیح بخاری کی اس حدیث میں علم کے حصول میں مشغول رہنے والی ان عالمات پر بھی ردّ ہے جو حصول علم کے شوق میں کسی عالم کا رشتہ میسر آنے کے باوجود بھی نکاح نہیں کرتیں۔ ان کا اور ان کے والدین کا خیال ہوتا ہے کہ نکاح ان کی تعلیم میں حرج کا ذریعہ بنے گا۔ اس بات کو اگر تسلیم کرلیا جائے کہ نکاح تعلیم میں حرج کا سبب ہے، پھر بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ نکاح کو تعلیم پر مقدم رکھو، لہٰذا رَب کی خوشنودی کے لئے اگر حصولِ علم مقصود ہے تو اس کی خوشنودی تو نکاح میں زیادہ ہے (اس دعوے پر مزید دلائل ان شاء اللہ آگے آرہے ہیں) دوسری بات یہ کہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدارس البنات میں پڑھنے والی خواتین کو ایسے عالم سے نکاح کرنا چاہئے جو نہ صرف حصولِ علم میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ از خود بھی زوجہ کی تعلیم کا ذریعہ اور مددگار بنے، اور زوجہ کے لئے شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مربی اور استاذ بھی ہو۔ جیسا کہ صحابیہ نے ان صحابی کی غربت اور مفلسی کے باوجود صرف اس بنیاد پر نکاح کرلیا کہ یہ صحابی انہیں قرآن کی تعلیم دیں گے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح ہمیشہ تعلیم میں رکاوٹ کا سبب نہیں بنتا، تعلیم یافتہ مرد سے نکاح تعلیم میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

دینی یا دنیوی تعلیم میں حرج کے خوف سے نکاح میں تاخیر شرعاً پسندیدہ کام نہیں

ایک صاحب مجھے ایسے واقعات سنانے لگے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ بڑوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ جلد نکاح پر نوجوانوں

کی حوصلہ افزائی کریں، ان کے نکاح کی حتی الوسعت کوشش کریں یا کم از کم دعا ہی فرمادیا کریں.....حالانکہ فلاں طالب علم نے نکاح کیا تھا تو دیکھیں کہ.....

یہ صاحب قصہ شروع ہی کر پائے تھے کہ میں نے انہیں ٹوک کر کہا کہ ایسے قصے سنانے سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ تو خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہاری بیویاں اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں.....تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور مختلف دینی و دنیوی اہم کاموں سے غافل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ نیز حدیث میں ہے:

إنكم لتبخلون وتجبنون وتجهلون، وإنكم لمن ريحان الله۔

(رواه الترمذی، رقم: ۱۹۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کو گود میں اٹھا کر فرمایا کہ ''تم اولاد انسان کو بخیل بنادیتی ہو، بزدل بنادیتی ہے اور (علم سے محروم کرکے) جاہل بنادیتی ہو اور تم (اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ خوشبوؤں میں سے ایک) خوشبو ہو۔''

تو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمارہے ہیں کہ یہ اولاد انسان کو جاہل بھی بناتی ہے کہ اس میں مشغول ہوکر انسان حصولِ علم کے لئے اس طرح سے فارغ نہیں رہ سکتا جس طرح بیوی بچوں کی فکر سے آزاد ہوکر فارغ ہوسکتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ اولاد انسان کو بزدل بھی بنادیتی ہے کہ اولاد کی معاشی کفالت اور یہ خوف کہ شہید ہوگیا تو بچے یتیم ہوجائیں گے، چنانچہ ایسی باتوں کے خوف سے انسان اپنے ملک وملّت اور دین و مذہب کی خاطر لڑنے سے بھی غافل ہوجاتا ہے، نیز نکاح اور اولاد سے پہلے جس طرح انسان کا ہاتھ مدارس اور غرباء پر خرچ کے معاملہ میں کھلا ہوا ہوتا ہے، بعد میں ایسا نہیں ہوتا اور بسا اوقات انسان خیر کے ان کاموں پر خرچ کرنے میں بخل (کنجوسی) سے کام لینے لگتا ہے۔

الغرض بیوی بچوں کی فکر میں پڑ کر مختلف اہم کاموں میں غفلت تو ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ اس کے لئے واقعات سنانے کی ضرورت نہیں، خود قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔

مگر اس کے باوجود جس اللہ نے یہ بتایا کہ بیوی اور بچے فتنہ ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں، اُسی اللہ نے جلد نکاح کی ترغیب بھی تو دی.....جس اللہ نے یہ بتایا کہ بیوی بچے فتنہ ہیں اسی اللہ نے بیوی کو ''حرث'' (کھیتی) سے تعبیر کرکے صاحبِ حرث (یعنی شوہر کو) اولاد کی کثرت پر برانگیختہ بھی تو کیا۔

اور جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو بزدل، جاہل اور بخیل بنانے والا قرار دیا اسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ''اعتراف'' کے باوجود بھی نوجوانوں کو جلد نکاح کی ترغیب دی، جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو جہاد سے محرومی کا سبب بتایا اور اسے باپ کو بخیل بنانے والا قرار دیا.....جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو حصولِ علم سے محرومی کا سبب قرار دیا، اُسی نبی نے اس ''اعتراف'' کے باوجود دوٹوک اور واضح الفاظ میں ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب بھی تو دی جو کثرت سے بچے جنتی ہو۔

قوم میں نکاح کی تاخیر سے پیدا ہونے والے فتنے، تعلیم میں حرج والے فتنے سے زیادہ ہیں

لہٰذا ان فتنوں سے بچنے کی غرض سے صحیح اور شریعت کے مزاج سے میل کھاتا ہوا درست طریقہ یہ ہے کہ نکاح کرنے والے شخص اور بال بچوں والے افراد کو اِن کے مختلف دینی یا دنیوی کاموں میں غفلت اور لاپروائی سے بچانے کی خاطر یہ تو بار بار اور ضرور باور کرایا جائے (جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تنبیہات فرمائی ہیں) کہ یہ بیوی اور بچے آزمائش ہیں، لہٰذا ان میں مشغول ہو کر اہم کاموں سے غافل نہ ہونا چاہئے، ساری توانائیاں انہیں پر خرچ نہ کر بیٹھنا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس قسم کے فتنوں کے خوف سے طلبہ یا عام نوجوانوں کو نکاح ہی نہ کرنے دینا، یا بلوغت کے بعد کئی کئی سال تک نکاح کو مؤخر کر کے رکھ دینے کا مشورہ دینا..... اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر قوم کے نوجوان عمومی سطح پر مختلف فتنوں کے خوف سے نکاح ہی میں تاخیر کرنے لگیں تو بے حیائی و فحاشی نیز صحت کی ایسی بربادی جس کا پھر تادم حیات ازالہ نہیں ہوسکتا، ان نقصانات کے علاوہ اس قوم کی عورتوں کا بیڑا غرق ہونا شروع ہوجائے گا..... بچیوں کے والدین بھی اپنی بچیوں کو اتنے عرصے گھروں میں بٹھائے رکھنے پر مجبور ہوجائیں گے اور جب یہ طلبہ حصولِ علم کی ''احسن طریقے'' سے تکمیل کر کے فارغ ہوں گے تو اس دوران معاشرے کی بہت سی لڑکیوں کو بھی رشتوں کے حصول کے لئے اتنا ہی انتظار کرنا پڑے گا، جس سے بہت سے فتنے جنم لیں گے اور یہ محض فرضی باتیں ہی نہیں اگر قوم کے حالات میں آپ غور کریں گے تو مشاہدہ پر مبنی یہ سب باتیں آپ کو پر حقیقت اور ناقابل انکار ''سچ'' نظر آئیں گی۔

بندہ کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ کتنے ہی طلبہ ایسے ہیں کہ تعلیم میں حرج کے خوف سے انہیں نکاح سے روکا گیا اور ان طلبہ نے اپنے اساتذہ کے اس حکم کی سعادت سمجھ کر تکمیل کی، مگر ان کے نکاح میں تاخیر کے نتیجے میں وہ لڑکیاں جن سے یہ نکاح کرتے ان لڑکیوں کے والدین پھر مناسب داماد کے انتخاب میں نہ صرف یہ کہ خاک چھاننے پر مجبور ہوئے بلکہ بعض کو اپنی بچیوں سے متعلق بعد میں ایسی آزمائشوں کا شکار ہونا پڑا کہ جن سے نمٹنا پھر ان کے بس میں نہ تھا۔

یاد رکھئے! جو بھی قرآن وحدیث اور اسلاف کے کلام میں غور کرے گا تو اس کے سامنے بالکل بے غبار اور واضح طریقے سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اسلام نکاح پر دوسری قوموں اور مذاہب کی نسبت غیر معمولی حریص ہے اور یہ دعویٰ اسے روزِ روشن کی طرح واضح اور پُر حقیقت معلوم ہوگا۔

اس زمانے میں جلد نکاح کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ بڑھ گئی ہے

ممکن ہے کسی کو خیال ہو کہ ''وہ'' زمانہ اور تھا یعنی وہ صحابہ تھے، حوصلے والے تھے، ان کے لئے جلد نکاح کی اہمیت قابل تسلیم ہے لیکن آج زمانہ چونکہ بدل چکا ہے، اس لئے آج کے دور کے لئے، آج کے حساب سے احکام ہونے چاہئیں، اور آج جلد نکاح کی ترغیب مناسب نہیں کیونکہ اب پہلے جیسے حالات نہیں رہے۔ تو ایسے ''سادہ'' حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ ایسے لوگ ایسے دلائل دے کر زبانِ حال سے گویا یوں فرما رہے ہوتے ہیں کہ:

''صحابہ کا وہ زمانہ جس میں جلد نکاح کی ترغیبیں دی گئی تھیں وہ ایسا زمانہ تھا کہ (معاذ اللہ، نقلِ کفر

کفر نباشد) اُس زمانے میں چونکہ جگہ جگہ سینما گھر کھلے ہوئے تھے، اسکول اور کالجز کی مخلوط تعلیم کا رواج عام تھا، عورتیں بازاروں میں کثرت سے بے پردہ گھوما کرتی تھیں..... تعلیم گاہوں میں اغلام بازی جیسے گندے واقعات رونما ہونے لگے تھے..... جگہ جگہ نیم برہنہ عورتوں کی تصاویر اس طرح سے آویزاں تھیں کہ شریف آدمی کے لئے بازار میں چلنا دوبھر ہوجایا کرتا تھا..... نیم برہنہ بلکہ مکمل برہنہ فلم انڈسٹری کی ترقی حدود کو پہنچ چکی تھی..... صحابہ وتابعین میں جو نوجوان صحابہ تھے ان میں حصولِ علم کی تکمیل کے شوق کے باعث دیر سے شادی کا شوق اتنا بڑھ گیا تھا جس کے باعث ان کی عمر کے مناسب غیر شادی شدہ لڑکیوں کی تعداد بھی اسی تناسب سے بہت زیادہ ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان لڑکیوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے مدارس البنین کی طرح (بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں) مدارس البنات کھولنے پڑ گئے تھے، نیز بے نکاحی عورتوں کی کثرت کے باعث فحاشی اتنی بڑھ گئی تھی کہ نوجوان (معاذ اللہ) حرام کاری اور فحاشی کے واقعات ایک دوسرے کو بتانے میں فخر محسوس کرنے لگے تھے، لہٰذا ان حالات میں وقتی اور اضطراری کیفیت کے پیش نظر نوجوانوں کو بالغ ہوتے ہی نکاح کی ترغیب دی گئی تھی اور انہیں یہ باور کرادیا گیا تھا کہ اس ''وقتی ضرورت'' کے پیش نظر ان ''شدید اضطراری'' حالات میں اگر کوئی نوجوان جلد نکاح کرنا چاہے تو اگرچہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو، قانوناً وہ سیاسۃً فی الحال اس کے لئے نکاح پر پابندی نہیں۔

اس کے برعکس ہمارے زمانے کے نوجوان چونکہ ..... ''بچے'' ..... اور ''ناسمجھ'' ..... ہیں نیز بدنظری کے خلاف بیانات کرنے والے علماء بھی کثرت سے موجود ہیں، اصلاحِ باطن کے لئے ملک میں مشائخ کی بھی کمی نہیں، لہٰذا ان حالات میں اتفاق سے کسی نوجوان کے لئے نکاح کے بغیر گناہوں سے بچنا مشکل ہو بھی گیا ہو تو اس صورت میں اوّلاً تو اسے حیا کو تھوڑی دیر کے لئے بالائے طاق رکھ کر اپنے بڑوں کے سامنے اس دعوے کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کر کے اس اقدام کی باقاعدہ اجازت لینی چاہئے، بلکہ اس سے بھی قبل مدارس یا تبلیغی جماعت یا خانقاہوں کے پاکیزہ ماحول میں رہ کر یا مشائخ سے اصلاحی تعلق قائم کر کے اِن ''گندے امراض'' کے علاج کی فکر کرنا چاہئے..... نہ یہ کہ ان کچی عمر کے نوجوانوں کے والدین ان کے نکاح کے انتظام جیسی بچکانہ حرکتیں شروع کر کے خود اپنے بھی ''بچپنے'' کا ثبوت پیش کرنے لگیں۔

نیز اس قسم کے نوجوان جنہیں ایسے ''پاکیزہ ماحول'' میں بھی واقعی کسی گناہ میں ابتلاء کا خطرہ ہو تو ایسے ''غیر مدرک بالقیاس'' اور ''غیر معقول المعنیٰ'' نوجوانوں پر دوسرے نوجوانوں کو قیاس کرنا اصولِ قیاس کے بہرحال خلاف ہے، کیونکہ قیاس کی شرائط میں سب سے اہم شرط یہ ہے کہ ''مقیس علیہ'' خود خلافِ قیاس نہ ہو، لہٰذا اِن خلاف قیاس نوجوانوں پر دوسرے نوجوانوں کو قیاس کرنا اور عمومی سطح پر تکمیل

تعلیم سے قبل ''کچی کچی'' عمروں میں ان کے والدین کا ان کے نکاح کی فکر پھر بھی مناسب نہیں۔

نیز آج کل غربت غیر معمولی طور پر اتنی بڑھ گئی ہے کہ کسی بھی نوجوان کے لئے سال میں بیس پچیس مرتبہ مختلف ملبوسات کی شاپنگ اور دن میں تین تین مرتبہ کباب پراٹھوں اور مرغے کھانے کے بعد بسا اوقات اتنے پیسے بھی نہیں بچتے کہ وہ ان کھانوں کو باآسانی ہضم کرنے کے لئے پیپسی یا فانٹا کی ایک عدد بوتل ہی خرید سکے۔

نیز آج کل نوجوانوں میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ نکاح کے بعد بیوی بچوں میں مشغول ہوکر دینی یا دنیاوی تعلیم سے تنبیہات کے باوجود غافل نہ ہوں اور نکاح کے بعد کسی طرح سے تعلیم کے ان شعبوں میں پوری قوم کو پیچھے دھکیل کر قوم کا مستقبل ہی داؤ پر نہ لگادیں، گو کہ خلافِ قیاس اتنا حوصلہ وتقویٰ ضرور ہے کہ نکاح کو مؤخر کرکے اس طویل عرصے میں بے حیائی کے اس طوفان میں خود کو فحاشی کی گرد سے بھی میلا نہ ہونے دیں۔

لہٰذا ان حالات کے پیش نظر اگر جلد نکاح کو اس زمانے میں بھی روا رکھا جائے تو یقیناً یہ اقدام بصیرتِ فقہیہ کے خلاف ہوگا۔ ''والفقیه من عرف باهل زمانه، ومن لم یعرف بأهل زمانه هو جاهل...'' (فقیہ وہ ہے جو اہل زمانہ کے حالات کو جانتا ہو، اور جو اپنے اہل زمانہ کے حالات کو نہ جانتا ہو وہ جاہل ہے)

فرطِ جذبات میں بہت سوں کے جذبات کی رعایت نہ کرنے والا ''گستاخ''، قلم ''سیدھے راستے'' سے تجاوز کرکے اصل موضوع سے ذرا دور نکل گیا..... تمہید موضوع کی تکمیل کے لئے ﴿إن یکونوا فقراء...﴾ الآیۃ کی تفسیر میں مزید دو تین مشہور مفسرین کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قال العلامة زاهد الکوثری رحمه الله تعالٰی:

وأما الفقر فلیس من موانع النکاح، لا فی الواحد ولا فیما زاد علیها إلی الأربع بل من بواعثه، فقال الله تعالٰی: ﴿وأنکحوا الأیامٰی منکم ... إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله﴾

ترجمہ: علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقر (غربت) نکاح سے مانع نہیں، نہ تو ایک شادی سے اور نہ ہی چار شادیوں سے، بلکہ غربت تو نکاح پر اور زیادہ برانگیختہ کرنے کا سبب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تمہاری اولاد میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کرادیا کرو، اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے) انہیں غنی کردے گا۔''

قال العلامة ابن الکثیر رحمه الله تعالٰی: وقوله تعالٰی: ﴿إن یکونوا فقراء یغنهم

الله من فضله﴾ الآية، قال علی ابن أبی طلحة عن ابن عباس: رغبهم الله فی التزویج وأمر به الأحرار... الخ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۸۷/۳)

ترجمہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت: ''اگر فقیر ہو گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے باعث) تمہیں غنی کر دے گا'' کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: ''تحقیق اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا (بھی) نکاح فرمایا جس کے پاس سوائے ایک تہبند کے کچھ نہ تھا اور وہ ایک لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام نہ کر سکے (اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد ان صحابی کے لئے رزق کا ایسا انتظام فرما دیں گے جو ان کی زوجہ اور خود ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔

آیتِ مبارکہ کے اختتام میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ﴿واللہ واسع علیم﴾ (اللہ تعالیٰ وسعت والا، خوب جاننے والے ہے) ان الفاظ کی تشریح میں علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے (آیت کے اختتام پر) یہ جو فرمایا ہے کہ: ﴿واللہ واسع علیم﴾ (اللہ تعالیٰ وسعت (کشادگی) والا ہے)، یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عطاؤں کو اپنے بندوں پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے ہے، چنانچہ (آیت کا مطلب یہ ہوا کہ) تم (اپنی اولاد، غلام اور) باندیوں کا نکاح کر دیا کرو تو چونکہ اللہ تعالیٰ وسعت و کشادگی والے ہیں اس لئے اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے بعد) اپنے فضل (وعطاؤں) سے کشادگی و وسعت پیدا کر دے گا۔ نیز یہ جو فرمایا کہ ''علیم'' ہے تو اس کا مطلب (بھی) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ از خود فقیروں اور مالداروں کے حالات کو جانتا ہے اور اس پر اپنی مخلوق کے حالات مخفی نہیں۔ (تفسیر طبری: ۱۲۶/۱۸)

(مطلب یہ ہے کہ وہ خود بھی جانتا ہے کہ جن کے نکاح کا حکم دیا جا رہا ہے وہ غریب ہیں یا مالدار؟ تو جب سب کچھ جاننے کے باوجود بھی فقیر کے نکاح کا حکم دے رہا ہے تو یقیناً وہ بہتر سمجھتا ہے کہ فقیر کے نکاح میں اس ''غریب'' کا نقصان ہے یا فائدہ؟)

قال العلامة القرطبی رحمه الله تعالٰی: ''﴿وأنكحوا الأيامٰی منكم﴾، الآية، فندب تعالٰی إلی إنكاح الفقير... وهو مندوب إلی النكاح۔''

ترجمہ: علامہ قرطبی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (والدین و اولیاء کو ان کی اولاد میں جو غریب و فقیر ہیں تو) ایسے فقیر کے نکاح کروانے کی ترغیب دی ہے..... (چنانچہ شریعت میں) فقیر کو اس کے فقر (وغربت) کے باوجود نکاح کی طرف دعوت دی گئی ہے۔'' (تفسیر قرطبی: ۱۵۵/۳)

قرآنِ کریم کی آیتِ مبارکہ، احادیث واقوالِ صحابہ اور علماء کے اقوال اور عقلی دلائل سے امید ہے کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی ہوگی کہ معاشرہ خواہ کچھ بھی کہتا ہو بہرحال شریعت اور عقل کی نظر میں تو غربت نکاح پر مزید اُبھارنے کا سبب ہے اور امید ہے کہ کوئی مسلمان مرد جس کے دل میں ایمان کی معمولی سی بھی رمق ہو وہ شریعت کی اتنی صاف اور واضح تصریحات کے بعد کم از کم غربت کو بہانہ بنا کر نکاح سے دور بھاگنے کی کوشش نہ کرے گا، خواہ ایک نکاح کا معاملہ ہو یا متعدد شادیوں کا۔

ہم نے اس پر اتنی تفصیل سے اس لئے لکھا کہ آج مہنگائی اور غربت کا شور مچانے والی قوم اپنی اس ''غربت'' کو دنیا کے باقی کسی کام میں رکاوٹ نہیں سمجھتی، ایک شخص جو چار عورتوں کی بہترین مالی کفالت کرسکتا ہے وہ ایک بیوی کو تو سونے کے نوالے کھلاتا رہے گا، ایک ایک تقریب میں یکمشت لاکھوں لاکھوں روپے ہوا میں اُڑا دے گا مگر جب اس کے سامنے دوسری شادی کا ذکر آئے تو فوراً ہی مہنگائی کا رونا رو کر ایسا مشورہ دینے والے کو تعجب کی نگاہوں بلکہ کاٹ کھا جانے والی نظروں سے دیکھنا شروع کرے گا اور ایسے لوگ اس وقت یہ نہیں سوچتے کہ ان کے اس ''جذبے'' سے ہزار عورتیں نکاح سے محروم زندگی گزار کر مالی کفالت کے لئے ملازمتوں پر مجبور ہیں، مگر مہنگائی کا رونا رونے والے ان بے نکاحی عورتوں اور ان کے والدین کے حق میں مہنگائی کے وجود ہی کے منکر ہیں اور جب اعتراض کیا جائے تو پھر اس طرح کی باتیں شروع کردیتے ہیں کہ ایک تنخواہ میں بھلا دو بیویاں کیسے.....؟ مگر تنخواہ کا پھر کوئی معیار نہیں ہوتا کہ کتنی مقدار کی تنخواہ کو ''ایک'' اور کتنی مقدار کی تنخواہ کو چار تنخواہیں سمجھا جائے گا۔

آج کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں اور مغربی تہذیب اور مغربی تحقیقات کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے بڑھ کر سمجھتا ہے، چنانچہ آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ یورپ وامریکا کے تحقیقی ادارے اگر کوئی تحقیق پیش کریں تو خواہ وہ عقل سے کتنی بعید ہو، احساسِ کمتری کا شکار ہمارے بہت سے مسلمان فوراً اِن پر اندھا اعتماد شروع کردیتے ہیں، ایسے ہی کمزور ایمان والے مسلمانوں کے لئے جو نکاح کو غربت اور فقر وفاقہ میں مزید اضافے کا سبب سمجھتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ذرا بھی متاثر ہونے کے لئے تیار نہیں تو ایسے لوگوں کی خدمت میں ''جدید تحقیق'' پیش خدمت ہے، جو روزنامہ ''امت'' 2005ء میں یوں شائع ہوئی:

> ''پیسے کے لئے شادی کرنا اب گئے وقتوں کی بات ہوگئی۔ امریکا میں ہوئی تازہ تحقیق کے نتیجے میں پتہ چلا ہے کہ اگر مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرے یا ایک ہی شادی کو خوش اسلوبی سے نبھائے تو اس کے دولت مند بننے کے امکانات کافی بڑھ جاتے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق اوہائیو اسٹیٹ یونیورسٹی کے محققین نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر ایک شخص شادی کرے اور اس کو خوش اسلوبی سے نبھائے یا ایک سے زیادہ شادیاں کرکے انہیں قائم رکھے تو اس کے کنوارے یا طلاق یافتہ افراد کے مقابلے میں دولت مند بننے کا چانس بڑھ جاتا ہے۔ اوہائیو یونیورسٹی کے ایک محقق زاگورسکی نے بتایا کہ کنوارہ رہنا یا طلاق لینا یا دینا انسان کی غربت بڑھاتا ہے اور اس کی امارت کم کرتا ہے، اپنی تحقیق میں زاگورسکی نے

سینٹر آف ہیومن ریسورس ریسرچ کے ماہرین کے ساتھ مل کر ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۰ء کے عرصے میں شادی کرنے والے ۹۰۵۵ر جوڑوں پر ریسرچ کی۔ یہ تمام جوڑے ۱۱ر تا ۴۹ر سال کی عمر کے حامل تھے۔ زاگورسکی کی تازہ تحقیق جرنل آف سوشالوجی میں شائع ہوئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ شادی شدہ جوڑوں کی دولت ذاتی رقم، کاروبار، مکانات، جائیداد، اسٹاک مارکیٹ اور بینک اکاؤنٹ پر مشتمل ہے۔'' (روزنامہ ''امت، کراچی، ۲۰/جنوری ۲۰۰۶ء)

نکاح کی استطاعت نہ ہونے کا صحیح مطلب کیا ہے؟

وہ عدل جس کا شریعت نے متعدد بیویاں رکھنے والے کو مکلف بنایا ہے اس کا سرسری تصور یہ ہے کہ ہر زوجہ کو اپنی اور اس زوجہ کے خاندان کی مالی حیثیت ملحوظ رکھتے ہوئے کم از کم ضروری اور مناسب نان نفقہ مہیا کرے اور اگر مالی وسعت نہ ہو تو غربت کو نکاح میں رکاوٹ نہ سمجھے مگر بیوی کو اپنے توکل کا تختۂ مشق بنانے کی بھی کوشش نہ کرے بلکہ اپنی مالی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا رشتہ تلاش کرے جو یا تو اس سے بھی زیادہ غربت کا شکار ہو یا اس میں کسی اضافی وصف یا اور کسی وجہ سے غربت کے باوجود بھی اس سے نکاح پر آمادہ ہو جائے، تاکہ نان نفقہ کی صورت میں خود پر لازم ہونے والا بیوی کا واجب حق باآسانی ادا ہو سکے اور بے عدلی کا ظلم نہ ہو اور فقہاء کرام نے ایک یا ایک سے زائد شادیوں کے لئے قدرتِ مالیہ کی جو شرط بیان کی ہے اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا، اگر اس کی بھی صلاحیت اور حوصلہ نہ ہو اور غربت کے باعث نہ ہی اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل اور اعتماد ہو کہ بعد میں اگر بالفرض کسی آزمائش اور مشکل کا شکار ہو گیا تو یہ خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خدانخواستہ شکایات شروع کر دے گا اور یہ سوچنا شروع کر دے گا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے نکاح کیا تھا مگر (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے شادی کروا کے مجھے تو مروا ہی دیا تو اس صورت میں پہلے کسی ایسے اللہ والے (جو خود بھی غربت کو نکاح میں رکاوٹ نہ سمجھتے ہوں) سے تعلق پیدا کر کے خود کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل والے خوبصورت اوصاف سے مزین کرنے کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور وعدوں پر کامل ایمان نصیب ہو اور جب تک کوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل والی صفت سے ''کورا'' رہے یا تلاش کے باوجود کسی مناسب رشتے (مثلاً خود سے بھی زیادہ غریب یا کسی توکل والی عورت کے رشتے) کا حصول ہی نہ ہو سکے یا حصولِ علم میں مشغول رہنے والا کوئی نوجوان جو معاشی طور پر نہ تو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور نہ ہی اس کے والدین کسی بھی معقول یا نامعقول وجہ سے اپنی ذمہ داری پر اس کے نکاح پر آمادہ ہوں اور حصولِ علم میں مشغولیت کے باعث کمانے کی صلاحیت ہی نہ رکھتا ہو جس کے باعث اسے کوئی رشتہ دینے کے لئے تیار ہی نہ ہو، تو اس وقت یہ اور اس جیسے مذکورہ بالا قسم کے لوگ ان لوگوں کی فہرست میں داخل ہوں گے جو اس آیت کا مصداق ہیں:

﴿ولیستعفف الّذین لا یجدون نکاحا...﴾ (الآیۃ)

ترجمہ: وہ لوگ جو عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

نیز حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

"ومن لم یستطع فعلیه بالصوم۔" (متفق علیه)

کہ جس میں نکاح کی استطاعت نہیں (وہ قوتِ شہوانیہ کو توڑنے کے لئے کثرت سے) روزے رکھے۔

چنانچہ یہ اور اس قسم کے لوگوں کے سوا اور کوئی بھی اپنے بارے میں اس ''خوش فہمی'' کا شکار ہونے کی کوشش نہ کرے کہ اس میں نکاح کی استطاعت نہیں، لہٰذا ایسے نوجوان خود کو بے حیائی سے بچانے کے لئے خود کو بدنظری اور اس جیسے دوسرے گناہوں کے دنیوی واخروی نقصانات کے محاسبوں اور مراقبوں کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش کے بجائے نکاح کریں۔

فأنه أغض للبصر وأحصین للفرج بلسان سیّدنا ونبینا محمد المصطفٰی صلی الله علیه وسلم وقد خاطب النبی صلی الله علیه وسلم فی هذا الحدیث شباب المسلمین حیث قال: یعمشر الشباب! من استطاع، الحدیث۔ والشباب هو ما بین خمسة عشر إلی ثلاثین (هکذا قال ابن حجر والنووی رحمهما الله تعالٰی تحت هذا الحدیث، انظر فتح الباری وشرح النووی) فثبت بهذا أن الشباب الذی جاوز عشرین ولم یتزوج فقد تجاوز عن ثلث شبابه بغیر النکاح، وثلث الشیٔ کثیر، کما قال صلی الله علیه وسلم: "الثلث کثیر" ولا یخفی علی أهل العلم أن الفقهاء رحمهم الله تعالٰی استأنسوا بالحدیث فی کون الثلث کثیرا فی کثیر من المسائل، فالتزوج بعد عشرین، تزوّج بعد مضی الکثیر من الشباب، ومن تزوج بعد کونه ابن نصف واثنین وعشرین فقد تزوج بعد مضیّ أکثر شبابه ومن تزوج بعد کونه ابن خمس وعشرین (۲۵) فقد نکح بعد مضی ثلثی شبابه فهو فی العمل بالحدیث مصداق المقولة التی اشتهرت علی ألسنة الناس فی بلادنا: ''انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوایا''

پانچ آدمی دوزخی ہیں

''حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ آدمی دوزخی ہیں (ان میں سے) ایک وہ کم ہمت جس کو دین کی عقل وسمجھ نہیں، جو لوگ تم میں طفیلی بن کر رہتے ہیں، نہ اہل وعیال رکھتے ہیں نہ مال رکھتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

اس حدیث کی تشریح میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

اس روایت میں ایسے غافل، سست اور کم ہمت لوگوں کی مذمت ہے کہ وہ نہ کما کر خود کھاتے ہیں، نہ اوروں کو کھلاتے ہیں، پرائے ٹکڑوں پر پڑے رہتے ہیں، اسی وجہ سے شادی بیاہ نہیں کرتے کہ بیوی بچوں کا خرچہ برداشت کرنا نہ پڑے۔'' (حیاۃ المسلمین، ص ۲۰۱)

اسلام مسلمان مرد وعورت کو بڑھاپے تک ازدواجی زندگی سے وابستہ دیکھنا چاہتا ہے

عن الحكم بن زيد بن الحسن قال: "قال معاذ في مرضه الذي مات فيه: زوّجوني، إني أكره أن القى الله أعزبا۔" (مصنف ابن أبي شيبة: رقم ۱۵۹۰۹)

حکم بن زید بن حسن فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوا، فرمایا کہ "لوگو! میرا (فوراً) نکاح کراؤ، اس لئے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ازدواجی زندگی کے بغیر ملاقات کروں۔ (یعنی اس حالت میں ملاقات کروں کہ موت کے وقت میرے نکاح میں کوئی عورت نہ ہو گو کہ آپ پہلے نکاح کر چکے تھے مگر طلاق یا موت کے باعث کوئی عورت اس وقت آپ کے نکاح میں موجود نہ تھی)

بوڑھے نابینا صحابی کو یہ خوف کہ موت ازدواجی زندگی کے بغیر واقع نہ ہو جائے

عن شداد بن أوس رضي الله تعالىٰ عنه وكان قد ذهب بصره قال: "زوجوني، فأن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصاني أن لا ألقى الله اعزبا۔" (مصنف ابن أبي شيبة: رقم ۱۵۹۰۸)

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اس حالت میں اپنے متعلقین سے فرمانے لگے کہ "لوگو! میرا (فوراً) نکاح کرادو اس لئے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات نہ کروں کہ (موت کے وقت) میرے نکاح میں کوئی عورت نہ ہو۔"

صحابہ اپنی اولاد کے بالغ ہوتے ہی انہیں نکاح کی ترغیب دیتے

عن مجاهد أن ابن عباس دعا سميعا و كريبًا و عكرمة فقال لهم: قال بلغتم ما يبلغ الرجال من شأن النساء، فمن أحب منكم أن أزوجه، زوجته، لم يزن رجل قط إلّا نزع منه نور الإسلام، يرده الله إن شاء أن يرده أو يمنعه إن شاء أن يمنعه۔ (كتاب السنن، رقم: ۴۹۶)

مجاہد (ایک جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے تین بیٹوں) سمیع، کریب اور عکرمہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: "تم سب اب بالغ ہو چکے ہو، لہٰذا تم میں سے جو بھی نکاح کرنا چاہتا ہے میں اس کے نکاح کے لئے تیار ہوں، (پھر انہیں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو!) کوئی بھی شخص جب زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے اسلام کے نور کو کھینچ

لیتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ اس نور کو اس کے دل میں واپس لوٹائیں یا ہمیشہ کے لئے اسلام کے نور سے اسے محروم کر دیں۔''

ان روایات میں جہاں جلد نکاح کی ترغیب ہے وہاں ان لوگوں پر بھی زبردست رد ہے کہ جو کسی بوڑھے شخص کے لئے نکاح کرنے کو باعثِ شرم اور باعثِ عار سمجھتے ہیں، بندہ کو مشاہدہ ہے کہ ہمارے اس ہندوزدہ معاشرے میں کوئی شخص جس کی عمر مثلاً پچاس، ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہو اور وہ اپنی زوجہ کے مرنے پر محض اپنی تنہائی کی وحشت دور کرنے کے لئے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کے خاندان و معاشرے کے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اسے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ ان پوتوں، نواسوں کی موجودگی اور اس سفید ڈاڑھی میں شادیاں رچاتے ہوئے شرم نہیں آتی.....؟

چنانچہ ان روایات میں تصریح ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان مرد زوجہ کے بغیر زندگی نہ گزارے اسی طرح اس بات کو بھی پسند فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے اس حالت میں نہ جائے کہ موت کے وقت اس کے نکاح میں کوئی عورت ہی نہ ہو، گو کہ سابقہ زندگی ازدواجی ہی کیوں نہ گزری ہو۔

(البتہ یہ واضح رہے کہ اگر کسی شخص میں عمر زیادہ ہونے کے باعث قوتِ جنسیہ ختم یا بہت کمزور ہو چکی ہو تو اس پر واجب ہے کہ نکاح سے قبل اچھی طرح واضح کر دے کہ نکاح سے اس کا مقصد محض خدمت وانسیت ہے، اس وضاحت کے بغیر کسی کو دھوکا دے کر اس کے لئے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے اور فقہاء کرام نے نکاح کے جواز کے لئے قدرت بدنیہ (جنسیہ) کی جو شرط لگائی تو اس کا محمل بھی یہی ہے۔ کما لا یخفی)

یہی حکم عورت کا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے بھی فضیلت اسی میں ہے بلکہ عورت کے لئے تو اور بھی زیادہ تاکید ہے کہ بلوغت کے بعد ازدواجی زندگی کے بغیر وقت نہ گزارے اور شوہر کے مرنے یا طلاق کے بعد بقیہ زندگی بھی نکاح کے بغیر نہ گزارے اور نہ ہی دنیا سے ازدواجی زندگی کے بغیر رخصت ہو، خواہ اس کے پہلے شوہر سے بچے ہوں یا نہ ہوں، اگر ہوں تو چھوٹے چھوٹے ہوں یا بڑے بڑے ہوں۔

اور علماء نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ عورت جو وقت بھی ازدواجی زندگی کے بغیر گزارے گی، اس دوران بہت سی دینی اور اخروی منفعتوں اور فوائد سے محروم رہے گی۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے۔

صحابہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کی ترغیب سننے کے بعد فوراً نکاح کی طرف لپکے

قال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ: لما سمعت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یمعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج۔ الحدیث۔ قال فما لبثت حتی تزوجت۔ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نکاح کر لے اس لئے کہ یہ نکاح نگاہوں کو سب سے زیادہ جھکانے والا اور شرم گاہ کی

(ناجائز کاموں سے) سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جو استطاعت نہ رکھے تو اسے چاہئے کہ (کثرت سے) روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کی (قوتِ شہوانیہ) کو توڑ دے گا۔ (متفق علیہ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو سننے کے بعد (ذرا بھی وقت نہیں گزارا کہ) فوراً نکاح کرلیا۔ (مسلم)

صحابی کے نزدیک زندگی کی ایک رات بھی زوجہ کے بغیر گوارا نہیں

وقال أيضًا: لو لم يبق من الدنيا إلا ليلة ولم يكن لي فيه زوجة، أحب أن يكون له فيه زوجة (وفي رواية: "مخافة أن أفتن")۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم: ١٠٣٨٢)

نیز فرماتے ہیں کہ اگر مجھے علم ہوجائے کہ زندگی ختم ہونے میں صرف ایک رات باقی ہے اور میری کوئی زوجہ نہ ہو تو میں چاہوں گا کہ وہ رات بھی زوجہ کے بغیر نہ گزرے۔ (یعنی اپنی زندگی میں اتنی سی مدت بھی نکاح کے بغیر گزارنا پسند نہ کروں گا) اس خوف سے کہ کہیں کسی آزمائش میں نہ پڑ جاؤں۔

عن عبدالرحمن بن يزيد قال دخلنا على عبد الله وعنده علقمة والأسود فحدث بحديث لا أراه حدث به إلا من أجلي، كنت أحدث القوم سنا، فقال عبد الله... بمعشر الشباب الحديث۔ (سنن كبرىٰ: رقم: ١٣٤٤٧)

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے پاس علقمہ اور اسود بھی موجود تھے، مجھے دیکھ کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث سنائی اور میں سمجھتا ہوں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو بیان کرنے سے صرف مجھے ہی سنانا مقصود تھا چونکہ اس مجلس میں سب سے کم عمر میں ہی تھا، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے نوجوانو! تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نگاہ کو جھکانے اور شرمگاہ کو (حرام کاموں) سے بچانے کی سب سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔

نکاح میں تاخیر کرنے والا یا تو احمق ہے یا فاجر ہے

عن طاؤوس عن أبيه قال قال عمر لرجل: أتزوجت؟ قال: لا، قال إما أن تكون أحمق وإما أن تكون فاجرا وفي رواية أخرى أنه قال لرجل ما يمنعك من النكاح إلا عجز أو فجور۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم: ١٠٣٨٣)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تم نے نکاح کرلیا ہے؟ اس

نے کہا کہ: ''نہیں''، فرمایا کہ یا تو تو احمق ہے یا فاسق (وفاجر) ہے، نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تمہیں نکاح کرنے سے کوئی شے نہیں روک سکتی، سوائے اس بات کے کہ یا تو تم نکاح سے (مکمل) عاجز ہو یا تم فاسق (وفاجر) ہو۔

عن ابراهيم بن ميسرة قال: قال لی طاؤوس: لتنكحن أو لأقولن لک ما قال عمر لأبی الزوائد: ما يمنعک من النكاح إلا عجز أوفجور۔ (مصنف ابن عبد الرزاق، رقم: ۱۰۳۸۴)

ترجمہ: ابراہیم بن میسرۃ فرماتے ہیں کہ مجھ سے طاؤس (جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں) نے فرمایا کہ تو ضرور بالضرور نکاح کرلے ورنہ تیرے بارے میں وہی کچھ کہوں گا جو حضرت عمر نے ابوزوائد سے کہا تھا کہ تمہیں نکاح کرنے سے اس بات کے سوا کوئی دوسری شی نہیں روک سکتی کہ یا تو تم نکاح کرنے سے مکمل عاجز ہو یا فاسق وفاجر ہو۔

گناہ کا خوف نہ بھی ہو تو بھی نکاح کرلینا چاہئے

قال الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالٰی: إن النبی صلی الله عليه وسلم زوج رجلا لم يقدر علی خاتم حديد ولا وجد إلّا ازاره ولم يكن له رداء ... وقال أحمد فی رجل قليل الكسب يضعف قلبه عن العيال، الله يرزقهم، التزويج أحصن له، ربما أتی عليه وقت لا يملک قلبه فيه۔ (مغنی لابن قدامة: ۷/۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (غریب آدمی کو نکاح سے رکنا نہیں چاہئے اس لئے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے شخص کا (بھی) نکاح کروایا جو صرف لوہے کی ایک انگوٹھی کا انتظام بھی نہ کرسکے اور ان کے پاس اپنے ازار (تہبند) کے سوا کچھ نہ تھا۔ نیز (فرماتے ہیں کہ) وہ شخص جس کی آمدن تھوڑی ہے اور وہ بیوی اور پھر بال بچوں کی کثرت سے اس غربت کی بناء پر ڈر کر نکاح سے اجتناب کرتا ہے تو (اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے کیونکہ) اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ) اس کے لئے رزق کا انتظام فرمادیں گے، نکاح ایسے شخص کو پاکدامن رکھنے کا زیادہ ذریعہ ہے کیونکہ بسا اوقات انسان پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ اس کا دل پر قابو نہیں رہتا (اور یوں بے حیائی کا مرتکب ہوکر گناہگار ہوتا ہے)

مطلب یہ ہے کہ خواہ کسی گناہ کا خوف نہ بھی ہو تو بھی حفظ ما تقدم کے تحت ہی نکاح کرلینا چاہئے کیونکہ شیطان کو مسلط ہوتے دیر نہیں لگتی۔

بے فکری والی عبادت سے نکاح کی فکروں بھری زندگی بہتر ہے

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وہ شخص جس کے بال بچے اسے غربت کے باعث تنگ کرتے ہوں اور وہ پریشانی سے ان کے رزق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ کر کے ان کے رزق کے حصول میں حیران وسرگرداں رہتا ہو، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنے بڑے مقام اور مرتبے کو پہنچ جاتا ہے جس مقام اور مرتبے کا وہ شخص تصور بھی نہیں کرسکتا جو نکاح اور بچوں کی فکروں سے آزاد ہو کر تنہائی کی زندگی گزار رہا ہو اور نکاح سے دور بھاگ کر عبادت میں مشغول ہو۔

(کتاب الورع لابن حنبل)

قرآن بلوغت کی عمر کو نکاح کی عمر قرار دیتا ہے

قال اللہ تعالی: حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدًا فادفعوا الیھم اموالھم۔ (النساء)

ترجمہ: ''(یتیموں کے اموال کی حفاظت کرو) یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو اگر تمہیں ان یتیموں میں مال سنبھالنے کی کچھ صلاحیت نظر آئے تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دیا کرو۔''

اس ایت میں واضح تصریح ہے کہ مال سنبھالنے کے لئے بلوغت کی عمر کو پہنچنا کافی نہیں، بلکہ ''پکی'' عمر کا ہونا ضروری ہے، جس کی انتہائی مدت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پچیس (25) سال ہے۔ لیکن نکاح کے لئے اتنی پکّی عمر تک پہنچنے کا انتظار کرنا درست نہیں، بلکہ جو لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائیں، از روئے قرآن وہ نکاح کی عمر کو پہنچ گئے، کیونکہ اس آیت میں قرآن نے بلوغت کی عمر کو نکاح ہی کی عمر سے تعبیر کر کے بتادیا کہ یہ ایک ہی چیز کے دو مختلف نام ہیں۔

جلد نکاح کی ترغیب کی روایات اور اس بارے میں اسلاف کے اقوال اتنے زیادہ ہیں کہ اس موضوع پر اگر مزید لکھنا شروع کیا تو مستقل ایک تصنیف ہو جائے گی۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلوغت یعنی (پندرہ سال) کے بعد نکاح میں جیسے جیسے تاخیر ہوگی، اس تاخیر کی بناء پر صحت کو جسمانی طور پر لاحق ہونے والے نقصانات کو اور ان صوفیوں کے تجربات کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو سلوک کے منازل طے کرنے کے جوش میں نکاح میں تاخیر کرتے رہے، جس نے دیکھنا ہو تو تلبیس ابلیس صفحہ 12 میں دیکھ لے، حقیقت تو یہ ہے کہ جو آج کے نوجوانوں کے تجربات دیکھ رہا ہو، اسے صدیوں قبل کے تجربات پر مطلع ہونے کی ضرورت ہی نہیں.....

❁❁❁

دوسرا حصہ

جس معاشرے میں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج ہو، اس معاشرے میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

قال اللہ تعالٰی: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النّساء مثنٰی وثلٰث وربع، وإن خفتم أن لّا تعدلوا فواحدۃ أو ما ملکت أیمانکم، ذلک أدنٰی أن لا تعولوا۔﴾ (سورۃ النساء)

ترجمہ: پس نکاح کرو تم (ان) عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں/ پسند آئیں/ (کسی بھی مصلحت سے) مناسب لگیں، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے، اور تمہیں خوف (ظن غالب) ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے (نکاح کرو) یا (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوسکیں گے تو) ان باندیوں پر اکتفاء کرو جن کے تم مالک ہو، اس بات میں (یعنی ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے میں) ناانصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔ (کذا فی بیان القرآن)

قال فی فیض القدیر تحت قولہ تعالٰی: ﴿وإن خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامٰی﴾: وقد اتفق أھل العلم علی أن ھذا الشرط المذکور فی الآیۃ لا مفھوم لہ، لما أنہ یجوز لمن لم یخف أن یقسط فی التامی أن ینکح أکثر من واحدۃ۔ (۱/۴۲۰)

اسلام میں اصل حکم یہ ہے کہ ایک مرد ایک سے زائد بیویاں رکھے

اس آیت مبارکہ سے درجِ ذیل امور ظاہر ہو رہے ہیں:

① اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لئے مرد کی فطرت سے پوری طرح مطابقت کے باعث اسلام میں اصل ترغیبی حکم یہ ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھی جائیں، یعنی تعددّ اصل ہے اور ایک بیوی پر اکتفاء اس وقت کرنا چاہئے جب کسی شخص کو اپنے حالات سے غالب گمان ہو کہ وہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کرسکے گا۔ (اور عدل نہ کرسکنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کی طرف ایسا میلان ہوجائے کہ دوسری کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی ہونے لگے، جس کی تفصیل گزر چکی)

چنانچہ جیسے باندی پر اکتفاء کا حکم اس وقت ہے جب ایک بیوی کے حقوق بھی ادا نہ کرسکتا ہو، جس سے معلوم ہوا کہ اصل حکم تو نکاح کا ہے، اس سے اجتناب ایک عارضہ کے وقت ہے، اسی طرح پھر نکاح میں بھی اصل یہ ہے کہ زیادہ کئے جائیں

اس میں کمی یا ایک بیوی پر اکتفاء کسی عارضہ اور مجبوری کے وقت ہونا چاہئے اور وہ یہ کہ متعدد بیویوں میں سے کسی پر ظنِ غالب کے درجہ میں ظلم کا خوف ہو، مگر چونکہ ایک شادی کا رواج ہے اس لئے پہلی شادی کے بارے میں تو سب اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ دوسری، تیسری شادی کا چونکہ رواج نہیں اس لئے معاشرے نے اسے بہت ہی کڑی شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔

وفی الدر المنثور: أخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن أبی حاتم عن قتادة فی ﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا﴾: یقول: إن خفت أن لا تعدل فی أربع فثلث وإلا فاثنتین وإلا فواحدة فإن خفت أن لا تعدل فی واحدة فما ملکت یمینک۔ (۲/۴۲۴)

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اگر تمہیں خوف ہو کہ چار بیویوں میں عدل نہ کرسکو گے تو تین پر اکتفاء کرو، اگر تین میں عدل نہ کرسکو تو دو پر، اور اگر دو میں بھی عدل نہ کرسکو تو ایک پر اکتفاء کرو اور اگر ایک کے حقوق بھی ادا نہ کرسکو تو باندیوں پر گزارا کرو۔''

الغرض پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یہ جو مشہور ہے کہ ''اسلام میں زیادہ شادیاں اس شرط کے ساتھ مشروط ہیں کہ عدل بھی کرسکتا ہو'' اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ اصل ترغیبی حکم تو یہی ہے کہ چار شادیاں کی جائیں ایک پر اکتفاء (مشروط بشرطِ خوف عدمِ عدل یعنی) اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ کسی کو اپنے بارے میں خوف (ظن غالب) ہو کہ بیویوں میں عدل نہ کرسکے گا۔ چنانچہ جب کوئی چار بیویوں میں عدل نہ کرسکتا ہو تو تین پر گزارا کرے، تین میں بھی عدل ممکن نہ ہو تو دو پر گزارا کرے، اگر دو بیویوں میں بھی عدل نہ کرسکے تو ایک پر گزارا کرے، اور اگر ایک کے حقوق بھی ادا نہ کرسکتا ہو تو شرعی باندیاں رکھے۔

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالٰی: ''قال بعضهم: إن فیها إشارة أیضًا إلی استحباب الزیادة علی الواحدة لمن لم یخف عدم العدل، لأن الله تعالٰی قدم الأمر بالزیادة وعلق أمر الواحدة بخوف عدم العدل، ویاما أحیلی الزیادة إن ائتلفت الزوجات۔'' (روح المعانی، ۴/۱۹۶)

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ دوسری شادی محض ایک مباح اور حلال کام ہے اور مباح کام سے روکنے کی حکومت کو اجازت ہے، اس نظریے پر رد کرتے ہوئے مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر روح المعانی کی مذکورہ بالا عبارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر تعددِ ازواج کا حکم تو مطلق مباح بھی نہیں..... ایک سے زائد نکاح کرنے کا حکم تو مستحب بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوّلاً یہی حکم دیا ہے اور صرف ایک بیوی سے نکاح کرنے کو تو ایک خاص حالت یعنی عدل نہ کرنے پر موقوف رکھا ہے۔'' (عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں، ص ۱۷۰)

الغرض یہ جو کہا جاتا ہے کہ دو شادیوں وہ کرے جو بیویوں میں عدل کرسکتا ہو، اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ ایک بیوی پر اکتفاء وہ (بے چارا) کرے جو متعدد بیویوں میں عدل نہ کرسکتا ہو۔

اور دونوں تعبیروں میں فرق واضح ہے مثلاً اگر آپ کسی کی دعوت میں ہوں اور میزبان کھانے میں مختلف قسم کی ڈشیں پیش کرے، جن میں کوئی ایسی ڈش بھی ہو جو یرقان کے مریضوں کو نقصان دیتی ہو، لہٰذا اسے پیش کرنے کے بعد میزبان یہ اعلان کرے کہ:

''آپ کے لئے میری طرف سے یہ پیش کردہ مرغوب خوراک آپ سب شوق سے کھایئے اور یہ جو مختلف قسم کے کھانے ہیں ان میں سے جو جتنا مرغوب ہو کھاتے چلے جایئے، مگر وہ لوگ جو یرقان یا بلڈ پریشر کے مریض ہیں یا وہ لوگ جو ضعفِ معدہ کے باعث مختلف کھانوں کو ہضم نہ کرسکیں..... ایسے لوگ متعدد کھانوں سے اجتناب کریں اور صرف ایک فلاں قسم کے کھانے پر اکتفاء کریں۔''

تو اس اعلان کے بعد یقیناً ان مختلف قسم کے کھانوں کو کھانے والوں کی تعداد، اجتناب کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہوگی، اگر مہمانوں میں مریضوں کی تعداد زیادہ ہو اور اس بنا پر ان مختلف قسم کی ڈشوں سے اجتناب کرنے والوں کی تعداد کھانے والوں سے زیادہ ہوجائے تو یہ مہمان لوگ میزبان پر برس پڑیں گے کہ ایسے کھانے پکائے ہی کیوں اور پھر ان کی طرف دعوت وترغیب دی ہی کیوں کہ جن کے کھانے کی طاقت مہمانوں میں چند ہی لوگوں کو ہے، باقی سب مہمان صرف صبر کا ثواب حاصل کرنے کے لئے بلائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد شادیوں کے حکم کو مطلق رکھ کر ایک بیوی پر اکتفاء کرنے یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے والے حکم کو ایک خاص شرط کے ساتھ مقید کرکے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ جس معاشرے میں متعدد بیویاں رکھنے والے حکم پر عمل ہوگا تو زیادہ تر لوگ زیادہ بیویاں ہی رکھیں گے (جیسا کہ عرب ممالک میں دینداروں کے ہاں عملاً ہوتا بھی رہا ہے، گو کہ بے دینی اور مال ودولت میں اضافے کے باعث فی زمانہ وہاں بھی اس رواج میں کمی ہوگئی ہے) یا کم از کم ان میں زائد بیویاں رکھنے کی صلاحیت کے باعث یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کردہ اس نعمت سے استفادہ کی کوشش ضرور کریں گے خواہ رشتہ کے حصول نہ ہونے کی وجہ سے عملاً اس میں کامیاب نہ بھی ہوسکیں، ہاں کچھ بے چارے غیر معتدل المزاج یا کمزور ایسے بھی ہوں گے جن میں کسی بھی وجہ سے متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ ادا کرنے یعنی ان میں عدل کی صلاحیت نہ ہوگی، جس کے باعث وہ متعدد شادیوں کی نعمت سے مستفید نہ ہوسکیں گے۔

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ

قال الدكتور ناصر الخنين (عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام العربية السعودية) الأصل هو التعدد: يتساءل بعض الناس عن الأسباب التي تدعوا إلى تعدد الزوجات، وكأنّ الأصل هو المنع، وهذا ما أدى إلى الاعتقاد بأن التعدد لا

يقع إلا بسبب معين، وإذا وجد هذا السبب ساغ التعدّد وجاز، وإلا فلا۔ هذا المعنى غير صحيح، وللأسف فإنه شائع ذائع فى كثير من الأوساط، والصحيح الذى عليه العمل والمعول فى فهم النصوص الشرعية الواردة فى الحث على الزواج أن الأصل هو التعدد، رغبة فى الإحسان والإحصان، إذا كان الزوج المسلم قادر اعادلا، فإن خاف الظلم ولم يأنس من نفسه القدرة على العدل بين الزوجات، اقتصر على واحدة، وهذا مارجحه شيخ الإسلام فى المعاصرين أبو عبد الله عبدالعزيز بن عبد الله بن باز رحمه الله، وقد كان يلاطف بعض جلسائه أحيانا، فيقول: "يافلان! أأنت معدّد أم أنت من الخائفين؟" وهى تورية لها معنيان، قريب أرادبه الشيخ الخوف ممن تحتك، وبعيد أرادبة قوله تعالٰى:

﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾

www.do3aa.net/marriage.html

ترجمہ: ''ڈاکٹر ناصر الخنین جو جامعۃ الامام (سعودیہ) میں مدرس اور سعودی عرب کے ایک مشہور عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ (اسلام میں) اصل حکم متعدد شادیوں کا ہے، بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ''کن حالات میں مرد کو دوسری شادی کی اجازت ہے؟'' گویا کہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ اصل حکم تو یہ ہے کہ دوسری شادی ممنوع ہے، ہاں بعض صورتوں میں اس کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ جب کوئی خاص سبب یا وجہ پائی جائے تو مرد کو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں، مگر یہ بات درست نہیں اور افسوس اس پر ہے کہ عام مسلمانوں میں یہی بات مشہور ہے، مگر شرعی نصوص جو متعدد شادیوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں انہیں دیکھا جائے تو صحیح بات یہ سامنے آتی ہے کہ اسلام میں اصل حکم یہ ہے کہ ایک مرد متعدد شادیاں کرے جبکہ وہ بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو، ہاں اگر کسی کو متعدد شادیوں کے نتیجے میں کسی بیوی پر ظلم کا خوف ہو اور وہ اپنے بارے میں محسوس کرتا ہو کہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کر سکے گا تو ایسا شخص ایک بیوی پر اکتفاء کرے، اسی بات کو علماء وقت میں سے شیخ الاسلام عبدالعزیز بن عبداللہ باز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجیح دی ہے اور آپ اپنی مجلس میں بیٹھنے والے شرکاء سے بعض مرتبہ بطورِ مزاح فرمایا کرتے کہ اے فلاں! ''تم نے متعدد شادیاں کی ہوئی ہیں، یا تم خوفزدہ ہونے والوں میں سے ہو؟''

چنانچہ اس ''خوفزدہ'' کے لفظ میں یوں مزاح تھا کہ اس کا ایک قریبی معنی تو یہ ہے کہ (پہلی بیوی سے ڈرنے والے ہو) دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس بات سے خوفزدہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے۔''

اہل علم کی خدمت میں غور کیلئے آیتِ مبارکہ میں موجود کچھ علمی نکات کا ذکر

② جیسے میزبان اپنی پیش کردہ ڈش کے کھانے کی ترغیب کے لئے کچھ الفاظ کا اضافہ بھی کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دیتے ہوئے:

ا.....امر ''فانکحوا'' کا صیغہ استعمال فرمایا، جبکہ دوسرے مقام پر جو ترغیب کا موقع نہیں، جہاں صرف محارم عورتوں کا ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے بس ''یہی'' عورتیں ہیں کہ جن کا ذکر اس پچھلی ﴿حرمت علیکم أمھٰتکم...﴾ والی آیت میں ہوا، چنانچہ اس دوسرے مقام پر اباحتِ نکاح کو ''امر'' کے بجائے فعل مجہول کے ساتھ ذکر کیا گیا جو بیانِ اباحت میں اصل ہے (جبکہ امر اصلاً وجوب کے لئے ہوتا ہے) چنانچہ ارشاد ہے:

﴿حرمت علیکم أمھاتکم وبناتکم... وأحل لکم ماوراء ذلکم﴾

قلت: استدل به الإمام البخاری رحمه الله تعالٰی علی الترغیب، لا علی مطلق الإباحة حیث قال: ''باب الترغیب فی النکاح، لقوله تعالٰی: ''فانکحوا ماطاب''

أقول وبالله التوفیق: استدل بجمیعهما، لأن الله تعالٰی لما أباح لنا التعدد، استعمل لبیان الإباحة صیغة الأمر، فاستعمال اللفظ الذی وضع فی الأصل للوجوب، لا یخلو فی الکلام البلیغ عن معنی زائد ولیس هو إلا الترغیب. وأما استدلاله بزیادة: ''ماطاب''، فسیأتی تقریره إن شاء الله تعالٰی۔

ب.....متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دیتے ہوئے ''من النساء'' سے قبل ''ماطاب'' (جو تمہیں اچھی لگیں/ پسند آئیں/ کسی بھی مصلحت سے ''مناسب لگیں'') کا اضافہ فرما کر بھی اس کے پسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا۔

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالٰی تحت قوله تعالٰی: ﴿ماطاب لکم﴾:
''فالتعبیر عن الأجنبیات بهذا العنوان، فیه من المبالغة فی الاستمالة إلیهن والترغیب فیهن مالا یخفی۔'' (روح المعانی، ۴/۱۹۰)

حضرت حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو آیات کے ترجمہ میں آیت کے مفہوم کی مکمل وضاحت کے لئے بہت باریک بینی سے کام لیتے ہیں، اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

''حلال عورتوں سے جو تم کو (اپنی کسی مصلحت کے اعتبار سے) پسند ہوں نکاح کرو، دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔''

آپ اس آیت کے جتنے تراجم دیکھیں گے ان میں سب سے بہترین اور آیت کا پورا پورا مفہوم ادا کرنے والا بندہ کے خیال میں یہی ترجمہ ہے، جو حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ایک بیوی پر اکتفاء بہت سی مصلحتوں سے محرومی کا سبب ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ''ماطاب'' (جو کسی بھی مصلحت سے تمہیں پسند آئیں) کا لفظ بڑھا کر گویا یوں ترغیب دے رہے ہیں:

''دیکھو! یہ عورتیں جو ہم نے پیدا کی ہیں ان سے تمہاری بہت سی مصلحتیں وابستہ ہیں، ان عورتوں میں بہت سی ایسی ہوں گی جو حسن و جمال میں دوسری عورتوں سے بہت ممتاز ہوں گی، لہٰذا اگر تمہارے پیشِ نظر عفت و پاکدامنی کی مصلحت ہے کہ میری نگاہ اپنی بیوی سے ہٹ کر کسی اور طرف تجاوز نہ کرے تو تمہارے لئے حسن و جمال والی یہ عورتیں پسندیدہ، مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو،.....ان عورتوں میں تمہیں ایسی عورتیں بھی نظر آئیں گی جو حسن و جمال والی تو نہ ہوں گی مگر ان سے نکاح تمہاری اولاد میں اضافے کا سبب بنے گا، لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے اولاد کی کثرت کی خواہش کا جو اظہار فرمایا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے.....اور اہلِ مغرب اور منصوبہ بندی والوں کے غیر معمولی جذبات کو ٹھیس پہنچا کر ان کی خواہش کو خاک آلودہ کرنے کا جذبہ رکھنے والے، اولاد کی کثرت کے خواہشمندوں کے لئے یہ عورتیں بھی پسندیدہ، مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو۔''

ان میں ایسی عورتیں بھی ہوں گی جن سے نکاح میں تمہیں صرف اس مصلحت سے رغبت ہوگی کہ ان سے تمہاری پہلے سے قرابت داری ہوگی اور ان سے نکاح صلۂ رحمی اور قرابت داری کی مضبوطی کا سبب بنے گا، لہٰذا اس قسم کی عورتیں بھی تمہارے لئے مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو۔

ان میں بہت سی غریب، بیوگان اور طلاق یافتہ بھی ہوں گی جن سے ایک شادی والے رواج کی ''برکت'' سے کوئی نکاح کو تیار نہ ہوگا اور بعض شہداء کی بیوگان بھی ہوں گی کہ جنہوں نے دین کی خاطر ایسے خاوند کا انتخاب کیا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ رکھتا ہوگا اور پھر خود سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے سر کے تاج کو اپنے دین و وطن کی حفاظت کے لئے محاذِ جنگ پر بھیج کر اپنے بچوں کو یتیم کروانا اور ایک ایسے ہندوزدہ معاشرے میں بیوہ بننا گوارا کرلیا ہوگا کہ جس معاشرے میں ہندوؤں کے اختلاط اور سو سال انگریزوں کی حکومت کے باعث ساری قوم میں ساری زندگی ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ایسی ''برکتیں'' ظاہر ہو رہی ہوں گی کہ جن ''برکات'' کے باعث ان بیوگان سے کوئی نکاح تو کیا کرتا بلکہ شہداء کی ان مبارک بیوگان میں بھی بہت سی دنیا بھر سے جمع شدہ قربانی کی کھالوں، زکوٰۃ اور فطرانہ کی رقم پر گزارا کرنے پر مجبور ہوں گی، چنانچہ اگر تمہارے

پیشِ نظر اُخروی مصلحت ہو اور تم ایسی ہی کسی حوصلے و قربانی والی کسی شہید کی بیوہ سے نکاح کرنا چاہو..... یا وہ غریب جو بے چاری جہیز نہ ہونے کے باعث باپ پر بوجھ بنی ہوئی ہو، ایسی عورتوں کو ذلت اور رسوائی سے نکال کر اور اپنی بیوی بنا کر انہیں عزت سے کھلانے پلانے کا جذبہ رکھتے ہو اور اس کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم کی امید لگائے بیٹھے ہو، تو یقیناً..... یقیناً..... ایسی عورتیں بھی تمہارے لئے مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو۔

الغرض اپنی ان مصلحتوں اور اس کے علاوہ بھی اور بہت سی مصلحتوں پر نظر کرو، مگر ان تمام یا ان میں سے اکثر مصلحتوں کا جمع ہونا ایک عورت میں عادۃً چونکہ ممکن نہیں (یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت خوبصورت ہے مگر رشتہ دار نہیں، یا رشتہ دار تو ہے مگر بانجھ ہے، اولاد نہ ہوگی، یا کنواری تو ہے مگر کم عمری کے باعث سلیقہ و ہوشیاری نہیں اور کسی میں سلیقہ و ہوشیاری ہے مگر عمر زیادہ ہونے کے باعث خوبصورت نہیں) نیز ان میں بعض مصلحتیں ایسی بھی ہوں گی کہ جن کی رعایت میں کوئی دوسری ایسی عظیم مصلحت فوت ہوتی نظر آئے گی جسے تم کسی قیمت پر ترک کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہوگے، لہٰذا زیادہ سے زیادہ مصلحتوں اور فائدوں کو جمع کرنے کی خاطر (ایک چھوڑ) دو دو سے، تین تین سے (اور) چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔''

الغرض اللہ تعالیٰ نے متعدد بیویاں رکھنے کا حکم دیتے ہوئے ترغیب اور شوق دلانے کے لئے اس طرف پہلے اشارہ فرمادیا کہ نکاح سے تمہاری بہت سی مصلحتیں وابستہ ہیں اور ایک آدھ بیوی پر اکتفاء کی صورت میں تم ایک آدھ مصلحت ہی حاصل کرسکو گے، مگر دوسری بہت سی مصلحتوں کے حصول سے محروم ہوجاؤ گے۔

ج.....ان مصلحتوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو عورتیں حلال کیں ان میں بھی بہت زیادہ عموم رکھا تاکہ مرد کے لئے رشتوں کے حصول میں زیادہ دشواری نہ ہو اور کوئی بھی مسلمان مرد آسانی کے ساتھ ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرکے نکاح سے وابستہ زیادہ سے زیادہ مصلحتیں حاصل کرسکے، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کی عورتیں بھی حلال قرار دے دیں، اہلِ علم کے غور کے لئے عرض ہے کہ شاید انہیں بہت سی مصلحتوں کے حصول کے لئے حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم پر دلالت کے لئے ''طاب'' سے قبل ''ما'' موصولہ کا اضافہ فرمایا، جس میں ''مَنْ'' کی نسبت زیادہ عموم ہے اور عموم سے مقصد یہی ہے کہ ہر طرح کی خواتین اس میں داخل ہوجائیں، پھر ''ما'' کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ''من النساء'' (عورتوں سے) کے الفاظ کا اضافہ فرمایا: حالانکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے:

① ''ما'' موصولہ کا مصداق (یتیم بچیوں کے سوا دوسری حلال) ''عورتیں'' دلالتِ حال سے از خود متعین ہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر یعنی ''أحل لکم ماوراء ذلکم'' والی آیت میں ''ما'' کا مصداق متعین کرنے کے لئے ''من النساء'' کا اضافہ نہیں۔ یعنی یوں نہیں: ''احل لکم ماوراء ذلکم من النساء''

② اگر ''ما'' کے ابہام کو دور کرنے کی واقعی ضرورت ہی تھی تو پھر اس زائد لفظ کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یعنی اس کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے ایک مبہم لفظ ذکر کیا جائے اور پھر اس کے ابہام کو دور کیا جائے، مبہم لفظ کے استعمال کے بغیر براہِ راست ''فانکحوا من النساء الطیبات'' کہہ دینا کافی تھا یعنی یوں کہہ دینا کافی تھا کہ ''نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے''، اس کے بجائے یوں فرمایا کہ ''نکاح کرو ان سے جو تمہیں اچھی لگیں، یعنی عورتوں سے، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

حقیقت یہ ہے کہ یہ موقع چونکہ ترغیب کا ہے (کما قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ) اس لئے کلام اللہ میں اس موقع پر استعمال ہونے والا ایک ایک لفظ ترغیب اور دلالت کر رہا ہے، وہ اس طرح کہ مرغوب و پسندیدہ عورتوں میں سے حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم پر دلالت کے لئے اسم موصول سے کلام کی ابتداء فرمائی کیونکہ ایسے موقع پر حلال اور مرغوب شی کی حلّت کے بیان کے لئے ایسا لفظ استعمال کرنا جس میں بہت عموم ہو، (جیسا کہ اسم موصول میں ہوتا ہے) ترغیب کے لئے ہوتا ہے۔

اسم موصول میں اپنے اصل معنی کے اعتبار سے عموم بہت ہوتا ہے۔ اسم موصول کا اردو میں ترجمہ ہے: ''جو بھی'' چنانچہ فرمایا: نکاح کرو ''ماطاب'' ہر اس سے..... ''جو بھی''..... تمہیں پسندیدہ لگے اور پھر ''ما'' یعنی ''جو بھی'' کا مصداق واضح طور پر عورتیں ہی تھیں مگر اس کے باوجود ''من'' بیانیہ کے ذریعے اس کا مصداق ''النساء'' کا صراحتاً ذکر بھی فرما دیا، اور جہاں پسندیدہ و مرغوب شئ کے صراحتاً ذکر کی ضرورت نہ ہو، ایسے مواقع پر مرغوب شئ کا نام لے کر تصریح کر دینا بھی ترغیب کے لئے ہوتا ہے۔

مثلاً اگر کسی مہمان کے سامنے مٹھائی کا ڈبہ رکھا ہوا ہو اور میزبان اس کے کھانے کی ترغیب دینا چاہے اور مٹھائی کے ڈبے کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ یہ کھایئے! تو اگرچہ اشارہ سے اس مرغوب شئ کا مصداق یعنی مٹھائی متعین ہو جاتی ہے اور اسم اشارہ میں جو ابہام تھا وہ دلالت حال سے دور ہو جاتا ہے، لہٰذا اشارے کے بعد اس مٹھائی وغیرہ کا نام لے کر تصریح کی ضرورت نہیں رہتی مگر اس کے باوجود میزبان مہمان کو اس کے کھانے پر ابھارنے کے لئے اشارے کے ساتھ ساتھ اس مرغوب مٹھائی کا صراحتاً نام بھی لے گا، چنانچہ کہے گا کہ یہ مٹھائی، یہ مرغی، یہ کباب شوق سے کھایئے۔

الغرض، ''من النساء'' کا اضافہ ترغیب کے لئے اور پھر طاب سے قبل اسم موصول کا اضافہ عموم کے لئے..... تاکہ اس عموم کے ذریعے ترغیب ہو..... پھر مزید یہ کہ صرف عموم پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ عموم میں بھی مزید مبالغہ پیدا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ''مَنْ'' کے بجائے لفظ ''ما'' استعمال فرمایا، حالانکہ عورتیں ذوی العقول میں سے ہیں جن کے لئے باجماعِ اہل لغت ''مَنْ'' کا لفظ مناسب ہے، نہ کہ ''ما'' کا جو کہ عموماً غیر ذوی العقول (حیوانات و جمادات وغیرہ) کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر بھی ان عورتوں کا ذکر فرما کر کہ جن سے نکاح حرام ہے بقیہ عورتوں کی حلّت کو بیان کرنے اور ان حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے لفظ ''مَنْ'' کے بجائے لفظ ''ما'' استعمال فرمایا جو قواعدِ

نحویہ کے لحاظ سے عورتوں کے لئے مناسب نہیں لیکن قرآن نے اس مقام پر بظاہر ''بے موقع'' لفظ اس لئے استعمال کیا کہ حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ در مبالغہ پیدا ہوجائے ..... ،لہٰذا اس حکم سے یہ بے موقع لفظ ..... برمحل اور باموقع ..... بن گیا ..... اور ایسے موقع پر عموم میں اتنا مبالغہ پیدا کرنا بھی ترغیب سے خالی نہیں اور یہاں عموم میں مبالغہ اس طرح ہوگا کہ جمیع اوصاف کی عورتیں یعنی کنواری، طلاق یافتہ، کم عمر والی، زیادہ عمر والی، رشتہ دار، غیر رشتہ دار، الغرض ہر طرح کی عورتیں (کہ جن سے نکاح میں کوئی حکمت و مصلحت پیش نظر ہو) اس حکم میں داخل ہوجائیں گی۔

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالٰی تحت قوله تعالٰی: ﴿فانکحوا ما طاب﴾:
"وأوثرت (أی "ما") علی "مَنْ" ذهابًا إلی الوصف من البکر أو الثیب مثلاً ... وحکی عن الفراء أنها هنا مصدریة ... أن انکحوا الطیب من النساء، وهو تکلف مستغنی عنه وقیل إن إیثارها علی "مَنْ" بناءً علی أن الإناث یجرین مجری غیر العقلاء، لما روی فی حقهن أنهن ناقصات عقل ودین، وفیه أنه مخل بمقام الترغیب فیهن، ومِنْ بیانیة ..." (روح المعانی: ۴/۱۸۹)

ایک مزید بات یہ کہ متعدد شادیوں کے حلال ہونے پر دلالت کے لئے یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ: ''نکاح کرو تم پسندیدہ عورتوں میں سے (کسی بھی) دو سے اور تین سے اور چار سے'' جیسے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کفار کا آخرت میں کہا جانے والا قول نقل فرماتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وقالوا ربّنا أمتنا اثنتین وأحییتنا اثنتین فاعترفنا۔ (الآیة)
ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔

یوں نہیں کہیں گے کہ: تو نے ہم سب کو دو دو مرتبہ موت دی اور دو دو مرتبہ زندگی دی، بلکہ عدد میں تکرار کے بغیر کہیں گے کہ دو مرتبہ زندگی دی اور دو مرتبہ موت دی، اسی طرح یہاں بھی عدد میں تکرار کے بغیر یوں کہا جاسکتا تھا کہ نکاح کرو کسی بھی دو سے، تین سے، چار سے، ..... اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ایسا لفظ ذکر فرمایا جس کے معنی میں تکرار ہے، چنانچہ ''مثنیٰ''، ''ثلث'' اور ''ربع'' کا معنی دو، تین اور چار نہیں بلکہ ان کا معنی ہے: دو دو، تین تین اور چار چار، اور یہ تکرار بھی ایک بلیغ کلام میں کسی زائد معنی سے خالی نہیں اس میں بھی واضح ترغیب ہے۔

قال فی تفسیر أبی سعود تحت قوله تعالٰی: ﴿مثنٰی، وثلٰث ...﴾ محلهن النصب علی أنها حال من فاعل "طاب" مؤکدة لما أفاده وصف الطیب من الترغیب فیهن والاستمالة إلیهن بتوسیع دائرة الإذن، أی فانکحوا الطیبات لکم معدودات هذا

العدد: ثنتين ثنتين و ثلاثا ثلاثا و أربعا أربعا حسبما تريدون، على معنى أن لكل واحد منهم أن يختار أى عدد شاء من الأعداد المذكورة، لا أن بعضها لبعض منهم وبعضها لبعض آخر... (۲/۱۴۲)

اس علمی بحث کو سمجھنے کے لئے ایک آسان مثال

کسی شے کی اباحت وحلّت بیان کرنے کے لئے صیغہ امر استعمال کرنا اور اس سے پہلے ''ماطاب'' (جو مرغوب ہوں) وغیرہ جیسے الفاظ کا اضافہ کرنا، پھر عموم میں مبالغہ کے لئے اسمِ موصول اور عدد میں تکرار وغیرہ یہ سب امور ترغیب کے لئے ہوتے ہیں، اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں کہ مثلاً آپ کے کسی میزبان نے آپ کے سامنے ایک ڈبے میں ڈھیر ساری مختلف قسم کی مٹھائیاں رکھ دیں، اب آپ کھانے سے قبل شدید رغبت کے باوجود گھبرا رہے ہیں کہ معلوم نہیں مجھے ان میں سے کون سی مٹھائی کتنی مقدار میں کھانے کی اجازت ہے؟ اور آپ ڈرتے ڈرتے میزبان سے پوچھ لیں کہ ''حضرت! مجھے ان مٹھائیوں میں سے کون سی مٹھائی کھانے کی اجازت ہے؟ نیز صرف ایک کی اجازت ہے اور بقیہ گلانے اور پھینکنے کے لئے ہیں یا ایک سے زائد بھی کھا سکتا ہوں؟''

تو آپ کا میزبان آپ کی اس گھبراہٹ کو دیکھتے ہوئے صرف بقدرِ ضرورت جواب پر اکتفا کو مناسب نہ سمجھے گا اور یوں کبھی نہ کہے گا کہ: ''اس ڈبے میں موجود سب مٹھائیاں آپ کھا سکتے ہیں، دو کھالیں اور تین کھالیں (پھر بھی اگر ہوس ختم نہ ہو تو) چار کی بھی اجازت ہے۔''

اس کلام سے ہرگز ترغیب نہ ہوگی اور اس موقع پر ایسا کلام مقتضیٰ حال کے مطابق نہ ہونے کے باعث فصیح وبلیغ ہرگز نہ سمجھا جائے گا، یہ موقع چونکہ ترغیب کا ہے اس لئے میزبان ترغیب کے لئے پہلے تو ''آپ کھا سکتے ہیں'' یا ''آپ کو اجازت دے دی گئی ہے'' وغیرہ جیسے الفاظ کے بجائے امر کا صیغہ استعمال کرے گا، مثلاً یوں کہے گا کہ ''کھایئے'' یا ''کھائیں'' اور پھر مٹھائیوں کے عموم میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے کہے گا کہ: (ارے بھائی تم ایک مٹھائی کی بات کرتے ہو) ''جو کچھ'' چاہے کھاؤ، پھر عدد میں تکرار کرے گا، دو دو، تین تین اور چار چار، مزید جوش آ گیا تو کہے گا کہ پورا ڈبہ ہی کھا جاؤ۔

اس ''جو کچھ'' کے لفظ میں لفظ کے اعتبار سے مٹھائی کے علاوہ بھی تمام چیزیں داخل ہیں، مگر ایسے مواقع پر میزبان ترغیب کے لئے اس کی پروا نہیں کرتے کہ ہم نے جو لفظ استعمال کیا، لفظ کے اعتبار سے وہ مٹھائی کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی شامل ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس گھر میں جو کچھ ہے آپ کا ہے، آپ صرف ایک مٹھائی کی بات کرتے ہیں؟ جو چاہیں کھائیں، ان ''جو چاہیں'' یا ''جو کچھ'' وغیرہ جیسے الفاظ سے مباح شے کے عموم میں محض مبالغہ پیدا کر کے ترغیب مقصود ہوتی ہے اور متکلم کی مراد سیاق وسباق اور دلالت حال سے از خود متعین ہوتی ہے کہ صرف مٹھائی کی اجازت ہے، باقی کسی چیز کو ہاتھ بھی نہ لگانا، ہاں مٹھائی میں سے جس قسم کی چاہو اور جتنی چاہو، شوق سے کھاؤ۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی لفظ ''مَنْ'' کی جگہ لفظ ''ما'' ہے جو ذوی العقول وغیر ذوی العقول (غیر خواتین)

کو بھی لفظاً شامل ہے، مگر مقصد یہ بتانا ہے کہ کنواری، طلاق یافتہ، بیوہ، کم عمر والی، زیادہ عمر والی الغرض ہر طرح کی عورتیں حلال ہیں اور اس معاملے میں تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی تنگی نہیں۔

کما فی قولہ تعالٰی: ﴿لہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض﴾ فإن فیہ من العموم مالیس فی قولہٖ سبحانہ: ﴿لہ من فی السمٰوات و من فی الارض﴾۔

مرای معنی (حلال عورتیں) سیاق وسباق اور دوسرے دلائل شرعیہ سے ازخود متعین ہیں۔

ایک علمی اشکال

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ اگر واقعی شریعت کی نظر میں اصل حکم بیویوں میں تعدد (یعنی زیادہ بیویاں رکھنا) ہے اور یہ ایک پسندیدہ کام ہے تو کلام اللہ میں تعدد کی ابتداء، تعدد کے فردِ اعلیٰ یعنی چار سے ہونی چاہئے تھی، یعنی یوں ہونا چاہئے تھا کہ نکاح کرو تم پسندیدہ عورتوں میں سے چار چار سے، تین تین سے اور دو دو سے اور اگر بے عدلی کا خوف ہو تو ایک پر اکتفاء کرو، یعنی ''چار'' سے ابتداء ہوکر ''ایک'' پر انتہا ہوتی تاکہ یہ واضح ہوجاتا کہ اصل ترغیب تو چار کی ہے اس پر عمل نہ ہوسکے تو تین ورنہ دو، یا پھر ایک بیوی رکھی جائے اور ایک بھی نہ رکھ سکتا ہو تو باندیوں پر گزارا کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل ترغیبی حکم (بشرطیکہ گزشتہ تفصیل کے مطابق ان کے حقوق میں ادائیگی کا اہل بھی ہو اور ان میں عدل کا پہلے سے مضبوط ارادہ اور پختہ عزم بھی ہو) تو یہی ہے کہ بیویاں زیادہ رکھی جائیں اور چار کی کوشش کی جائے۔

البتہ بیویوں میں تعدد کی ابتداء عادۃً ''دو'' سے ہوتی ہے، یعنی اگر کوئی شخص چار کا ارادہ کرے تو اس تعدد کی ابتداء بھی تو بہرحال دو بیویوں سے ہی ہوگی، پہلے دوسری کرے گا، پھر تیسری اور پھر چوتھی۔

یعنی عادۃً اور عمومی طور پر نہ تو ایسا اتفاق ہوتا ہے نہ ہی ہر شخص کے لئے یہ بات میسر ہوتی ہے کہ بیک وقت چار عورتیں اس سے نکاح کے لئے راضی بھی ہوجائیں، اور پھر ایک ہی عقد میں ان چاروں سے نکاح بھی ہوجائے (گو کہ شرعاً یہ بھی جائز ہے اور بعض صحابہ سے عملاً ثابت بھی ہے، کما سیاتی) لہٰذا لوگوں کی اس عادت کی رعایت کی خاطر دو سے ابتداء فرمائی، کہ پہلے دوسری کرو پھر تیسری اور پھر چوتھی شادی کرو، البتہ دوسری شادی سے پہلے بھی اوّلاً پہلی شادی کرنا پڑتی ہے، مگر لوگوں کی اس عادت کی رعایت نہیں فرمائی تاکہ واضح ہوجائے کہ تعدد کا حکم مطلق ہے اور ایک بیوی پر اکتفاء مشروطِ بشرطِ خوف عدم عدل ہے، چنانچہ یہاں عادت کی رعایت میں یہ حکمت فوت ہوجاتی۔

چار سے زائد کی اجازت کیوں نہیں؟

اور یہ واضح رہے کہ اسلام سے قبل خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار سے بھی زائد بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویوں کا ذکر تو صحیح بخاری میں موجود ہے، بیویاں کثرت سے رکھنا اگر بذاتِ خود کوئی ناپسندیدہ شے ہوتی تو اسلام سے قبل غیر محدود بیویاں رکھنے کی خصوصاً پیغمبروں کو ہرگز اجازت نہ ہوتی، اسلام میں اللہ تعالیٰ نے چار سے زائد

پر بعض حکمتوں کے باعث پابندی لگادی جن میں سے ایک حکمت سرسری غور سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر چار سے بھی زائد کی اجازت دے دی جاتی تو ممکن ہے کہ بعض بہت مالدار جب سو سو بیویاں رکھتے تو عورتوں کی اتنی کمی ہوجاتی کہ بعض کے لئے ایک کا حصول بھی ناممکن ہوجاتا، نیز ممکن ہے کہ چار کا عدد علم الٰہی میں ایک ایسا عدد ہو کہ اتنی تعداد میں بیویوں کے درمیان ایک متوسط اور معتدل مزاج والے شخص کے لئے عدل کرنا بسہولت ممکن ہو، اس سے زائد بیویوں کی اجازت کی صورت میں کچھ عدل کر سکتے اور کچھ نہ کر سکتے، تو ظلم کا بالکلیہ دروازہ بند کرنے کے لئے چار سے زائد کی پابندی لگادی۔

وغیر ذلک من الحکم مما ذکرہ العلماء فی کتبھم، واللہ سبحانہٗ وتعالٰی أعلم۔

ایک بیوی پر قناعت والے شخص کو تسلی کی ضرورت ہے

آگے ارشاد فرمایا:

﴿فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملکت أیمانکم ذلک أدنٰی الّا تعولوا۔﴾

ترجمہ از بیان القران: ''پس اگر تم کو (غالب) احتمال اس کا ہو کہ (کئی بیبیاں کر کے) عدل نہ رکھو گے (بلکہ کسی بھی بی بی کے حقوق واجبہ ضائع ہوں گے) تو پھر ایک بی بی پر بس کرو یا اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوں گے تو جو لونڈی (حسب قاعدۂ شرعیہ) تمہاری ملک میں ہو، وہی سہی، اس امرِ مذکور میں (یعنی ایک بی بی کے رکھنے یا صرف لونڈی پر بس کرنے میں زیادتی و بے انصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے کیونکہ ایک صورت میں تو تعدد نہیں جس میں برابری کرنا پڑے، دوسری صورت میں بی بی کے حقوق سے بھی کم حقوق ہیں، مثلاً مہر نہیں، صحبت کا حق نہیں تو اندیشہ اور کم ہے)''

(بیان القرآن: ۱/ ۹۲، ۹۳)

اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان مردوں کو (جن میں عدل کی طاقت نہ ہونے کے باعث انہیں ایک بیوی یا صرف باندیوں پر اکتفاء کا حکم دیا جارہا ہے) گویا یوں تسلی دے رہے ہیں:

''دیکھو! تم میں کچھ بے چارے ایسے بھی ہوں گے جو چار بیویوں میں عدل نہ کر سکیں گے، لہٰذا ایسے کم حوصلے والے لوگ تین بیویوں پر اکتفاء کریں اور ان ''کچھ'' میں سے پھر مزید ''کچھ'' ایسے بھی ہوں گے جو تین میں بھی عدل اور برابری نہ کر سکیں گے، لہٰذا ایسے حضرات دو بیویوں پر اکتفاء کریں اور جو بے چارے دو میں بھی عدل نہ کر سکتے ہوں تو ایسے لوگوں سے فرمایا کہ تم چونکہ دو بیویوں میں بھی عدل نہیں کر سکتے (کہ جن کی اجازت تو ہم نے غلام کو بھی دے رکھی ہے جو کہ ہمہ تن آقا کی خدمت میں مشغول رہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک غلام تو غلام ہونے کے باوجود اور کامل طور پر آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کے باوجود بھی دو بیویوں میں عدل کر سکتا ہے اور تم آزاد اور خود مختار ہونے کے

باوجود محض دو بیویوں) میں بھی عدل نہیں کر سکتے، لہٰذا ایسے کمزور اور ''مستثنیٰ'' حضرات صرف ایک بیوی پر اکتفاء کریں، مگر ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے مرد ہونے کے باعث تم میں تمام قوتیں عورت سے زیادہ رکھی ہیں، مثلاً تمہارے بازوؤں میں بوجھ اٹھانے کی قوت عورت سے زیادہ ہے، تمہاری ٹانگوں میں چلنے اور دوڑنے کی طاقت عورت سے زیادہ ہے، تمہارے دل و دماغ میں سوچنے اور مصائب کو برداشت کرنے کی طاقت عورت سے زیادہ ہے، الغرض مجموعی لحاظ سے تم تمام جسمانی قوتوں میں ''عورت'' سے برتر ہو جس کے باعث عورت کو تعبیر ہی ''صنفِ نازک'' سے کیا جاتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ تم میں وہ جنسی اور شہوانی قوت و طاقت بھی عورت سے زیادہ ہو، جو قوت تمہیں عورت سے ممتاز کرتی ہے۔ اب چونکہ عورت کے لئے ایک مرد ہر لحاظ سے کافی وشافی ہے جس کی بناء پر اسے ایک وقت میں ایک ہی شادی کی اجازت ہے لہٰذا تمہیں بھی ایک عورت پر قناعت اور گزارا کرنے کا حکم دینا، جنسی قوت کے اعتبار سے تمہیں عورت کے مساوی (یعنی عورت جیسا) قرار دینے کے مترادف ہوگا (اور اس میں تمہاری ایسی اہانت اور تذلیل ہے کہ جس سے تمہارے جذبات کو یقیناً ٹھیس پہنچے گی، کیونکہ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوگا کہ جنسی قوت کے معاملے میں تم میں اور تمہاری بیوی میں کوئی فرق نہیں) دوسری طرف ہم نے حرام ذرائع سے شہوت پوری کرنے کے طریقوں کو کبیرہ گناہوں کی فہرست میں داخل کر کے اس پر جہنم کی وعیدیں بھی سنا ڈالیں، لہٰذا ہماری رحمت سے بہت بعید ہوگا کہ اس ایک بیوی پر اکتفاء والے کام کا حکم دے کر تمہیں اس حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے کے لئے کوئی تسلی کا جملہ بھی نہ کہیں اور نہ ہی شہوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی دوسرا حلال ومتبادل راستہ بتائیں۔

چنانچہ تسلی کا جملہ تو یہ ہے کہ ﴿ذلک أدنی أن لّا تعولوا﴾ یعنی ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں تم چھوٹے ضرر (یعنی مرغوب ترین شی ''عورت'' کے معاملے میں کفایت شعاری والے ضرر) کو اختیار کر کے ایک بڑے ضرر (یعنی بے عدلی کر کے کسی بیوی کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی کے ظلم والے ضرر) سے بچ جاؤ گے کیونکہ ﴿ذلک أدنی أن لّا تعولوا﴾ کہ ایک بیوی پر اکتفاء کرنے میں یا ایک بیوی بھی نہ رکھنے میں اور صرف باندی پر اکتفاء کرنے میں، ظلم نہ ہونے کی توقع زیادہ ہے، لہٰذا کمزور وکم حوصلے والے حضرات وہی راستہ اختیار کریں جس میں بیوی کے حقوق واجبہ آسانی سے ادا ہو سکتے ہوں اور جب یہ خیال آئے کہ مجھے شریعت نے اس اہم معاملے میں میری بیوی جیسا کیوں قرار دیا؟ اور ایسی باتیں سوچ کر جب جذبات کو ٹھیس پہنچنے لگے تو یہ سوچ کر صبر حاصل کرنے اور تسلی رکھنے کی کوشش کریں کہ ہمیں بڑے نقصان (یعنی ظلم کے گناہ سے بچانے) کے لئے چھوٹے نقصان کے برداشت کا حکم دیا جا رہا ہے، لہٰذا پریشان نہ ہونا چاہئے کہ اس حکم میں اپنا ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ یہ بات سوچتے رہنے سے تمہارے لئے ساری عمر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کئے رکھنے والے مشکل اور شاق حکم پر عمل

آسان ہوجائے گا اور رہا قوتِ شہوانیہ سے پیدا ہونے والے جذبات کی تسکین کا حلال اور متبادل راستہ، تو وہ ﴿ماملکت أیمانکم﴾ یعنی باندیوں کا راستہ ہے، چنانچہ باندیاں رکھو کہ ان میں نہ تو عدل ضروری ہے اور نہ ہی ان کے وہ حقوق ہوں گے جو ایک آزاد عورت کے ہوتے ہیں اور بیویاں تو چار سے زائد رکھنے پر پابندی ہے، باندیاں چار تو کیا چار ہزار بھی رکھ سکتے ہو۔''

یہ تو قرآن کی باتیں تھی جو بندہ نے ذکر کیں مگر اس کے برعکس دوسری طرف ہمارا ظالم معاشرہ ہے جو نہ تو زائد بیویاں رکھنے دیتا ہے اور نہ ہی ایک بیوی کافی نہ ہونے کی صورت میں کوئی دوسرا حلال متبادل راستہ بتاتا ہے اور تسلیوں کی ضرورت بھی اسے پڑتی ہے جو دو شادیاں کر بیٹھے، پھر ساری عمر ایسے شخص کو ﴿إن الله مع الصابرین﴾ اور ﴿إذا أصابتهم مصيبة قالوا إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ جیسی تسلیوں کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، مگر عجیب بات یہ کہ ایسے شخص کو تسلیوں کی ضرورت تو پڑتی ہے مگر تسلیاں دیتا کوئی نہیں، بلکہ الٹا ملامت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ.....''منع نہیں کیا تھا.....؟''

تفصیل بالا سے معلوم ہوگیا کہ ایک عام اور نارمل مسلمان کے لئے اصل ترغیبی اور مستحب حکم یہی ہے کہ وہ چار بیویاں رکھنے کی کوشش کرے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ساری عمر ایک بیوی پر اکتفاء کی نسبت زیادہ ہے (اس پر بہت ہی وضاحت سے مزید دلائل ان شاء اللہ آگے آرہے ہیں) اور یہ تعبیر کہ ''دو یا دو سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت اس وقت ہے جب ان میں عدل کر سکنے کا یقین ہو'' درست نہیں۔

آیت کے ظاہری الفاظ ''وإن خفتم'' (اگر تمہیں خوف ہو، اور خوف ایک وجودی شی ہے) اور حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ میں اس کی تشریح کے لئے ''غالب احتمال'' کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی پابندی صرف اس شخص کو ہے جس شخص کو اپنے حالات میں غور وفکر وتدبر کے بعد غالب گمان ہو (محض وسوسے نہ ہوں) کہ میں عدل واقعی نہ کرسکوں گا، یا سرے سے خدانخواستہ عدل کرنے کا پختہ اور مضبوط عزم وارادہ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے زائد بیویاں رکھنے کی نعمت سے مستفید ہونے پر پابندی ہے۔

موجودہ زمانے کے لحاظ سے آیتِ مبارکہ میں دوسری شادی کے عمل پر چار طرح سے حوصلہ

حوصلہ نمبر ①.....دوسری شادی کسی بھی عمر میں کی جاسکتی ہے

''فانکحوا'' میں واو ضمیر سے خطاب، ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد کو ہے۔

آج جب کوئی دوسری شادی کا ارادہ کرے تو خاندان ومعاشرہ بسا اوقات یہ کہتے ہوئے برس پڑتے ہیں کہ مثلاً: بچے اتنے بڑے بڑے ہوگئے، ان بڑے بڑے بچوں کا باپ بن کر سفید داڑھی اور اس بزرگی میں ان بچوں کے سامنے شادیاں رچاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟.....اگر بچے چھوٹے ہوں تو اس طرح اظہارِ رنج ودکھ کیا جاتا ہے کہ: ''ہائے کتنے پیارے

پیارے اور چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، انہی کا کچھ خیال کرلیا ہوتا''.....اگر اولاد سرے سے ہو ہی نہیں تو یہ اعتراض کہ: ''ایک تو بیوی کو اولاد نہ ہونے کا غم.....ایسی عورت تو پہلے ہی قابلِ ترس تھی، نہ یہ کہ اس پر ایک سوکن لاکر اسے مزید پریشان کیا جائے، اولاد تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتی ہے، مقدر ہوئی تو اسی بیوی سے ہو جائے گی، لگتا ہے اللہ تعالیٰ پر نظر نہیں''.....اگر بیوی بداخلاق اور بدزبان ہو تو یہ اعتراض کہ: ایک تو سنبھل نہیں رہی،.....''دوسری''.....کا شوق پیدا ہو رہا ہے.....اور اگر بیوی نیک، پرہیزگار اور خوش اخلاق ہو تو یوں اعتراض کہ: ''اللہ تعالیٰ نے بیوی شریف دے دی تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسی پر قناعت کی جاتی، اس کے بجائے اس کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر شادیاں رچائی جارہی ہیں''.....وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اس قسم کے جاہلانہ، ہندوانہ اور فضول اعتراضات کا جواب اس آیت کے ''فانکحوا'' کی ''واؤ'' ضمیر میں موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ''واؤ'' ضمیر کے ذریعے ہر عاقل، بالغ اور مسلمان مرد کو خطاب کرتے ہوئے متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دی، خواہ اس کے پہلے سے بچے ہوں یا نہ ہوں، اگر ہوں تو چھوٹے چھوٹے ہوں یا بڑے بڑے ہوں، نیز یہ نکاح کرنے والا خود عمر کے کسی بھی حصے میں ہو، چنانچہ ابتداءِ جوانی کے باعث ابھی داڑھی پوری طرح نکلی ہو یا نہیں، اگر نکل چکی ہو تو داڑھی کے بال سفید ہو چکے ہوں یا مکمل سیاہ ہوں یا ملے جلے ہوں، ہر طرح کے مسلمان مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے.....''

حوصلہ نمبر ②.....پہلی بیوی اچھی ہو تو بھی (بشرطِ عدل) دوسری شادی مستحب ہے

''ماطاب'' (ان سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں/مناسب لگیں) کے الفاظ میں بھی ایک اور جاہلانہ اعتراض کا جواب:

آج دوسری شادی کا ارادہ کرنے والے پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ''پہلی بیوی میں کیا خرابی ہے جو دوسری کی ضرورت پیش آرہی ہے؟'' تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''نکاح کرو تم ان عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں/مناسب لگیں.....'' واضح طور پر بتا رہا ہے کہ پہلی شادی جب کرو تو کوئی مناسب عورت تلاش کرو، پھر پہلی جو تمہارے لئے انتہائی مناسب تھی اس کے ہوتے ہوئے دوسری بھی کوئی مناسب عورت ہی تلاش کرو، یعنی چاروں بیویاں مناسب اور پسندیدہ ہونی چاہئیں، ''نامناسب (غیر ماطاب)'' ایک بیوی بھی نہ ہو۔

الغرض اللہ تعالیٰ تو پہلی بیوی کے مناسب اور پسندیدہ ہوتے ہوئے ہی تین مزید مناسب رشتوں کے تلاش کی اجازت فرما رہے ہیں، لہٰذا دوسری بیوی کی تلاش میں معاشرے و خاندان کے سامنے پہلی کو خراب یا کسی بھی لحاظ سے نامناسب ثابت کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بھی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دوسری، تیسری شادی کی اجازت پہلی بیوی کے خراب ہونے یا پہلی بیوی کے نامناسب ہونے کی صورت میں دیتے تو ہر شخص کو دوسری شادی کے لئے خاندان و معاشرے کے سامنے اوّلاً اپنی پہلی بیوی کو نامناسب اور خراب ثابت کرنا پڑتا.....اور عملاً آج یہی کچھ ہو رہا ہے، آج اگر کوئی ایک اور شادی کا ارادہ کرے تو

اسے پہلے تو اپنی بیوی کو خراب اور نامناسب (غیر ماطاب) ثابت کرنا پڑتا ہے، اور نامناسب ثابت کرنے سے قبل بھی پہلے اس ''نامناسبی'' اور ''خرابی'' کا معیار متعین کرنا پڑتا ہے کہ بیوی کس درجہ خراب ہو کہ شوہر دوسری شادی کرنے میں ''معذور'' سمجھا جائے، کیوں کہ کچھ نہ کچھ خرابی تو ہر عورت میں ہوتی ہے اور پورا سیدھا تو دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ اس بحث مباحثہ میں کئی ماہ صرف ہو جاتے ہیں، پھر اگلے مرحلے میں یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ واقعی میری بیوی ''نامناسبی'' کے اس بالا اتفاق منظور شدہ معیار کے مطابق ''نامناسب'' ہے، مزید کئی ماہ اس کارروائی میں لگ جاتے ہیں، اتنی مشقت کے بعد بھی اس شخص کا دوسری شادی کا جوش ٹھنڈا نہ ہو تو اس کے بعد اگر یہ فرد کسی دینی ادارے سے منسلک ہے تو اب اس کے سامنے اس کام کو اپنے لئے ''جائز'' قرار دلوانے کی خاطر اپنے بڑوں کو اعتماد میں لینا پڑتا ہے اور اپنے اس ارادے کی کوئی بہت ہی ٹھوس سندِ جواز پیش کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ بعد میں اس کے بارے میں یہ نہ سوچا جائے کہ ایسا کام جو قوم میں کوئی بھی نہیں کر رہا تو آخر اسے ایسی کونسی ضرورت پیش آ گئی کہ ساری قوم، خاندان، سسرال اور بیوی سے ''ٹکر'' لے کر سب کے سامنے اَڑ جانے والا یہ ''بہادر خان'' اپنی غیر معمولی ''بہادری'' کی اس صفت کو دین کے کسی اہم شعبے میں استعمال کرنے کے بجائے محض ایک شادی جیسے دنیا کے سب سے فضول ترین کام کے تعاقب میں ضائع کر رہا ہے۔

ان مفاوز و جنگلات کے عبور کرنے اور ایسی سنگلاخ چٹانوں کو مسلسل پھلانگنے کی کوشش کے بعد بھی اگر اس انتہائی ''جوشیلے'' فرد کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا ہو، اور اب تک بھی یہ شخص خاندان و معاشرے کی طرف سے مختلف قسم کی دھمکیوں، بے شرمی اور بے غیرتی کے مختلف قسم کے طعنوں کے باوجود باز نہ آیا ہو تو پھر گھر والے مکمل دستبرداری کا اعلان کر کے اپنا ایمان بچانے کی خاطر انتہائی حوصلے سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ کر صلہ رحمی اور اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ''ٹھیک ہے کر لو .....مگر اس نامناسب کام میں ہمیں اپنے ساتھ ''آلودہ'' نہ کرو۔''

اب ظاہر ہے کہ خاندان بھر میں کوئی دلچسپی لینے کو تیار نہیں تو اپنی بیٹی ایسے ''نامناسب'' شخص کو اور وہ بھی دوسری شادی جیسے ''نامناسب'' کام کے لئے بھلا کون دے گا؟ چنانچہ یہ انتہائی عزم و ہمت اور جوش والا ''نامناسب'' سا انسان کہ جس کا جوش ان بڑے بڑے طوفانوں سے بھی ٹھنڈا نہ ہوا تھا، کسی ''مناسب'' رشتے کی تلاش میں خاک چھانتا اور جھک مارتا ہوا کچھ ہی دنوں میں تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور مناسب تو کجا کوئی ''نامناسب'' رشتہ بھی اس کے ہاتھ نہیں لگتا۔

اور اس قسم کے انتہائی جوشیلے لوگوں میں اگر ایک آدھ فیصد لوگ یہ معرکہ سَر کر بھی لیں تو خاندانی بائیکاٹ کے باعث ان میں بھی اکثر کے حصے میں ''نامناسب'' (غیر ماطاب) رشتہ ہی ہاتھ لگتا ہے، جسے شاید یہ ''نامناسب'' لوگ یہ سوچ کر برداشت کر لیتے ہیں کہ پہلی ''نامناسب'' بیوی کے ساتھ جب دوسری ''نامناسب'' بھی جمع ہو جائے گی تو ممکن ہے کہ دونوں سے ''مناسبت'' پیدا ہو جائے، کیونکہ ریاضی کے مسلمہ اصول: (منفی × منفی = مثبت) سے ثابت ہوتا ہے کہ: (نامناسب × نامناسب = مناسب) اور اس کی دونوں نامناسب بیویوں کے درمیان اصل عمل بھی ''ضرب'' (×) ہی کا ہوتا ہے، جمع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہر حال آج کل ''عرف'' جو بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ نے تو ''ماطاب'' کے الفاظ کا اضافہ فرما کر دوسری شادی کا ارادہ کرنے

والے مرد کا حوصلہ یوں بڑھادیا کہ کم از کم ہم سے دوسری شادی کی اجازت لیتے وقت تمہیں ہمارے سامنے یہ واضح کرنا ضروری نہیں کہ تمہاری پہلی بیوی نامناسب ہے، لہٰذا پہلی بیوی انتہائی پسندیدہ ومناسب بھی ہوتو بھی دو کیا شوق سے چار شادیاں کرسکتے ہو، ہماری طرف سے بس ایک مطالبہ ہے وہ یہ کہ متعدد شادیوں کی صورت میں کسی بیوی کے حقوقِ واجبہ ضائع نہ ہونے چاہئیں، اس کے سوا کوئی شرط نہیں۔

قال الشیخ مصطفٰی بن العدوی: ذهب البعض إلى أن الرجل لا يتزوج إلا إذا كان بالأولى عيب أو يبغضها الرجل، وهذا أيضا مردود، لأن النّبيّ صلى الله عليه وسلم تزوج عائشة وسودة بعد خديجة رضى الله عنها وكان يحب عائشة حبًّا جمًا ومع ذلك فقد تزوج النبى صلى الله عليه وسلم بعد عائشة رضى الله تعالٰى عنها سبع نسوة۔ (فقه تعدد الزوجات، ص ۱۳۰)

ترجمہ: عرب عالم شیخ مصطفی بن العدوی فرماتے ہیں کہ یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرد دوسری شادی اس وقت تک نہ کرے جب تک کہ پہلی بیوی میں کوئی عیب نہ ہو یا اسے کسی وجہ سے ناپسند کرتا ہوتو ایسے لوگوں کا یہ خیال مردود ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد سات مزید عورتوں سے نکاح فرمایا۔

قال الدكتور ناصر الخنين عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام بالوصية السعودية: ”وتعليق التعدد بسبب معين كمرض الزوجة أو كبر سنها أو غيرها من التضييق فى أمر وسعه الله تعالٰى۔“

www.do3aa.net

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ متعدد شادیوں کی اجازت کو کسی خاص سبب کے ساتھ مشروط کردینا، مثلاً بیوی کے مرض یا اس کی عمر زیادہ ہوجانا یا اور کسی خاص عذر کی صورت میں دوسری کی اجازت دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرد کو (نکاح کے معاملے میں) جو وسعت دی گئی ہے اس وسعت میں تنگی پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

حوصلہ نمبر ③:..... ”ماطاب“ کے بعد ”لکم“ کا اضافہ

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر یوں نہیں فرمایا کہ ”فانکحوا ما طِیبَ من النساء“ یعنی نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، بلکہ فرمایا ”ما طاب لکم“ جو

''تمہیں'' پسند ہوں۔ یعنی مطلق معاشرے یا محض خاندان کی نگاہوں میں یا بذاتِ خود کسی بھی لحاظ سے عورت کا پسندیدہ ہونا کافی نہیں، بلکہ وہ شخص جسے نکاح کی اجازت دی جارہی ہے اسے کہا جارہا ہے کہ ''جو تمہیں مناسب لگیں ان میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کرو۔''

آج کا ظالم معاشرہ دوسری شادی کے لئے پسندیدگی و ناپسندیدگی کا معیار تو کیا سپرد کرتا بلکہ اگر کوئی فرد اپنی پسند پر خاندان کی پسند کو ترجیح بھی دینا چاہتا ہو، اسے بھی اس کا خاندان و معاشرہ دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ ان آیات میں ''لکم'' کے اضافے میں ایسے شخص کے لئے یوں حوصلہ ہے کہ دیکھو! دوسری، تیسری شادی میں خاندان و معاشرہ جو رکاوٹیں ڈال رہا ہے، بیوی کی اجازت نہیں، تو اس قسم کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں متعدد شادیوں کا دیا ہوا اختیار سلب (ختم) نہیں ہوجاتا، اللہ تعالیٰ نے تو نہ صرف تمہیں متعدد شادیوں کی اجازت دی بلکہ اس کام کے لئے پسندیدہ عورت میں پسندیدگی کا معیار بھی بالکلیہ تمہارے سپرد کردیا، لہٰذا نہ صرف یہ کہ متعدد شادیاں کرو بلکہ کرو بھی ان عورتوں سے جو تمہیں مناسب لگیں، اس پسند و ناپسند کے بارے میں کسی اور کو تمہیں رائے دینے کی تو اجازت ہے مگر تم پر رائے مسلط کرنے کی اجازت نہیں، الغرض جب اس بارے میں رائے مسلط کرنے کی اجازت نہیں کہ شادی کہاں کی جائے؟ تو بذاتِ خود شادی کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں زبردستی رائے مسلط کرنے کی کیسے اجازت ہوگی؟

تنبیہ: اس تقریر کا کوئی یہ مطلب ہرگز نہ سمجھے کہ نکاح کی خاطر مناسب عورت کی تلاش میں والدین کے انتخاب پر اپنے انتخاب کو ترجیح دینی چاہئے، وہ اس لئے کہ ''ماطاب لکم'' کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں کسی بھی مصلحت سے مناسب لگیں۔

اور یہ مصلحت کبھی دینی ہوتی ہے اور کبھی دنیوی، چنانچہ جس کے پیشِ نظر دینی مصلحت ہو اس کے لئے عموماً والدین کا انتخاب ہی ''ماطاب لکم'' کے مفہوم میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مشہور واقعہ ہے کہ (دامادِ رسول) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

وإني لست أحرم حلالاً ولا أحل حراما ولكن والله لا يجتمع بنت رسول الله وبنت عدو الله مكانا واحداً أبدا۔ (صحيح مسلم، ۲/۲۹۰)

ترجمہ: میں نہ کسی حلال کو حرام قرار دیتا ہوں اور نہ کسی حرام کو حلال، لیکن اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

اس مقام پر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ مبارکہ: ''میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا''

قابلِ غور ہیں کہ باوجود نبی اور پیغمبر ہونے کے جو منصبِ تشریع پر فائز ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے پر پابندی عائد نہیں کرتا اور اسے حرام قرار نہیں دیتا..... اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کسی ایسے حکم پر پابندی عائد کرنا جس کی اجازت و اباحت صریح اور صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے دی ہے درحقیقت اس کو حرام قرار دینا ہے اور یہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پاکیزہ تمہارے لئے حلال قرار کی ہیں ان چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ المائدہ، ع ۲)

(عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں، ص ۱۷۴)

مرد کے چار شادیوں کے حق میں زبردستی مداخلت کی کسی کو بھی اجازت نہیں

قال العلامة زاہد الکوثری رحمه الله تعالٰی: "وزج أحد سوی الزوج أحد الأمرین لا یکون إلا تقییدا المطلق الإباحة المنصوص علیه فی الکتاب والسنة، وتخصیصا للعام فیهما المفید لشمول الحکم بدون مقید ولا مخصص من الکتاب والسنة، فیکون هذا وذاک اجتراء علی کتاب الله وسنة رسول الله، وخرقا للإجماع الیقینی۔ (مقالاتِ کوثری، ص ۲۱۷)

ترجمہ: علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شوہر دوسرا نکاح کرنا چاہے تو کسی کو رکاوٹ بنتے ہوئے مداخلت کرنا، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور قطعی، منصوص، مطلق اور عام حکم کو بغیر کسی دلیل کے مقید و خاص کرنا ہے اور یہ (زبردستی کی رکاوٹ) کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی جرأت (دلیری) کی بات ہے اور قطعی اور یقینی اجماع کی مخالفت ہے۔''

وقال أیضًا: فظهر أن من حق الرجل أن یتزوج أکثر من واحدة إلی الأربع بدون أن یکون لأحد حق التداخل فی ذلک ... لأن إحلال الأربع وما دونها للرجل مما أجمع علیه الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم، بل مضت الأمة من صدر الإسلام إلی الیوم بدون أی مخالف علی أن الطلاق بید الرجل فقط وکذا التزوج بأکثر من واحدة إلی الأربع بدون أن یکون لأحد حق إکراهه علی خلاف اختیاره، فلا یوجد إجماع أقوی من هذا الإجماع وذلک الإجماع۔

ترجمہ: مرد کے لئے چار شادیاں کرنے کے حق میں دخل اندازی کرنے کا حق کسی کو نہیں اس لئے کہ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ آج تک ساری امت کا اجماع ہے، کوئی ایک بھی مخالف نہیں، اس سے زیادہ قوی کوئی اجماع ہو نہیں سکتا۔ (مقالاتِ کوثری، ص ۲۱۷)

وقال أیضًا: ''فیکون إقحام شخص فی الأمر یکون له سلطان علی الحیلولة دون اختیار الرجل بعد تراضی الطرفین إکراهاممقوتا فی الشرع۔''

ترجمہ: ''تو جب مسئلہ یہ ہے تو مرد اور وہ عورت (کہ جس سے نکاح کا کسی مرد کا ارادہ ہے، چنانچہ کسی بھی مرد اور عورت یا مثلاً اس کے ولی وغیرہ) کے راضی ہونے کے بعد (دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کے لئے) ان کے اس اقدام میں کسی ایسے شخص کا دخل اندازی کرنا جسے دخل اندازی کی قوت حاصل ہو (یعنی وہ کسی بھی طریقے سے اپنی قوت کے زور سے مرد کو اس اقدام سے باز رکھ سکتا ہو تو ایسے شخص کا اس معاملے میں دخل اندازی کرتے ہوئے) شوہر کو اپنا (دوسری، تیسری شادی والا) حق استعمال کرنے کی اجازت نہ دینا شریعت کی نظر میں انتہائی قبیح (گھناؤنا) جبر ہے۔''

(مقالاتِ کوثری، ص ۲۱۶)

حوصلہ نمبر ④.....عدل کو بنیاد بنا کر دوسری شادی سے روکنا

''فإن خفتم أن لا تعدلوا'' میں ''فإن خیف'' (جو کہ ''خفتم'' سے مختصر ہے) کے بجائے ''خفتم'' مخاطب کا صیغہ ضمیر بارز کے اضافے کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اگر اس موقع پر ''وإن خیف'' فعل مجہول لایا جاتا تو معنی ہوتا: ''اگر اس بات کا خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک بیوی پر اکتفاء کرو'' چنانچہ اس صورت میں کسی بھی فرد کو دوسری شادی سے روکنے کے لئے خاندان و معاشرے کے پاس ایک زبردست ہتھیار ہاتھ آجاتا، ہر شخص کہتا کہ بھائی تم دوسری شادی نہ کرو، تمہاری دوسری شادی کی صورت میں اس بات کا بہت خوف ہے کہ تم عدل نہ کر سکو گے۔

آج عملی طور پر ایسا ہی ہو رہا کہ جب خاندان و معاشرہ کسی بھی ''نامناسب اور انتہائی جو شیلے'' فرد کو دھمکیوں اور بے شرمی کے طعنوں اور مختلف حربوں کے ذریعے متعدد شادیوں والے عمل سے باز رکھنے کا ہر حیلہ ناکام ہوتا دیکھتے ہیں، تو آخر میں ان کے پاس سب سے بہترین حربہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اس عجیب و غریب قسم کے آدمی سے کہنے لگتے ہیں کہ ''اسلام میں دوسری شادی کی اجازت اس وقت ہے جب عدل بھی ممکن ہو اور ہمیں معلوم ہے کہ تمہاری دوسری شادی میں بے عدلی کا خوف ہے، تم دو بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے، صحابہ عدل کر سکتے تھے اس لئے انہیں اجازت تھی (اور صحابہ کرام کے دنیا سے جاتے ہی مردوں میں عدل کی طاقت ختم ہوگئی اور اب جو مردوں کے مقابلے میں زائد عورتیں پیدا ہو رہی ہیں وہ ملازمتوں کے لئے یا

ساری عمر گھروں میں پڑی نفسیاتی مریض بننے کے لئے یا خود سے لڑکوں کے ساتھ فرار ہونے کے لئے ہیں) الغرض تم میں چونکہ عدل کی صلاحیت نہیں، لہٰذا تمہیں متعدد شادیوں کی اجازت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہوا کہ فعل مجہول ''خیف'' جو مختصر بھی تھا اور اس میں ''ضمیر'' کے اضافے کی ضرورت بھی نہ تھی، اس لفظ کے بجائے ہر عاقل، بالغ اور مسلمان مرد کو براہِ راست خطاب کرتے ہوئے ''خفتم'' (جس کا معنی ہے: اگر ''تمہیں'' اس بات کا خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے) کا لفظ استعمال فرما کر اس بات کی تصریح فرمادی کہ وہ لوگ جو تمہیں بے عدلی سے ڈرا ڈرا کر زائد بیویاں رکھنے سے زبردستی روکنے کی کوشش کر رہے ہیں تو عدل ہو سکے گا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی تمہاری اپنی رائے کا اعتبار ہے، چنانچہ ''وإن خفتم'' ''تمہیں خود سے اگر ظن غالب ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک بیوی پر اکتفاء کرو، اور خود سے اگر تمہیں ایسا خیال نہ ہو تو کسی اور کا تمہارے بارے میں یہ خیال کہ ''تم عدل نہ کرسکو گے'' معتبر نہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی تم شوق سے (ایک چھوڑ) دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کر سکتے ہو۔

الغرض ''عدل'' کو بنیاد بنا کر متعدد شادیوں پر زبردستی پابندی لگانے کی بھی کسی کو اجازت نہیں۔

قال العلامة زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالٰی: ﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة أو ما ملکت أیمانکم ذلک أدنی أن لا تعولوا﴾ نصّ فی أن الخوف المذکور ھو خوف من یرغب فی النکاح، لا خوف أحد سواہ، لأن الخطاب فی ''فانکحوا'' إنما ھو للراغبین فی النکاح فیکون الخطاب فی: ﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾ لھؤلاء فقط... فیکون جعل غیر الزوج صاحب شأن فی ذلک قلبا لحکم النص...'' (مقالات، کوثری، ص ۳۲۵)

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ''اس لفظ میں واضح تصریح ہے اس بات کی کہ بے عدلی کا وہ خوف جس کی بناء پر متعدد شادیوں پر پابندی ہے تو اس بارے میں صرف اس کا خوف معتبر ہے جو شادی کرنا چاہ رہا ہو، اس کے سوا کسی اور کے خوف کا اعتبار کر کے اسے بنیاد بنانا کتاب اللہ کی واضح تصریح کو بدلنے کے مترادف ہے۔''

الغرض عدل کو بنیاد بنا کر دوسری، تیسری شادی پر پابندی لگانے کا تو قطعاً کسی کو اختیار نہیں، ہاں اگر کوئی شخص زائد بیویاں رکھنے کے بعد کسی بیوی کے حقوقِ واجبہ میں عملی طور پر واقعی کوتاہی کرنے لگے تو پھر اس عمل کے بعد اس کی بیوی یا اس کے اولیاء کو شریعت ضرور اجازت دیتی ہے کہ وہ ایسے مرد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں اور اگر پھر بھی یہ شخص بے عدلی کے ظلم سے باز نہ آئے تو اس سے مثلاً ''خلع'' کا مطالبہ کریں، وغیرہ ذلک۔

قال الشیخ أحمد شاکر رحمہ اللہ تعالٰی: وشرط العدل فی ھذہ الآیة ﴿فإن

خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾... شرط مرجعه لشخص المكلف... فإن الله أذن للرجل بصيغه الأمر أن يتزوج ماطاب له من النساء دون قيد بإذن القاضي أو بإذن القانون أو بإذن ولي الأمر أو غيره، وأمره أنه أذا خاف في نفسهٖ أن لا يعدل بين الزوجات أن يقتصر على واحدة، وبالبداهة أن ليس لأحد سلطان على قلب المريد الزواج حتى يستطيع أن يعرف ما في دخيلة نفسه من خوف الجور أو عدم خوفه، بل ترک الله ذلک لتقديره في ضميره وحده... قرب رجل عازم على الزواج المتعدد وهو مصر في قلبه على عدم العدل۔ ثم لم ينفذ ما كان مصرا عليه وعدل بين ازواجه، فهذا لا يستطيع أحد يعقل الشرائع أن يدعي أنه خالف أمر ربه إذ أنه أطاع الله بالعدل... ورب رجل تزوج زوجة عازما في نفسهٖ على العدل ثم لم يعدل، فهذا قد ارتكب الإثم بترک العدل ومخالفة أمر ربه..."

(فقه تعدد الزوجات، ص ۱۶۰ ۱۵)

ترجمہ: ایک مشہور عرب عالم شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیتِ مبارکہ میں بے عدلی کے خوف والی شرط کا تعلق اس شخص سے ہے جسے خطاب کیا جارہا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی بھی مرد کو صیغۂ امر کے ساتھ اس کی پسندیدہ عورتوں میں سے متعدد عورتوں سے نکاح کی اجازت دی تو اس اجازت کو کسی بھی قاضی کی اجازت یا کسی قانون یا متولی یا ان کے علاوہ اور بھی کسی کی اجازت کے ساتھ مشروط نہیں کیا اور حکم دیا کہ اسے از خود اگر اپنے دل میں اس بات کا خوف محسوس ہو کہ وہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کر سکے گا تو ایک بیوی پر اکتفاء کرے اور ویسے بھی بدیہی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ خود اس شخص کے سوا اور کسی دوسرے کو اس بات کی طاقت اور قدرت بھی نہیں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے اس پر مطلع ہو جائے اور یہ جان لے کہ اس (دوسری شادی کرنے والے) کے دل میں اس بات کا خوف ہے یا نہیں کہ وہ عدل کر سکے گا، چنانچہ جب کسی کے دل کی کسی کو خبر ممکن ہی نہیں تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو (اس شخص پر) چھوڑ دیا (جس کا متعدد شادیوں کا ارادہ ہے)..... نیز بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کا پہلے سے عدل کا ارادہ نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود نکاح کے بعد وہ عدل کرنے لگتا ہے تو ایسے شخص نے جب عدل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر لی تو اب اسے گناہگار نہیں کہا جا سکتا، اس طرح بعض مرتبہ ایک شخص عدل کا ارادہ تو کرتا ہے مگر نکاح کے بعد عملاً عدل کرتا نہیں ہے تو ایسا شخص باوجود اس بات کے کہ اس کا عدل کا عزم بھی تھا اب اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کر کے گناہ کا مرتکب ہو گیا۔

خلاصہ آیت

خلاصہ آیت یہ کہ اس آیت مبارکہ میں دس طرح سے متعدد شادیوں کی ترغیب کے اشارے ہیں اور ''لکم'' کے اضافے اور ''خفتم'' صیغہ مخاطب (جیسا کہ خلاصہ کے نمبر ⑤ اور ⑩ میں آ رہا ہے) میں دو فقہی مسئلوں کا بیان ہے چنانچہ:

① متعدد شادیوں کی اباحت کے بیان کے لئے وہ صیغہ استعمال فرمایا جس کی اصل وضع وجوب کے لئے ہے، (یعنی امر کا صیغہ ''فانکحوا'') جس میں واضح ترغیب ہے۔ (کما استدل بہ الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ)

② مباح عورتوں کا ذکر اوّلاً اسم موصول سے فرمایا، تاکہ نکاح سے وابستہ زیادہ سے زیادہ مصلحتوں کو جمع کرنے کی خاطر حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم پر دلالت کرے، اور یہ دلالت متعدد شادیوں کی ترغیب کا باعث بنے جبکہ اصل معنی کی ادائیگی کے لئے اسم موصول کے اضافے کی ضرورت نہ تھی یوں کہہ دینا کافی تھا:

''فانکحوا من النساء الطیبات مثنی و ثلٰث الخ''

③ مزید ترغیب کی خاطر عموم میں مزید مبالغہ پیدا کرنے کے لئے اسم موصول میں بھی ''مَنْ'' (جو باجماعِ اہل لغت عورتوں کے لئے زیادہ مناسب ہے) کے بجائے ''ما'' (جو بظاہر خواتین کے لئے مناسب نہیں) استعمال فرمایا۔

④ ''من النساء'' سے قبل ''طاب'' (جو تمہیں کسی مصلحت سے پسند آئیں) کا عنوان قائم فرمایا، اجنبی عورتوں کو اس عنوان سے تعبیر کرنے میں بھی واضح ترغیب ہے۔ (کما فی روح المعانی)

⑤ ''طاب'' کے بعد ''لکم'' کے اضافے میں اس فقہی مسئلے کا بیان ہے کہ نکاح کی خاطر مناسب عورت کو تلاش کرنے کے استحبابی حکم میں مناسب ہونے یا نہ ہونے میں مبتلیٰ بہ (یعنی وہ شخص جس کا نکاح کا ارادہ ہے) کی مصلحتوں کا خیال کرنا چاہئے۔

⑥ ''ما'' موصولہ کا مصداق دلالتِ حلال سے متعین ہونے کے باوجود اس کے مصداق کو صراحتاً ذکر فرمایا اور بلیغ کلام میں ایسی تصریح بھی فضول اور عبث نہیں، اس میں بھی واضح ترغیب ہے کیونکہ اس قسم کے مواقع میں اس قسم کی تصریح عموماً ترغیب ہی کے لئے ہوا کرتی ہے جبکہ ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ میں ''ما'' کے بیان کے لئے ایسی تصریح نہیں کہ وہ موقع ترغیب کا نہیں، بلکہ صرف یہ بتانے کے لئے ہے کہ وہ عورتیں کہ جن سے نکاح حرام ہے بس یہی ہیں کہ جن کا پیچھے ذکر ہوا، ان کے سوا باقی سب کی سب حلال ہیں۔

⑦ ''مثنٰی و ثلٰث و ربع'' ایسے الفاظ استعمال فرمائے جن کے معنی میں تکرار ہے، اس طرز میں بھی واضح ترغیب ہے۔ کما مر۔

⑧ متعدد شادیوں والے حکم کو مطلق رکھا گیا اور ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کو ایک شرط کے ساتھ مقید کر کے اشارہ کر دیا کہ اصل حکم متعدد نکاح ہی ہے، اس طرز میں بھی متعدد نکاحوں کی واضح ترغیب ہے۔

⑨ اس مطلق حکم کو ایک بیوی والے مشروط حکم سے پہلے فرمایا اور ایک پر اکتفاء والے مشروط حکم کو دوسرے نمبر پر بیان کیا، یہ ترتیب بھی مستقل ترغیب کا سبب ہوسکتی ہے۔

⑩ بے عدلی کے خوف کو مطلق رکھنے کے بجائے ضمیر مخاطب بارز کے اضافے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ''خفتم'' کا صیغہ استعمال فرمایا، اس طرز میں ایک فقہی مسئلے کا بیان ہے کہ بے عدلی کا وہ خوف جس کے باعث متعدد نکاحوں پر پابندی ہے تو اس خوف کے ہونے یا نہ ہونے میں اس شخص کی رائے کا اعتبار ہے جس کا دوسری شادی کا ارادہ ہے (کسی اور کو زبردستی رائے مسلّط کرنے کی اجازت نہیں)۔

ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کے بعد ﴿أو ما ملكت أيمانكم﴾ اور ﴿ذلک أدنی أن لا تعولوا﴾ کا الحاق فرمایا جبکہ باندیوں کے متبادل راستے کا علم تو صحابہ کو پہلے ہی تھا، نیز ہر شخص یہ بات بھی پہلے ہی سے بخوبی سمجھتا ہے کہ ایک بیوی کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی متعدد بیویوں کے حقوق کی ادائیگی کی نسبت آسان ہے، اس لئے ایک پر اکتفاء میں یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے میں ظلم نہ ہونے کی توقع زیادہ ہے۔

الغرض پہلے سے یہ دونوں باتیں بدیہی طور پر معلوم ہونے کے باوجود ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کے بعد ان دونوں جملوں کے الحاق میں خود اس طرف اشارہ ہے کہ ''ایک بیوی پر اکتفاء یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنا مرد کی فطرت کے مقتضٰی سے پوری مطابقت نہیں رکھتا، لہٰذا ایسے شاق حکم پر آمادہ کرنے کی خاطر اس موقع پر ﴿ما ملكت أيمانكم﴾ اور ﴿ذلک أدنی أن لا تعولوا﴾ جیسے تسلیوں والے جملوں کے اضافے کی ضرورت ہے اور متعدد شادیاں چونکہ مرد کی فطرت کے مقتضٰی کے عین مطابق ہیں، لہٰذا اس حکم پر عمل شاق بھی نہیں، چنانچہ اس پر عمل کرانے کے لئے اس حکم کے بعد مزید کسی جملے کا اضافہ نہ فرمایا..... کہ ضرورت ہی نہ تھی۔

الغرض ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کے بعد ﴿ما ملكت أيمانكم﴾ اور ﴿ذلک أدنی أن لا تعولوا﴾ کا اضافہ خود اس کی علامت ہے کہ ایک پر اکتفاء والے مرد کو کچھ تسلیوں اور متبادل راستوں کی راہنمائی کی ضرورت ہے جو اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ ایک بیوی پر اکتفاء والا حکم معتدل مزاج اور نارمل صحت والے مرد پر بہت شاق ہے، اور اس قسم کی بات کے اس قسم کے ''اشارے'' میں ''سمجھنے والوں'' کے لئے متعدد نکاحوں کی واضح ترغیب ہے۔

بندہ نے یہ جو مذکورہ بالا گیارہ نکات ذکر کئے، ان میں سے بعض میں جہاں اس آیتِ مبارکہ سے مختلف طرح سے متعدد شادیوں کی ترغیب ہو رہی ہے نیز بعض میں ترغیب کے سوا کوئی اور علمی نکتہ ظاہر ہو رہا ہے تو ان سب باتوں سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو بے موقع اور بے محل استعمال ہوا ہو، جس کے باعث اس میں فصاحت و بلاغت کے نایاب موتی نہ چھپے ہوں اور یہ ایک ایسا کلام ہے جو مقتضیٰ حال کے عین مطابق ہونے کے باعث فصاحت و بلاغت کی ایسی انتہاء کو چھو رہا ہے کہ اس کی مثل پیش کرنے سے انس و جن واقعی عاجز ہیں۔

قرآنِ کریم کی ہر ہر آیت کے بلاغت کا ایسا ہی شاہکار ہونے کے باعث قرآن کا ببانگِ دہل یہ دعویٰ آج بھی پوری دنیا کو چیلنج کر رہا ہے کہ اس کلام جیسا کلام پیش کرنے سے لوگ عاجز ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن علی أن یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا﴾ (بنی إسرائیل)

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان وجنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں، تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اگرچہ ''ایک'' دوسرے کا مددگار بھی بن جائے۔''

اور یاد رکھیے کہ جیسے سارے انسان وجنات انفراداً واجتماعاً کلام اللہ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کلام، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسی طرح انسانوں کو زندگی گزارنے کا جو نظام اللہ تعالیٰ نے پیش کیا، سارے انس وجن انفراداً واجتماعاً اس کا متبادل نظام پیش کرنے سے بھی بالکل اسی طرح عاجز ہیں کیونکہ یہ نظام بھی اللہ تعالیٰ کا پیش کردہ نظام ہے۔

اور خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے عائلی اور خاندانی نظام چلانے کے لئے اور عورتوں کی شرح پیدائش کے لحاظ سے مردوں کی ان عورتوں کی طرف نکاح والی ایک خاص درجہ کی طلب پیدا کرنے کے لئے.....یعنی اس رسد طلب (Supply and Demand) میں توازن برقرار رکھنے کے لیے..... نیز زنا کا دروازہ بند کرنے اور عورتوں کے لئے عزت کے ساتھ مناسب کفالت کے انتظام وغیرہ جیسی حکمتوں کے حصول کے لئے متعدد شادیوں والا نظام پیش فرمایا ہے، ساری قوم کا ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والا نظام نہیں دیا۔

الغرض ''فانکحوا ما طاب''.....والی آیت بلاغت کے موتیوں کو ظاہر کر کے جیسے یہ سبق دے رہی ہے کہ اس جیسا کلام پیش کرنے سے لوگ عاجز ہیں کیونکہ یہ کلام، اللہ کا کلام ہے، اسی سبق میں یہی آیت یہ اشارہ بھی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عائلی اور خاندانی نظام چلانے کے لئے متعدد شادیوں والا جو نظام پیش کیا ہے اس جیسا نظام پیش کرنے سے بھی لوگ عاجز ہیں، کیونکہ یہ نظام بھی اللہ کا نظام ہے۔ پس ''فانکحوا ما طاب'' والی آیت بلاغت کے موتیوں کو ظاہر کر کے جس سبق میں جس اصولی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے یہی آیت اس سبق میں ایسا اُصولی اشارہ دے کر متعدد شادیوں کی واضح ترغیب بھی دے رہی ہے۔

فاغتنم هذا التحریر؛ فإن هذه من اثنتی عشرة نکتةً مما ورد علی قلب العبد الضعیف، ثم تتبعتها فی الکتب فوجدت أکثرها فی کتب الأکابر، فللّٰه الحمد علی الموافقة بالأکابر وأما اللتی لم أطلع علیها (وهو قلیل جدّا) فأرجو امن رحمة المنان: أن أطلع علیها أنا أو غیری فی حین من الأحیان، ومع ذلک کل ما ذکرت من اثنتی عشرة نکتة فهی مما لا یصادم أصلا من أصول الشرع، فلا ینبغی لعالم أن لا یلتفت إلیه فیترکه بغیر دلیل یخالفه حتی یجد دلیلاً یقتضی خلافه۔

وہ احادیث جن سے زیادہ بیویاں رکھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے

حدیث نمبر ①

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''النکاح من سنتی'' الحدیث۔

(رواہ ابن ماجہ وغیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نکاح میری سنت ہے۔''

یہ حدیث نصِ صریح ہے اس بات پر کہ جیسے پہلی شادی سنت ہے، دوسری، تیسری اور چوتھی بھی سنت ہے، بعض حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ ''اس حدیث سے صرف پہلی شادی کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے، لہٰذا جس نے ایک نکاح کرلیا تو سنت پر عمل ہو گیا، مزید شادیاں محض مباع کام ہوگا سنت پر عمل نہ کہلائے گا'' ان حضرات کا یہ دعویٰ درجِ ذیل امور کے باعث باطل ہے:

اس حدیث میں ''النکاح'' کے لفظ پر علی الاطلاق سنت ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، فقہ کا مشہور قاعدہ ''المطلق یجری علی إطلاقه'' کا تقاضا یہ ہے کہ اسے صرف پہلی شادی کے ساتھ مقید نہ کیا جائے، چنانچہ جب بھی کوئی شخص نکاح کرے گا خواہ پہلا ہو یا دوسرا، یہی کہا جائے گا کہ سنت پر عمل ہو رہا ہے، لہٰذا پہلا نکاح بھی سنت، پھر اگر کوئی زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خاطر اس عمل کو بار بار دہرانا چاہے تو دوسرا بھی سنت، تیسرا بھی سنت اور چوتھا بھی سنت ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''أربع من سنن المرسلین'' چار چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں: ''الحیاء، والتعطر، والسواک والنکاح'' یعنی حیاء، خوشبو کا استعمال کرنا، مسواک کرنا اور نکاح، تو جیسے بقیہ تین چیزیں یعنی حیاء کا مظاہرہ جب بھی ہوگا یا مسواک یا خوشبو کا جب بھی استعمال ہوگا تو یہی کہا جائے گا کہ پیغمبروں کی سنت پر عمل ہو رہا ہے، اسی طرح کوئی شخص جب بھی نکاح کرے گا تو یہ پیغمبروں والا کام کرکے شرعاً حوصلہ افزائی کا مستحق ہوگا، حوصلہ شکنی کا نہیں، جب تک بیک وقت چار سے زائد کی کوشش نہ کرے۔

حدیث (النکاح من سنتی) سے تعدد زوجات کی مخالفت میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ اگر کوئی ایک نکاح بھی نہ کرے تو وہ تارکِ سنت ہے، لہٰذا ایک نکاح کرنے پر وہ ترکِ سنت کے طعنے سے بچ جائے گا، خواہ دوسرا نکاح نہ کرے۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ قیام میں مطلق قراءت فرض ہے، جس کا ادنیٰ فرد ایک چھوٹی آیت ہے، چنانچہ کوئی اس قدر قراءت پر اکتفاء کرلے تو اسے تارکِ فرض (فرض کا ترک کرنے والا) نہ کہیں گے، مگر ساتھ ساتھ فقہاء کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حالتِ قیام میں جتنی لمبی سے لمبی قراءت بھی نمازی کرتا چلا جائے تو یہ تمام تر تلاوت بطورِ فرض ہی کے واقع ہو رہی ہے، یعنی چونکہ فرض، مطلق قراءت ہے اور اسے تلاوت کی کسی خاص مقدار کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا لہٰذا نمازی کی زبان سے ادا ہونے والی تمام تر قراءت، فرض قراءت کے طور پر ہی ادا ہو رہی ہوگی اور

جتنی لمبی قراءت کی جائے یہی کہا جائے گا کہ فرض ادا کرنے کا ثواب مل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی سورۂ فاتحہ کے فوراً بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا جائے تو اسے قراءت کے لیے دوبارہ قیام کی طرف لوٹنا ہوگا اور اس انتقال کو فرض سے واجب کی طرف انتقال کے بجائے فرض سے فرض ہی کی طرف انتقال کرنے والا کہا جائے گا، حالانکہ سورۃ فاتحہ پڑھنے سے فرض قراءت تو وہ ادا کر چکا ہے۔

اسی طرح ''النکاح من سنتی'' سے مطلق نکاح کا سنت ہونا ثابت ہو رہا ہے، لہٰذا جب کوئی شخص پہلا نکاح کرے تو وہ ترکِ سنت کے طعنے سے محفوظ ہو جائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ جب بھی نکاح کرے گا خواہ دوسرا تیسرا ہی کیوں نہ ہو، اسے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک سنت پوری (بلکہ اس زمانے میں زندہ) کرنے کا ثواب ملے گا۔

اور یہ جو ہم نے کہا کہ اگر کوئی صرف ایک بیوی پر اکتفاء کرلے تو تارکِ سنت نہیں، علی الاطلاق ایسا کہنا بھی درست نہیں، زیادہ سے زیادہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص تارکِ سنت مؤکدہ نہیں، ورنہ بیویوں میں تعدّد بذاتِ خود ایک مستقل سنت ہے اور یہ سنت سنتِ دینیہ ہے، سنت عادیہ نہیں، کیونکہ نکاح عبادت ہے، کما سیأتی إن شاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والا گو نفسِ نکاح کی سنت کا ترک کرنے والا نہیں البتہ متعدد بیویاں رکھنا جو بذاتِ خود ایک مستقل سنت ہے، اس کا تارک ضرور ہے گو کہ اس ترک سے قابل ملامت نہ ہو۔

اور یہ تفصیل بھی عام حالات میں ہے ورنہ اگر کسی کے لئے ایک بیوی اس طور پر کافی نہ ہو رہی ہو کہ ایک شادی کے باوجود اس کے لئے بے حیائی والے کام اور زنا وغیرہ سے بچنا مشکل ہو رہا ہو اور اس کا اپنے بارے میں یہ غالب گمان ہو کہ متعدد نکاح نہ کرنے کی صورت میں ان مذکورہ گناہوں میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے گا، یا کوئی عملی طور پر خدانخواستہ ان میں سے بعض گناہوں میں مبتلا ہو چکا ہو اور اسے یہ غالب گمان ہو کہ جب تک مزید ایک اور شادی نہ کروں گا ان گناہوں سے بچنا اس کے لئے بہت مشکل ہے تو ان صورتوں میں اس شخص کے لئے دوسری شادی واجب ہے بشرطیکہ کے متعدد بیویوں کے حقوق ادا کر سکتا ہو اور بے عدلی کا گمان نہ ہو، چنانچہ اگر ایسا شخص اپنی استطاعت کے بقدر ایک اور مزید شادی کی کوشش نہیں کرتا تو ایسا شخص، محض تارکِ سنت ہی نہیں بلکہ تارکِ واجب اور گناہگار ہے۔

اسی طرح یہ بھی جو ہم نے کہا دو تین شادیاں سنت ہیں، نہ کرنا گناہ نہیں تو اس زمانے میں علی الاطلاق ایسا کہنا بھی درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے خاندانی نظام چلانے کے لئے، عورتوں کی کفالت کے مناسب انتظام کے لئے، نکاح کے حق میں عورتوں کی طرف مردوں کی غیر معمولی طلب پیدا کرنے کے لئے، تاکہ اس ''طلب'' کے باعث نکاح کے حق میں عورتوں کی ایک خاص حد تک قدر و قیمت پیدا ہو، اور عورتیں طلب کی اس کمی کے باعث اپنی قدر و قیمت (Value) کھو کر مہر کے مطالبے کے بجائے الٹا جہیز دے دے کر شادیوں پر مجبور نہ ہوں۔

الغرض اس قسم کی حکمتوں کے حصول کے لئے شریعت نے متعدد شادیوں کا نظام دیا تھا اور طلاق اور زوجین کے حقوق سے متعلق بہت سے احکام بھی تعدد زوجات والے نظام کے لحاظ سے دیئے تھے، تو جب تقریباً ساری قوم ایک ایک بیوی پر اکتفاء کر کے بیٹھ جائے اور یہ ساری حکمتیں معطل ہو کر رہ جائیں، طلاق کے احکام میں جو حکمتیں تھیں اور یہ بات کہ کس حکم کے

ذریعے زوجین میں سے کسے ضرر پہنچانا مقصود تھا؟ تو جب یہ تمام مصلحتیں خلط ملط ہو کر اور بعض تو بالکل ہی معطل ہو کر رہ جائیں (جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے)، نیز جب پوری قوم ایک حلال کام کو عملاً حرام سمجھنا شروع کر دے تو پھر قوم کے لئے ان حالات میں بھی دوسری، تیسری شادی محض مستحب رہے گی یا اس کا حکم کچھ اور ہونا چاہیے.....؟ فی الحال یہ سوال یونہی چھوڑ کر آگے چلتا ہوں.....

حدیث نمبر ②

''انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی ازواج سے آپ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے، جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں تفصیلات بتائی گئیں تو ان تینوں نے اس عبادت کو (اپنے حق میں) کم سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم کہاں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کہاں؟ اللہ تعالیٰ کے نبی کی تو اگلی پچھلی سب (اجتہادی) خطائیں اللہ تعالیٰ پہلے ہی معاف فرما چکے ہیں۔ (لہٰذا ہمیں عبادت کی زیادہ ضرورت ہے)''

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں ہمیشہ کے لئے پوری رات نماز پڑھوں گا۔ (یعنی سوؤں گا نہیں)''

دوسرے نے کہا: ''میں ہمیشہ (نفلی) روزے رکھوں گا، ناغہ نہ کروں گا۔''

تیسرے نے کہا: ''میں عورتوں سے دور رہوں گا، لہٰذا کبھی بھی شادی نہ کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو ان تینوں کو بلا کر فرمایا:

''تم ہو وہ لوگ جنہوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ سنو! اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں مگر:

① ''میں تو روزے بھی رکھتا ہوں اور ناغے بھی کرتا ہوں۔''

② ''(رات کو تہجد کی) نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔''

③ ''عورتوں سے نکاح (بھی) کرتا ہوں۔''

④ ''پس جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے (یعنی میری امت سے) نہیں۔'' (رواہ البخاری)

دوسری شادی سے یہ کہہ کر اجتناب کرنا کہ: ''مجھے ضرورت نہیں.....''

اس حدیث میں درجِ ذیل بات خصوصیت سے قابل غور ہے:

وہ صحابی جنہوں نے ہمیشہ روزے رکھنے کا کہا تو ان صحابی نے دو باتیں کہیں تھیں:

ا ..... میں روزے رکھوں گا۔

ب ..... ''و لا أفطر'' ناغہ نہ کروں گا۔

ان صحابی کے جواب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہلی (یعنی روزے رکھنے) والی بات کو برقرار رکھا اور دوسری

بات یعنی ''ہمیشگی'' اور دائمی روزے کو پسند نہ فرماتے ہوئے اس دوسری بات پر ردّ فرمایا: چنانچہ فرمایا:

''ولکنی أصوم وأفطر'' یعنی میں بھی روزے رکھتا ہوں مگر (ہمیشہ نہیں) بلکہ ناغے کے ساتھ، یعنی ناغے بھی کرتا ہوں۔

اس طرزِ جواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ صحابی کے روزے رکھنے والی بات تو درست ہے، اس لئے کہ روزہ عبادت ہے اور عبادت میں اصل یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ کیا جائے جائے، البتہ اپنی صحت وغیرہ اور دوسرے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی اور عافیت کی خاطر اعتدال کا تقاضا ہے کہ ناغہ بھی کیا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں وہ طرز اختیار فرمایا جس سے صحابی کی بات پر بالکلیہ رد نہ ہو، لہٰذا فرمایا کہ ''میں بھی روزے رکھتا ہوں مگر (جب ضرورت محسوس ہو تو) ناغہ بھی کرتا ہوں۔''

اسی طرح وہ صحابی جنہوں نے فرمایا تھا کہ میں رات بھر تہجد پڑھوں گا تو انہوں نے بھی دو باتیں کہیں تھیں!

ا ..... ''اصلی'' ..... (ہمیشہ) نماز پڑھوں گا

ب ..... ''ولا رقد'' ..... ''کبھی'' آرام نہ کروں گا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کی بات پر بھی بالکلیہ رد نہیں فرمایا چنانچہ فرمایا: ''أصلی'' میں بھی (رات کو) نماز پڑھتا ہوں ''وأرقد'' (مگر آرام بھی کرتا ہوں) اس جواب میں بھی پہلے جواب کی طرح اس طرف اشارہ ہے کہ نماز چونکہ عبادت ہے اس لئے اس میں بھی اصل یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پڑھی جائے البتہ ضرورت ہو تو آرام بھی کرنا چاہیے۔

ان دونوں صحابی کو دیئے جانے والے دونوں جوابوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز اختیار فرمایا اس کا تقاضا تھا کہ تیسرے صحابی کو بھی اسی طرز پر جوب دیا جاتا، چنانچہ تیسرے صحابی نے بھی دو باتیں کہیں تھیں:

ا ..... ''اعتزل النساء'' ..... میں عورتوں سے دور رہوں گا۔

ب ..... ''فلا اتزوّج ابدا'' ..... کبھی نکاح نہ کروں گا۔

چنانچہ پہلے دو صحابہ کو جو جواب دیا اس میں نماز اور روزے والی بات کو باقی رکھ کر ہمیشگی کی نفی کی گئی، اس کا تقاضا تھا کہ تیسرے صحابی کو یوں جواب دیا جاتا:

''وأعتزل النساء أیضاً ولکن إن اضطررت، أتزوج۔''

یعنی یوں فرماتے کہ ''میں بھی عورتوں سے دور رہتا ہوں مگر جب ضرورت پڑے تو نکاح بھی کر لیتا ہوں۔''

مگر اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرزِ جواب مکمل بدل ڈالا اور صحابی کی بات ''أعتزل النساء'' (میں عورتوں سے دور رہوں گا) پر بالکلیہ رد کرتے ہوئے فرمایا: ''وأتزوج النساء'' (میں تو عورتوں سے نکاح کرتا ہوں)

اس طرزِ جواب میں زبردست تنبیہ اس بات کی طرف ہے کہ نماز میں تو اصل یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پڑھی جائے البتہ بوقتِ ضرورت آرام بھی کر لینا چاہیے، اسی طرح روزے میں بھی اصل یہ ہے کہ ثواب حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ رکھنے چاہئیں مگر بوقتِ ضرورت ناغہ بھی کرنا چاہیے، مگر نکاح میں اصل حکم یہ نہیں کہ عورتوں سے دور رہا جائے اور جب ضرورت

پڑے تو نکاح کرلیا جائے، بلکہ نکاح (چونکہ عبادت ہے اس لئے نماز روزے کی طرح اس) میں بھی اصل یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ کئے جائیں، ہاں کوئی مجبوری لاحق ہو تو اس میں کمی کی جائے یا بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

اس طرز میں ان لوگوں پر زبردست تنبیہ ہے جو دوسری شادی سے یہ سوچ کر اجتناب کرتے ہیں کہ انہیں ضرورت کیا ہے دوسری شادی کی.....؟ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ جس نے برسہا برس سے ''ایک'' پر اکتفاء کیا ہوا ہے اس سے پوچھنا چاہیے کہ آپ کو کیا مجبوری ہے کہ اب تک دوسری نہیں کی.....؟ جیسا کہ ارشاد ہے: اگر تمہیں (ایک عارضہ لاحق ہو یعنی یہ) خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک پر اکتفاء کرو۔ الآیۃ

اس حدیث میں نکاح کی کیسی زبردست ترغیب ہے، خصوصاً ان لوگوں کو جو اس نیک جذبے سے ایک یا ایک سے زائد نکاحوں سے اجتناب کئے بیٹھے ہیں کہ اس صورت میں ہم شاید عبادت وغیرہ زیادہ کرکے یا دین کے دوسرے کاموں کیلئے زائد وقت نکال کر اللہ تعالیٰ کو زیادہ راضی کرلیں گے، صحابی کا بھی یہی خیال تھا کہ نہ شادی کروں گا اور نہ ہی بیوی بچوں کے جھگڑوں اور نان نفقے کی فکر میں پڑوں گا، اور خواہشِ نفسانی پر مکمل قابو پانے کا ''اضافی ثواب'' حاصل کرتے ہوئے زائد وقت نکال کر ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کی خدمات میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ کی زائد رضا حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر انکار سے قبل بطورِ تمہید جو الفاظ ارشاد فرمائے، ان الفاظ سے مذکورہ بالا جذبے کے تحت نکاح سے اجتناب کرنے والوں کو تنبیہ کا عنوان اور سخت ہوجاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابتدائی کلمات فرمائے یعنی ''أما واللہ إنی لأخشاکم للہ وأتقکم لہ'' (سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں)، ان الفاظ کے ذریعے آپ گویا یوں تنبیہ فرمارہے ہیں:

> ''میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، جس کے باعث روزے اور نماز میں تم زیادہ رغبت رکھتا ہوں، حتیٰ کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، پھر جسمانی قوت مجھ میں تم سب سے زیادہ، چاہوں تو ساری رات نماز پڑھتا ہوں اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سوؤں، ہمیشہ روزے رکھوں اور ناغہ نہ کروں مگر صحت کو مسلسل روزوں اور نمازوں سے وہ نقصان بھی نہ ہو جس نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے، پھر عبادت کے لئے اور دین کی خدمات (مثلاً جہاد، وعظ، نصیحت وغیرہ) کے لئے بیوی بچوں کی فکر سے مکمل آزاد ہوکر ہمہ تن ان تمام کاموں میں مشغولیت کا جذبہ بھی مجھ میں تم سے سب سے زیادہ ہے، چاہوں تو اس بنا پر نکاح سے مکمل اجتناب کئے رہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور خشیت اتنی کہ نکاح سے ساری عمر مکمل کنارہ کشی اختیار کرکے بھی کبھی کسی گناہ کا ارادہ تک پیدا نہ ہو، جبکہ تمہیں معصیت کا خوف بھی مجھ سے زیادہ ہے۔
>
> الغرض ان تمام کاموں کا جن کا تم نے ذکر کیا سب سے زیادہ دواعی (اسباب) مجھ میں موجود ہیں اور جن نقصانات کا ان کاموں کے ذریعے تمہیں خطرہ ہے تو ان نقصانات کا مجھے اس درجہ خطرہ بھی نہیں، مگر اس کے باوجود میں تو رات کی نماز بھی پڑھتا ہوں، آرام بھی کرتا ہوں، روزے پر روزے بھی رکھتا

ہوں اور ناغے بھی کرتا ہوں، اور تم دینی جذبے کے باعث یہ کہتے ہو کہ ''ہمیشہ عورتوں سے دور رہو گے'' مگر میں تو عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، ''فمن رغب عن سنتی فلیس منی'' پس جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

قال المفتی الأعظم سابقا فی السعودیة العربیة سماحة الشیخ عبدالعزیز بن عبدالله بن باز حین سئل عنه: الأصل فی الزواج التعدد أم الواحدة؟ فأجاب أن التعدّدهو الأصل فی الإسلام

[واستدل بالحدیث بالمذکور حیث قال:] "... (وقال النبی صلی الله علیه وسلم... وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی) وهذا اللفظ العظیم یعم الواحدة والعدد۔ والله ولی التوفیق... عبدالعزیز بن عبدالله بن باز۔

www.ala7abah.com/upload

دینی جذبے کے تحت دوسری شادی سے اجتناب قبیح عمل ہے

یاد رکھئے اگر کوئی شخص صرف ایک نکاح پر اکتفاء کرے یا سرے سے نکاح ہی نہ کرے تو محض ایسا کرنے والا شخص اس وعید کا مستحق نہیں، جو وعید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فمن رغب عن سنتی فلیس منی'' (کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں) جیسے الفاظ سنائی ہے۔

کیونکہ حدیث کے سیاق وسباق میں غور کریں تو اس سیاق وسباق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی اپنی سنت قرار دیا وہ تہجد پڑھنا یا آرام کرنا، اسی طرح روزے رکھنا یا روزوں میں ناغہ کرنا، نیز نکاح سے اجتناب کرنا یا نکاح کرنا وغیرہ نہیں، بلکہ اس حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غلو فی الدین'' (اللہ کو راضی کرنے کے شوق میں اعتدال سے تجاوز) کو سنت کی مخالفت قرار دے کر ایسے شخص کو ''فلیس منی'' (وہ مجھ سے نہیں) کی وعید سنائی ہے اور اس حدیث میں غلو فی الدین (دین میں زیادتی) جس چیز کو قرار دیا گیا ہے وہ یہ بات ہے کہ یہ نظریہ اور یہ سوچ رکھ کر نکاح یا نکاحوں سے اجتناب کیا جائے کہ شاید اس کام سے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ خوش ہوں گے۔ جیسے کوئی شخص آرام کا خیال کئے بغیر یہ نظریہ اور یہ سوچ کے روزے پر روزے رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس عبادت کے ذریعے مجھ سے خوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص اس وجہ سے متعدد نکاحوں سے اجتناب کرتا ہے کہ اسے مثلاً کوئی عذر ہے یا کسی بھی وجہ سے ہلکا پھلکا اور بیوی بچوں کی فکر سے آزاد رہ کر زندگی گزارنے کے شوق میں ایسا کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی گناہ کا خطرہ ہے تو ایسا شخص وعید کا مستحق نہیں گو کہ مکمل کنارہ کشی کی صورت میں ہمارے فقہاءِ حنفیہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ کا تارک بن کر مستحق ملامت ضرور ہے۔

البتہ جو شخص زائد بیویاں رکھنے سے اجتناب کسی دینی جذبے سے اور ''اچھی نیت'' سے کرے گا اور اپنی اس..... ''اچھی نیت''..... ''اچھی سوچ''.....اور..... ''اچھے جذبے''..... کی بنیاد پر یہ سمجھے گا کہ دوسری شادی نہ کر کے وہ زیادہ اچھا کام کر رہا ہے تو ایسے لوگوں کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے تردید فرمائی کہ چونکہ میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہوں لہٰذا ایسا شخص گویا خود کو مجھ سے بھی زیادہ پرہیز گار سمجھتا ہے، تو ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہوں بلکہ یہ لوگ اپنی عقل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ترجیح دے کر رسول کے طریقے اور تعلیمات کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتے ہوئے نبی کی سنت سے اعراض کر رہے ہیں اور جو شخص رسول کے طریقے کے خلاف چلے گا، تو وہ پیغمبر کے راستے پر نہیں۔ الغرض اس حدیث میں درحقیقت ان حضرات پر رَد ہے جو نکاح سے اجتناب..... یا.....اس میں تاخیر..... یا.....ساری عمر ایک زوجہ پر اکتفاء کرتے ہیں، اور اس عمل کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

قال العلامة الشوكاني رحمه الله تعالىٰ تحت هذا الحديث: ''أراد صلى الله عليه وسلم أن التارك لهديه القويم المائل ألى الرهبانية خارج عن الاتباع إلى الابتداع۔'' (نيل الأوطار، ٦/٢٣٠)

شریعت کے متعین کردہ طریقے میں دین کا فائدہ زیادہ ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو اعتدال قرار دیتے ہوئے اس کی ترغیب دی نتیجہ اور انتہاء کے اعتبار سے اسی اعتدال میں دین کو فائدہ زیادہ ہیں، کیونکہ اسلام صرف کسی مخصوص عبادت کا نام نہیں، جیسے وہ شخص جو اپنے آرام اور صحت کا لحاظ کئے بغیر رات بھر نمازیں اور مسلسل روزے رکھتا ہے، وہ وقتی طور پر اپنے اعمال میں کچھ نماز اور روزوں کا اضافہ تو کر لے گا مگر بالآخر اپنی صحت کو نقصان پہنچا کر دوسرے دینی اور دنیوی حقوقِ واجبہ مثلاً بیوی بچوں کی خبر گیری اور صلہ رحمی وغیرہ میں کوتاہی کر بیٹھے گا جس پر ایک دوسری صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو اس سے زیادہ واضح الفاظ میں تنبیہ فرمائی جو رات بھر عبادت میں مشغولیت کے باعث اپنی زوجہ کو وقت نہ دیتے تھے، چنانچہ ان کو یوں تنبیہ فرمائی: ''تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور زوجہ کا بھی حق ہے۔''

علماء کے دینی خدمت میں مشغولیت والے جذبے سے متاثر ہو کر فطرت عورتوں کی شرح پیدائش کم نہیں کر دیتی

اسی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ نکاح یا نکاحوں سے اجتناب کر کے کوئی بھی شخص ہمہ تن تدریس، وعظ و نصیحت، افتاء یا عباداتِ نافلہ وغیرہ مشغولیت کے باعث وقتی طور پر کچھ دین کا کام تو زیادہ کر لے گا یا تعلیم کے دوسرے شعبوں سے منسلک ہو کر ملک و قوم کی وقتی طور پر کچھ ترقی کا سبب تو بن جائے گا، مگر ان حضرات کے اس عمل کے نتیجے میں ان کثیر مسلمان عورتوں کا بیڑا غرق ہونا شروع ہو جائے گا جن کی عزت و ناموس کی حفاظت اور معاشی کفالت متعدد شادیوں کی سنت کے عمل پر موقوف تھی۔

یورپ اور امریکا نے ترقی کیا کم کی ہے؟ مگر ترقی کی دور میں خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر دیا۔ بلوغت سے لے کر موت تک ایک ایک عورت سینکڑوں مردوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہے، مگر عزت کے ساتھ بیوی بنا کر رکھنے اور پھر ساری زندگی خود اس عورت کی اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی باعزت کفالت کے لئے کوئی مرد تیار نہیں ہوتا۔

یاد رکھئے! فطرت کسی کے ذاتی جذبات سے بالکل متاثر نہیں ہوتی۔ اب کسی قوم کے علماء اگر یہ سوچ کر ایک بیوی پر قناعت شروع کر دیں کہ اس صورت میں ہم اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کا کام زیادہ کر لیں گے تو اگر فطرت ان حضرات کے اس جذبے سے متاثر ہو کر ان کی قوم میں، بلکہ ان کی اپنی ہی اولادوں میں عورتوں کی شرحِ پیدائش کم کر دیتی تو پھر تو اس جذبے سے ایک بیوی پر قناعت کیے رہنا شاید کچھ اچھا کام ہوتا، مگر ایسا ہوتا نہیں اور فطرت ایسے جذبات سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر عورتیں اسی حساب سے پیدا کرتی چلی جاتی ہے جس حساب سے اس نے مردوں کے دل میں عورتوں سے نکاح والی رغبت رکھی، کیونکہ فطرت کا دعویٰ ہے: {إنا كل شيء خلقناه بقدر} الآیۃ۔

''ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے (مناسب مقدار میں) پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ اپنے اندازوں اور اصولوں میں لوگوں کی ''رسومات''، ''مزاج''، ''مہنگائی'' اور ''مصروفیات'' اور ''جذبات'' کی بناء پر تبدیلی نہیں فرماتے..... کیا کبھی ایسا ہوا کہ کسی شخص کی مصروفیات کی وجہ سے فطرت نے اس سے بھوک کی خواہش اور ضرورت اس لئے چھین لی ہو کہ اس بے چارے کے پاس کھانا کھانے کی ''فرصت'' نہیں.....؟؟؟

پس جس طرح بھوگ لگنا ایک فطری عمل ہے، اسے ختم کرنے کے لئے وقت بہر حال نکالنا پڑتا ہے بلکہ اس کام کے لئے وقت نکالنے کو بقیہ تمام کاموں پر ترجیح دی جاتی ہے، بالکل اسی طرح قوم کی عورتوں اور خود اپنی آل اولاد میں پیدا ہونے والی بیٹیوں کی باعزت شادیوں جیسی اہم فطری ضرورت کے لئے وقت نکالنا بھی بقیہ تمام کاموں پر مقدم ہے، کیونکہ یہ سوچ کر شادیوں سے اجتناب کرنے والی قوم کہ کون بیویوں کے حقوق اور پھر پیدا ہونے والی کثیر اولاد کی ذمہ داریاں اپنے ''سَر'' لے.....؟ اس سے بہتر ہے کہ ایک آدھ بیوی اور ایک آدھ بچے پر اکتفاء کر کے اپنے کاروبارِ زندگی یا عبادت اور خدماتِ دینیہ میں اطمینانِ قلب اور سکون سے مشغول رہنا چاہیے، چنانچہ اس جذبے سے متعدد شادیوں سے کرنے والی قوم میں جس کی بیٹیاں کثرت سے ہو جائیں تو ایسے لاکھوں افراد کو بچیوں کی شادیوں کی فکر اور ان کے لئے مناسب داماد کی تلاش ایسی تشویش (ٹینشن) میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہے کہ اس قوم میں اطمینانِ قلب کے ساتھ عبادت اور کاروبارِ زندگی وغیرہ کا سارا مزہ آہستہ آہستہ..... کِرکِرا..... ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

کتنے ہی اہلِ علم ہیں جو دوسری شادی کے مخالف ہیں کہ اس سے اطمینانِ قلب کے ساتھ دینی خدمت میں مشغولیت نہیں رہ سکتی، مگر اپنی ہی پانچ پانچ، چھ چھ بیٹیوں کے رشتوں کے حصول میں جب مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو یہ فکر انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے۔

ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ ابن تیمیہ اور امام نووی رحمہما اللہ تعالیٰ نے خود کو ساری عمر دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا تھا اور اسی وجہ سے نکاح بھی نہ کیا، میں نے جواب میں کہا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑے بزرگ تھے مگر آپ کے والدِ

محترم شہاب الدین اور دادا محترم مجدد ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بڑے عالم تھے، اگر خدانخواستہ وہ اور امام نووی کے والد بھی اس جذبے کے باعث نکاح نہ کرتے تو ان کی اولاد میں ابن تیمیہ اور امام نووی رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے عالم پیدا نہ ہوتے۔ فَبُهِت الذی خَبر۔

ہندوستان کے مسلمان اگر زیادہ بیویاں رکھتے تو.....

کچھ دن قبل ہندوستان سے ایک عالمِ دین تشریف لائے اور بتانے لگے کہ 1947ء میں انڈیا میں مسلمانوں کی آبادی پانچ کروڑ تھی اور اب مسلمانوں کی آبادی 30 کروڑ تک پہنچ چکی ہے، مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی آبادی سے نہ صرف ہندوستان پریشان ہے بلکہ یورپ وامریکا کے پیٹ میں بھی شدید مروڑ اٹھنا شروع ہوگیا ہے، کہنے لگے کہ اس آبادی کے باعث مسلمانوں کے ووٹ کی اہمیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مسلمانوں کو اعتماد میں لئے بغیر کسی بھی سیاسی جماعت کے لئے الیکشن میں کوئی قابلِ ذکر کامیابی ممکن نہیں۔

میں نے ان عالم سے عرض کیا کہ اگر مسلمان اہم کاموں میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے پیش کردہ خاندانی نظام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش (کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا) کو علی وجہ الکمال پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خاطر متعدد شادیاں کرتے رہتے تو مسلمانوں کی آبادی کم از کم تین گنا زائد یعنی 90 کروڑ تو ہوتی، اور متعدد شادیوں میں مشغولیت کے باعث بالفرض اگر کچھ دینی و دنیوی وقتی نقصانات ہو بھی جاتے، مگر کم از کم نوے کروڑ کی آبادی عالمی دنیا میں اس بات پر مہر ثبت کر دیتی کہ اب مسلمانوں کو مکمل اعتماد میں لئے بغیر ہندوستان میں کوئی حکومت پوری طرح کامیاب تو کیا، کامیابی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی، نیز ان نوے کروڑ میں نامعلوم کیسے کیسے اعلیٰ دماغی صلاحیتوں والے علماء، واعظین اور تعلیم کے دوسرے شعبوں سے منسلک ایسے مسلمان بھی پیدا ہوتے کہ جن میں بسا اوقات کوئی ''ایک'' ہی قوم کی ایسی خدمات سرانجام دیتے ہوئے دنیا سے چلا جاتا ہے کہ سب مل کر بھی شاید ایسی خدمات نہ ادا کر سکتے۔

اور آبادی کی اس کثرت کے نتیجے میں ہندوستان میں اسلامی اقدار وغیرہ کی حفاظت کے ذریعے اسلام کو نقصان سے بچا کر جس طرح اسلام کی خدمت ہوتی، یہ خدمت اس خدمت سے ہزارہا گنا زائد ہوتی جو متعدد شادیوں سے اجتناب کی صورت میں کی جاتی۔

عربوں میں اگر ایک بیوی کا رواج ہوتا تو.....

اگر فلسطین کے عرب مسلمانوں میں علماء یا عام مسلمان خدانخواستہ یہ سوچ کر ایک بیوی پر اکتفاء کرتے کہ اس صورت میں اطمینان کے ساتھ کاروبارِ زندگی یا مثلاً درس وتدریس، افتاء ووعظ ونصیحت وغیرہ میں مشغولیت اور خانقاہوں میں سلوک کے منازل کا سلسلہ اعلیٰ وارفع طریقے سے چلتا رہے گا یا بچے کم ہوں گے تو اچھے اسکولوں میں پڑھ سکیں گے اور ان کی ترتیب بھی پوری توجہ کے ساتھ ہوگی، زیادہ ہوگئے تو پوری توجہ نہ ہونے کے باعث یا فسادِ زمان کی وجہ سے بگڑ جائیں گے اور ''بگڑے ہوئے دس بچوں سے تربیت یافتہ دو بچے ہی اچھے.....'' الغرض ایسی باتیں سوچ کر یا ''فسادِ زمان'' کے سبب بچوں

کے بگڑ جانے کے خوف کے باعث بچوں کی کثرت کو ناپسند سمجھتے ہوئے اگر فلسطین کے عرب مسلمان متعدد شادیوں والی سنت کو قائم نہ رکھتے، تو فلسطین میں مسلمانوں کی غیر معمولی آبادی کی وہ شرح ہرگز نہ ہوتی جو الحمدللہ آج قائم ہے اور یہودی مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی آبادی کی سخت کمی کے باعث جس بوکھلاہٹ کا شکار ہیں، ایسا نہ ہوتا بلکہ یہ یہود اس مقدس سرزمین پر اپنا تسلط قائم کر کے یہاں اسلام اور اسلامی روایات کا ایسا ستیاناس کر چکے ہوتے کہ اطمینانِ قلب کے ساتھ ''سلوک کے منازل'' طے کرنے کا سارا فلسفہ ملیامیٹ ہو گیا ہوتا اور فسادِ زمان کے شر سے مکمل طور پر محفوظ تھوڑے سے بچے اور ان کی قلیل، مگر تربیت یافتہ نسل.....، تربیت یافتہ ہونے کے باوجود یہودیوں کی نسل کشی کی مہم کی بھینٹ چڑھ چکی ہوتی۔

مگر عربوں کی متعدد شادیوں والی روایات اور اس بنا پر مسلمانوں کی کثیر آبادی کے باعث اب ایسا کرنے کے لئے یہودیوں کو غیرت مند فلسطینی مسلمانوں کے سامنے لوہے کے چنے چبانے پڑ رہے ہیں۔

کیونکہ دشمنانِ خدا کے پاس طاقت اور قوت کا استعمال کر کے مسلمانوں کی ہر تدبیر کا علاج موجود ہے، البتہ مسلمانوں کا اپنے ملک اور دین و مذہب کے دفاع کے لئے جذبۂ جہاد کا مقابلہ کرتے ہوئے اور آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باعث مسلمانوں کی کثرت سے پیدا ہونے والی اولاد کو پے در پے ٹھکانے لگا کر پوری روئے زمین پر حکومت کے خواب دیکھنا ان کے بس میں نہیں۔

ایک پادری کا اعتراف

یہود و نصاریٰ عربوں کی دھڑا دھڑ شادیوں اور اس بنا پر ہونے والی ان کی کثیر اولاد سے کتنے پریشان ہیں؟ اس کا کچھ انداز پادری نوید ملک صاحب کی درجِ ذیل تحریر سے لگائیں، پاکستان کے یہ پادری صاحب اپنی ''دینی خدمات'' کے باعث امریکا کی دو یونیورسٹیوں سے دو مرتبہ اعزازی ڈگریاں لے چکے ہیں اور اہلِ کلیسا کی طرف سے انہیں سولہ ایوارڈ مل چکے ہیں، اپنی کتاب ''گردن پہ لہو'' جس میں انہوں نے عیسائیوں کو بہت جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، اس کتاب میں ''عیسائیت کو درپیش چیلنج'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

پہلا بڑا چیلنج

ہمارے وطن عزیز میں ننانوے فیصد لوگ مسیحی نہیں..... لاتعداد لوگ جہنم کی نظر ہو رہے ہیں اور یہ سب سے بڑا چیلنج ہے، جو کلیسا کو درپیش ہے، پاکستان میں ہزاروں ایسے چھوٹے بڑے علاقے میں ہیں جہاں ابھی تک روحانی تاریکی ہے اور انجیل ابھی تک وہاں پہنچی ہی نہیں ہے، ان علاقوں میں نور بن کر چمکنا ہر مسیحی کا فرض ہے۔'' صفحہ ۷۰، مزید لکھتے ہیں:

چوتھا بڑا چیلنج

یہ ہے کہ دین اسلام بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اور یہ کنورشن (مذہب کی تبدیلی) کے اعتبار سے بھی اور تعداد کی شرح کے اعتبار سے بھی بڑھ رہا ہے۔ اسلام یورپ کے ممالک میں دوسرا بڑا مذہب

ہے جو نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے، یورپ میں جو کالے لوگ ہیں وہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں.....دوسری بات یہ ہے کہ یورپ میں مسیحی کہتا ہے کہ ''ایک بیوی اور دو بچے'' جبکہ میرے مسلمان بھائیوں کی تعداد میں شرحِ پیدائش کے اعتبار سے بھی کافی اضافہ ہو رہا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اولاد خدا کی طرف سے برکت ہے جس وجہ سے وہ یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرنا برکت کی بات سمجھتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی وقت یورپ میں مسلمان بھائیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ مسیحیوں کو ہاتھ دھونے پڑیں۔ (صفحہ ۱۷)

حدیث نمبر ③: نکاح سے دور بھاگنا پادریوں کی سنّت ہے

ترجمہ: ''ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جن کا نام عکاف بن بشر تھا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟'' فرمایا: ''نہیں'' پوچھا: ''کوئی باندی؟'' فرمایا: ''نہیں'' رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرمایا: ''کیا تم مالدار بھی ہو؟'' فرمایا: ''ہاں''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو تنبیہ کے لئے جہاں دوسری باتیں فرمائیں وہاں ایک یہ بھی کہ ''اگر تم عیسائیوں میں ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے'' پھر فرمایا: ''ہماری سنت (اور ہمارا طریقہ) تو نکاح ہے۔''

قلت: ورواه عبدالرزاق عن محمد بن راشد عن مكحول عن عضيض بن الحارث عن أبي ذر، كما في الإصابة: (۴/۲۵۷) فذكر الواسطة وعضيض هذا مختلف في صحبته كما في التقريب: ص ۱۶۸، فالحديث محتج به، وله طرق عديدة، كما يظهر من الإصابة، لا يخلو كلها من ضعف واضطراب، ولكن مجموع الطرق قد جعل الحديث صالحا للاحتجاج به، وفيه تصريح بكون النكاح سنة...

(إعلاء السنن: ۱۱/۵)

اس حدیث میں اصل تنبیہ تو اس پر ہے کہ نکاح کے بغیر زندگی نہ گزاری جائے مگر (لو كنت في النصارىٰ كنت في رهبانهم) میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نکاح سے دور بھاگنا عیسائیوں کا طریقہ ہے، جو جتنا دور بھاگے گا عیسائی اس سے اتنا ہی خوش ہوں گے، اگر کوئی چار کے بجائے تین شادیاں کرے تو عیسائی تھوڑا سا خوش ہوں گے کہ غنیمت ہے ''چار'' نہیں کیں، اگر صرف دو پر اکتفاء کرے تو تھوڑا اور خوش ہوں گے اور اگر کوئی ایک شادی بھی نہ کرے تو عیسائی خوشی میں ایسے پاگل ہو جائیں گے کہ ایسے شخص کو معاشرے میں عام افراد سے ہٹ کر بہت اونچا مقام دلانے کی کوشش میں اسے باقاعدہ ''راہب''

قرار دیتے ہوئے عقیدت میں اس کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اس سے تعویذ گنڈے لینا شروع کر دیں گے۔

عیسائیت میں پادری کی ڈگری اسی کو دی جاتی ہے جو شادی نہ کرے اور خود کو ساری عمر کیلئے عیسائیت کی تبلیغ اور دین کی خدمات کے لئے وقف کر دے، مگر جب اس فلسفے پر عمل کے باعث بہت سے پادریوں نے دین کے ساتھ ساتھ ''دین والیوں'' کی بھی کچھ ایسی اضافی اور ''متعدی خدمات'' شروع کر دیں جس سے بہت سے پادریوں کو شرم سے سر جھکانا پڑا تو عیسائیوں کو اس قانون میں کچھ ردّ و بدل کرنا پڑا، چنانچہ سنا ہے کہ آج کل پادریوں کو بھی شادی کی اجازت دے دی گئی ہے، مگر اس کیلئے اب بھی غالباً مستحب یہی ہے کہ نہ کرے۔

ایک تنبیہ

حدیث مذکور میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عکاف سے یہ سوال کہ ''کیا تم مالدار بھی ہو؟'' اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ اگر کوئی شخص غریب ہے تو اسے ایک متعدد نکاحوں کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال صرف نکاح نہ کرنے کی قباحت وشناعت کو مزید بڑھانے کے لئے تھا، کہ مالدار شخص کو نکاح میں رغبت زیادہ ہوتی ہے اور اس کے لئے رشتے کا حصول آسان ہوتا ہے نیز ایک متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی بھی اس کے لیے غریب کی نسبت آسان ہوتی ہے ورنہ اس پر تفصیلی کلام گزر چکا کہ غربت تو شرعاً نکاح میں رکاوٹ نہیں بلکہ بعض اعتبار سے نکاح پر مزید ابھارنے کا سبب ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ رشتہ کی تلاش اپنی مالی حیثیت ملحوظ رکھے، تاکہ متعدد بیویوں کا واجب حق باآسانی ادا ہو سکے، جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا۔

حدیث نمبر ④

عن عائشة رض الله تعالٰی عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أعلنوا هذا النكاح، واجعلوه فی المساجد، واضربوا علیه بالدفوف۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح علی الاعلان کیا کرو اور اسے مسجد میں منعقد کیا کرو اور اس پر (اعلان واظہارِ خوشی کی خاطر) دَف پیٹا کرو۔

اس حدیث میں نکاح کو مسجد میں منعقد کرنے کا حکم دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نکاح کا معاملہ عام معاملات سے جدا ہے، عام دنیوی معاملات مسجد میں جائز نہیں، نکاح کے مسجد میں انعقاد کے حکم کی ایک علت اعلانِ نکاح ہے مگر فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق یہ حکم اس بات کی بھی واضح علامت ہے کہ نکاح عبادت ہے اور جیسے یہ حدیث پہلے نکاح کے مسجد میں مستحب ہونے پر دلالت کر رہی ہے..... دوسرے، تیسرے اور چوتھے نکاح کا مسجد میں استحباب اور پسندیدہ ہونا بھی اسی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے، اور نہ ہی عملاً ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی صاحب دوسری شادی کے لئے مسجد کا انتخاب کریں تو مولوی صاحب انہیں یہ کہہ کر باہر نکال دیتے ہوں کہ صرف پہلا نکاح مسجد میں سنت ہے، دوسری، تیسری شادی کے لئے کوئی شادی ہال تلاش کیجئے.....، ثابت ہوا کہ مسجد میں نکاح کی ترغیب کی وجہ سے پہلا نکاح عبادت ومقدس عمل ٹھہرا تو اسی دلیل سے

دوسرا، تیسرا اور چوتھا نکاح بھی عبادت اور مقدس ومبارک عمل ٹھہرا۔

نیز نکاح سے قبل انتہائی اہتمام کے ساتھ خطبہ پڑھا جاتا ہے، یہ خطبہ سنت ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حج جیسی عظیم عبادت میں میدانِ عرفات میں خطبہ دیا، پھر جمعہ کی مقدس نماز جس کی فضیلت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے، اس سے قبل خطبے کا اہتمام فرمایا، عیدین کے مقدس دنوں میں عید کی نماز کے بعد خطبوں کا اہتمام فرماتے ہیں، اسی طرح اس اہتمام کے ساتھ نکاح سے قبل اپنے عمل سے آپ نے خطبہ کو مسنون قرار دے کر بھی اس طرف واضح اشارہ فرمایا دیا کہ نکاح بھی عبادت اور مقدس عمل ہے اور جیسے خطبہ پہلے نکاح میں مسنون ہے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے نکاح میں بھی بالکل اسی طرح مسنون ہے، ثابت ہوا کہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا نکاح بھی محض ایک مباح کام نہیں بلکہ ایک بہت ہی مقدس عمل اور عبادت ہونے کی وجہ سے باعثِ ثواب کا کام ہے۔

قال العلامة ظفر أحمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ تحت هذا الحديث... فإن النكاح له شبه عظيم بالعبادات دون المعاملات؛فإن فيه الخطبة بالاهتمام،ولم تروا الخطبة من فعل النبی صلی الله عليه وسلم والصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم فی حاجة غير النكاح، وإن كانت جائزة... واقتصر فی الفتح(۳/۱۰۲) على الجواب الأول، فقال: ويستحب عقد النكاح فی المسجد؛ لأنه عبادة وكونه يوم الجمعة...اهـ.(إعلاء السنن:۱۱/۵)

حدیث نمبر ⑤

قال النبی صلی الله عليه وسلم: "تزوجوا الودود الولود؛ فإنی مكاثر بكم الأمم" رواه ابوداود وغيره۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو، کیونکہ بروزِ محشر میں تمہاری کثرت کے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

''ودود'' اور ''ولود'' دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں، ''ودود'' کا معنی ہے ''شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنے والی'' اور ''ولود'' کا معنی ہے ''بہت کثرت سے بچے جننے والی'' اور عورت کے خاندان کی دوسری عورتوں کے حالات سے نکاح سے قبل ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ فلاں خاندان کی عورتیں اپنے شوہروں سے بہت محبت کرتی ہیں اور صحت مند ہونے کی وجہ سے بچے بھی کثرت سے جنتی ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ''ولود'' سے پہلے ''ودود'' کا ذکر بطورِ تمہید کے ہے، وجہ اس کی یہ بیان فرمائی کہ میاں بیوی میں محبت کثرتِ جماع کا سبب بنتی ہے اور جماع کی کثرت اولاد کی کثرت کا سبب ہے۔

قال فی عون المعبود: الودود التی تحب زوجها، الولود أی التی تكثر ولادتها،

وقيد بهذين؛ لأن الولود إذا لم تكن ودودا، لم يرغب الزوج فيها، والودود إذا لم تكن ولودا، لم يحصل المطلوب وهو تكثير الأمة بكثرة التوالد... فإني مكاثر... أي مفاخر بكم الأمم لكثرة أتباعي۔ (عون المعبود ج:ص:۳۳)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عورت سے نکاح کی ترغیب دی اس میں دو قیدوں کا ذکر فرمایا:

① ودود (محبت کرنے والی)

② ولود (کثرت سے بچے جننے والی)

وجہ اس کی یہ ہے کہ کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورت اگر ودود (محبت کرنے والی) نہ ہو تو شوہر کو اس عورت میں (جماع کی) رغبت نہ ہوگی [اور اولاد کی کثرت نہ ہو سکے گی] اور اگر بیوی محبت کرنے والی تو ہو مگر ولود (کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت اس میں) نہ ہو تو محبت سے جو مقصود ہے یعنی کثرت سے بچے پیدا کرنا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں (غیر معمولی) کثرت کا سبب بننا تو یہ مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔'' (عون المعبود، ص:۳۳)

اس حدیث کا مفصل بیان تو اولاد کی کثرت کے فضائل اور اس کے دینی و دنیوی فوائد کے عنوان سے ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا، ابھی اس حدیث کو صرف متعدد شادیوں کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے ذکر کیا وہ اس طرح کہ ''ودود'' اور ولود'' سے نکاح کی ترغیب کی اصلی وجہ اولاد کی شرحِ پیدائش بڑھانا ہے، تو جس کام کا اقدام اولاد کی کثرت کا اس سے بھی زیادہ سبب بن سکتا ہو وہ کام اسی حدیث کی روشنی میں بطریق اولیٰ (یعنی بطریق دلالۃ النص) مرغوب و پسندیدہ ہوگا۔

چنانچہ ایک بیوی جو ''ودود'' بھی ہو اور ''ولود'' بھی، اولاد کی کثرت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ سلم کے لئے بروزِ قیامت اتنا باعثِ افتخار نہیں بن سکتی جتنا چار ''غیر ودود'' اور ''غیر ولود'' بیویاں بن سکتیں ہیں اور اگر چاروں ہی بالفرض ودود بھی ہوں اور ولود بھی ہوں تو ایسا شخص اپنی قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس قدر باعثِ افتخار ہوگا.....؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں صحابہ کرام کی سمجھ میں آ گئی تھیں، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اس لئے زیادہ شادیاں کرتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کر کے قیامت کے دن اپنی قیامت تک پیدا ہونی والی اولاد کے ساتھ خود بھی فخر کر سکیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی باعث افتخار بن سکیں۔

(احیاء العلوم)

سنا ہے کہ اہل عرب میں ایک ایک شخص کے ہاں بچوں کی مجموعی تعداد کا پندرہ، بیس اور تیس کے عدد تک پہنچ جانا آج بھی تعجب کی بات نہیں سمجھا جاتا۔

مسجد نبوی کے امام کے 36 بچے

ایک مرتبہ بندہ کے ایک پاکستانی دوست جن کے والد بچپن ہی سے مدینہ میں رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں، بتانے لگے کہ میرے تین بھائی سعودیہ میں فلاں ادارے میں اور چار فلاں فلاں یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں..... تین بہنیں فلاں فلاں مدرسے میں اور چار فلاں میں نے تعجب سے پوچھا آپ حضرات تعداد میں کل کتنے.....؟ فرمانے لگے کہ الحمدللہ والدِ محترم کی اولاد کی کل تعداد اٹھارہ (18) ہے، پھر فرمانے لگے کہ میرے فلاں فلاں بیٹے جس ادارے میں پڑھتے ہیں وہاں مسجد نبوی کے امام شیخ حذیفی حفظہ اللہ کے بھی چار بیٹے پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ شیخ حذیفی کے تین بیٹے فلاں اور پانچ فلاں..... میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا کہ بھائی! پہلے شیخ حذیفی کی آل واولاد کی مجموعی تعداد تو بتاؤ.....؟ جو اتنی بڑی تعداد میں فلاں فلاں اداروں میں مصروف ہیں.....اور فلاں فلاں مدرسے میں بھی.....فرمانے لگے کہ حضرت شیخ کی چار بیوں سے پیدا ہونے والی اولاد کی مجموعی تعداد (فی الحال) چھتیس (36) ہے.....

سنا ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں فردِ واحد کے ہاں بسا اوقات بچوں کی کل تعداد چالیس (40) بلکہ پچاس (50) سے بھی متجاوز ہوجاتی ہے۔

عربوں میں دولت آنے سے نکاح کا رواج کم ہوا ہے

بعض حضرات کا خیال ہے کہ عربوں کے پاس چونکہ پیسہ بہت ہے اس لیے اتنی کثرت سے نکاح کرتے ہیں اور اتنی کثرت سے بچے جنتے ہیں، ہم جیسے (معاذ اللہ) ''قحط زدہ'' لوگوں کو ایسی ''نازیبا'' حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔

مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ عربوں کے پاس جب سے دولت آئی ہے ان میں تعدد زوجات کا رجحان کم ہوا ہے، بڑھا نہیں۔ عرب جب غریب تھے نکاح اور اولاد کی کثرت کا شوق زیادہ رکھتے تھے، مالی فراوانی کے باعث چونکہ عیاشی کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے، اس لیے اولاد اور نکاح کی کثرت سے شوق میں بھی کمی آئی ہے، کیونکہ عیاش پرست لوگ ہمیشہ اولاد کو بوجھ سمجھ کر اس کی کثرت سے پناہ مانگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے دیہاتوں اور ان میں وہ اقوام جن کے پاس دولت نہیں ان میں نکاح کی کثرت اور بچوں کی کثرت کا تناسب عرب کی دولت مند اقوام سے اور بھی زیادہ ہے۔

صومالیہ ایک انتہائی غریب ملک ہے مگر معتبر ذرائع سے سنا کہ وہاں تعددِ زوجات اور بچوں کی کثرت کا تناسب سعودی عرب سے بھی زیادہ ہے، بلکہ ایک عربی میگزین میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق صومالیہ میں مرد کے لیے چار شادیاں اتنا معروف کام سمجھا جاتا ہے کہ وہاں نکاح کے بعد عورت اپنے خاوند کے لیے ایک بیوی پر اکتفاء معیوب سمجھتی ہے اور خاوند کیلئے اَز خود دوسری بیوی تلاش کرتی ہے اور سوکنوں کا ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھانا اور مختلف کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا معمول کی بات سمجھا جاتا ہے۔

سولہ بھائی، سات بہنیں

بندہ نے ایک دن اپنے 18 سالہ نوجوان شاگرد کے پاس بہترین قسم کا موبائل دیکھا، یہ نوجوان چمن (بلوچستان) کا

رہائشی تھا، میں نے پوچھا کہ یہ اتنا مہنگا موبائل آپ کے پاس کہاں سے آیا.....؟ طالب علم نے جواب دیا کہ بڑے بھائی نے ہدیہ دیا ہے، میں نے پوچھا بڑا بھائی کیا کام کرتا ہے؟ کہنے لگا کہ والد صاحب کے ساتھ بقیہ بھائیوں کی طرح کاروبار میں معاون اور مددگار ہے، تفصیل طلب کرنے پر بتانے لگا کہ والد کی تین بیویاں ہیں، ایک ہی گھر میں رہتی ہیں، ان زوجات سے والد صاحب کے سولہ (16) لڑکے اور سات (7) لڑکیاں ہیں، اور ہم کل (23) بھائی اور بہنیں جب گھر میں جمع ہوتے ہیں تو والدِ محترم اور تینوں والدات کے ساتھ سب مل کر ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں، بھائی جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے تو والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرتے چلے گئے، جس کی وجہ سے بہت زیادہ مالی فروانی ہوگئی، والد صاحب نے تین یا چار بیٹوں کو علم دین کے حصول کے لیے وقف کیا اور بقیہ کو اپنے ساتھ کاروبار میں لگایا.....ہم میں جو بھائی مدرسے میں پڑھتے ہیں، انہیں بڑے بھائیوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے قیمتی ہدایا موصول ہوتے رہتے ہیں (تاکہ علم دین کے حصول میں ان کا بھی کچھ حصہ رہے) پھر کہنے گا کہ میرا بھی نکاح ہو چکا ہے، شعبان کی چھٹیوں میں ان شاء اللہ زوجہ کی ''رخصتی'' بھی ہوجائے گی.....

تیس بچے.....

اس طالب علم کے احوال سننے کے بعد کسی نے بتایا کہ اس دوسری درسگاہ میں فلاں طالب علم ہے، جو اپنے والد کے تیس (30) بچوں میں سے ایک ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کی.....ممکن ہے کہ اس تحریر کے پڑھنے والوں کا خیال ہو کہ خوراک کی کمی کے باعث شاید ''باریک'' اور نحیف سا کوئی 'مریض' ہوگا مگر تقریباً ''16'' سالہ ''پلا پلایا' خوبصورت اور ٹماٹر کی طرح سرخ نوجوان کو دیکھ کر میں حیران ہوگیا، معلوم ہوا کہ یہ نوجوان اصلاً پٹھان ہے، والد صاحب کی تین زوجات ہیں اور کل پندرہ بھائیوں اور پندرہ بہنوں پر مشتمل کراچی میں رہائش اختیار کرنے والا یہ خاندان ایک ہی گھر میں بالکل اسی طرح پل بڑھ رہا ہے جس طرح نرم و نازک، خوبصورت اور دل اور آنکھوں کو فرحت بخشنے والے ننھے ننھے کثیر پودے کچھ ہی وقت میں پل بڑھ کر مضبوط اور تناور درخت بن جاتے ہیں اور پیداوار کے مالک کی زینت، جمال اور اس کے فخر کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ معاشی سطح پر بھی اسے مضبوط اور توانا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں.....

حدیث نمبر ⑥: بڑھ چڑھ کر نکاح کرو

عن هشام بن سعد عن سعيد بن أبي هلال أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:
تناكحوا تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيمة۔
(مصنف عبدالرزق، رقم: ۱۰۳۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تناکحوا'' (بزیادۃ التاء والألف) علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ''زیادۃ المبانی تدل علی کثرۃ المعنی۔'' یعنی ''تناکحوا'' کے الفاظ میں ''انکحوا'' سے زیادہ مبالغہ ہے تو اس حدیث میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے حق میں مبالغہ کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے مبالغہ دو طریقوں سے ہی ہوسکتا ہے، ایک تو یہ کہ کوئی بھی نکاح ترک نہ کرے، نیز نکاح بھی زیادہ کیا کریں، مگر آگے اس حکم کی جو علت بتائی وہ یہ کہ ''تم تعداد میں بہت زیادہ ہو جاؤ گے'' تو دوسری قوموں کی نسبت آبادی میں غیر معمولی اضافہ بھی کثرتِ نکاح ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے، ورنہ نبی کے زمانے میں ایک نکاح تو یہود و نصاریٰ بھی کرلیا کرتے تھے، تو ان کی نسبت آبادی میں غیر معمولی اضافہ ایک نکاح سے کیسے ممکن تھا.....؟

قال المناوی رحمه الله تعالیٰ تحت هذا الحديث: تناكحوا لكی تكثروا ندبا وقيل وجوبا فإنی تعليل للأمر بالتناكح لكثرة النسل أباهی بكم أی أفاخر بسبب كثرتكم الأمم السالفة يوم القيمة، بَيَنَ به طلب تكثير الناس من امنه، وهو لا يكون إلا بكثرة التناسل وهو بالتناكح فهو مأمور به۔ (فيض القدير: ۳/۲۶۹)

ترجمہ: علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے افراد کی کثرت چاہتے ہیں اور امت کے افراد کی کثرت، توالد وتناسل (ولادتوں) کی کثرت کے ذریعے ہی ممکن ہے اور توالد وتناسل کی کثرت تناکح (بڑھ چڑھ کر نکاح) کے ذریعے ہوتی ہے، بس یہ کام شریعت کی نظر میں مامور بہ (یعنی پسندیدہ) کام ہے۔

قال الامام الشافعی؛ بلغنا أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: تناكحوا تكثروا ؛ فإنی أباهی بكم الأمم حتی بالسقط۔ (كتاب الأم: ۵/۱۴۴)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''ہمیں رسول اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خوب بڑھ چڑھ کر نکاح کرو تمہاری تعداد بڑھ جائے گی، کیونکہ میں تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا یہاں تک کہ اس حمل کے ذریعے بھی فخر کروں گا جو ولادت سے قبل ضائع ہوگیا ہو'' (یعنی اللہ تعالیٰ اسے بھی حیات دے کر اس کے والدین کے لئے سفارش اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فخر کا ذریعہ بنائیں گے)

قال الإمام القرطبی:... فإنه إذا خصی بطل قلبله وقوته عكس الحيوان وانقطع نسله المأمور به فی قوله صلی الله عليه وسلم: تناكحوا تناسلوا فإنی مكاثر كم الأمم۔ (تفسير قرطبی: ۵/۳۹۱)

ترجمہ: امام قرطبی کسی بھی مرد کے لئے خصی ہونے کی حرمت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس کام کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کام کے ارتکاب سے مرد کی

(آیندہ کے لئے) نسل پیدا ہونا بند ہو جاتی ہے جس (نسل میں اضافے) کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی اور فرمایا کہ خوب بڑھ چڑھ کر نکاح کرو تا کہ کثرت سے نسل پیدا کرو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

قال فی کشف الخفاء: تناکحوا تناسلوا، أباهی بکم الأمم یوم القیمة، رواه عبدالرزاق والبیهقی... قال فی المقاصد جاء معناه عن جماعة من الصحابة۔
(رقم الحدیث: ۱۰۲۱)

حدیث نمبر ⑦: بہتر وہ جس شخص کی بیویاں زیادہ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں ''باب کثرة النساء'' (کثرت سے بیویاں رکھنا) کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت درجِ ذیل حدیث ذکر فرمائی:

حدثنا علی بن الحکم الأنصاری حدثنا أبو عوانة عن رقبة عن طلحة الیامی عن سعید بن جبیر قال: قال لی ابن عباس: هل تزوجت؟ قلت: لا، قال: فتزوج؛ فإن خیر هذه الأمة أکثرها نساء۔'' (صحیح بخاری رقم: ۴۷۸۲)

ترجمہ: سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ (جو جلیل القدر تابعی اور عبداللہ بن عباس کے اَجل تلامذہ میں سے ہیں اور آپ نے حصولِ علم پر انتہائی حریص اور طالبِ علم ہونے کی وجہ سے اب تک نکاح نہیں فرمایا تھا، نیز اس وقت ان کی عمر بھی کم تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت کم عمری کے باعث ان کی داڑھی بھی نکل نکلی تھی) فرماتے ہیں کہ مجھ سے (میرے استاذ) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ کیا تم نکاح کر چکے ہو؟ میں نے عرض کیا: ''نہیں'' عبداللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔''

قال الإمام الحاکم: أخبرنا أبو الحسن علی بن محمد بن عقبة الشیبانی... عن سعید بن جبیر قال: قال لی عبدالله بن عباس: تزوجت؟ قلت: ''لا''، قال: تزوج؛ فإن خیر هذه الأمة أمة محمد صلی الله علیه وسلم أکثرها نساء۔'' الحدیث۔ (الستدرک علی الصحین رقم: ۲۶۷۴)

یعنی جب دوسرے اسبابِ فضل کسی دو افراد میں برابر اور یکساں طور پر ہوں تو پھر ان میں زیادہ بیویوں والا دوسرے کے نسبت افضل ہوگا۔ کذا قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متعدد شادیوں کی فضیلت پر نص صریح ہے۔ یعنی جب اس امت میں سے زیادہ فضیلت والے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں مبالغہ سے کام لیا تو یہ اس کی علامت ہے کہ نکاح کی کثرت فضیلت کا کام ہے اور اس بارے میں قناعت سے کام لینا یا اس میں تاخیر کرنا یا نکاح سے مکمل اجتناب کرنا یہ تمام امور ایسے ہیں جو شریعت کی نظر میں فضیلت والے نہیں۔

قال الحافظ بن حجر رحمه الله تعالىٰ تحت هذا الحديث: قوله : قال لی ابن عباس: "هل تزوجت؟" قلت: لا، وما أريد ذلک يومی هذا... وكأنه أشار إلى أن ترک التزويج مرجوح، إذ لو كان راجحا ما آثر النبی صلى الله عليه وسلم غيره، وكان مع كونه أخشى لله وأعلمهم به، يكثر التزويج... ووقع فی الشفاء أن العرب كانت تمدح بكثرة النكاح لدلالته على الرجولية... وفی الحديث الحض على التزويج وترک الرهبانية۔ (فتح الباری: ۹/۱۱۵)

ترجمہ: (حافظ بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس حدیث میں (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اشارہ فرمادیا کہ نکاح کا ترک کرنا (ہماری شریعت میں ایسی چیز نہیں کہ اسے ترجیح دی جائے، اس لئے کہ اگر نکاح کا ترک قابلِ ترجیح شی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اختیار کرتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ خشیت ومعرفت رکھنے کے باوجود کثرت سے نکاح کرتے اور "شفاء" میں لکھا ہے کہ عرب نکاح کی کثرت کو پسند کیا کرتے تھے کیونکہ یہ کام نکاح کرنے والے مرد کی مردانگی پر دلالت کرتا ہے (آگے فرماتے ہیں) (ابن عباسؓ کی مذکورہ) حدیث میں رہبانیت (یعنی پادری پنے) کو چھوڑتے ہوئے نکاح (والے عمل کو) اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

نکاح کی کثرت کا شوق انسان کے کامل ہونے کی علامت ہے (علامہ ابن قیم)

قال العلامة ابن القيم رحمه الله تعالىٰ: "محبة النساء من كمال الإنسان، قال ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنه؛ خير هذه الأمة أكثرها نساء"

(الداء والدواء: ص ۲۹۰)

ترجمہ: "علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں سے محبت (یعنی نکاح کی کثرت کا شوق) انسان کے کامل ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے بہترین کی بیویاں زیادہ ہیں۔"

سعودی عرب کے ایک جلیل القدر جلیل القدر عالم کا فتویٰ

السؤال: هل تأخير الزواج للرجال فيه إثم؟

الجواب: تأخير الزواج للرجال إذا كان قادرا... الخ

ترجمہ: ''سوال؛ اگر کوئی شخص نکاح میں تاخیر کرے تو تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟

الجوب: ایسے مرد کے لئے جو نکاح پر جسمانی اور مالی قدرت رکھتا ہو نکاح میں تاخیر کرنے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی مخالفت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو جلد نکاح کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے کہ: اے نوجوانو! تم میں جو استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔ الحدیث، اس حدیث کی بناء پر علماء میں اختلاف ہوا ہے کہ جس نوجوان میں نکاح کی خواہش اور قدرت ہو، وہ اگر نکاح میں تاخیر کرے تو گناہگار ہوگا یا نہیں؟ بعض علماء کا مذہب ہے کہ اس حدیث میں چونکہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے جلد نکاح واجب ہے اور واجب میں تاخیر حرام ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ نکاح میں تاخیر سے گناہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ جب کسی کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا کا خوف ہو اور حدیث میں جو امر کا صیغہ ہے وہ وجوب پر نہیں بلکہ استحباب وارشاد پر محمول ہے۔

بہر حال (امر خواہ وجوب کے لئے ہو یا استحباب کے لئے) میں اپنے وہ مسلمان بھائی جنہیں اللہ نے مالی قدرت اور جسمانی شہوت عطا کی ہے ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے ابھی تک نکاح نہیں کیا تو وہ جلد از جلد نکاح کریں (یعنی اس بحث میں نہ پڑیں کہ امر وجوب کے لئے ہے یا استحباب کے لئے) اور اگر ان کے نکاح میں پہلے سے (ایک، دو یا تین) بیویاں ہیں اور انہیں مزید شادی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ہے تو وہ مزید نکاح کریں کیونکہ چار شادیوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، نیز نبی ﷺ نے امت مسلمہ میں اولاد کی کثرت کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے ''تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جننے والی ہو کیونکہ میں بروز محشر تمہاری کثرت پر فخر کروں گا'' اور اس میں شک نہیں کہ زائد بیویاں رکھنا اولاد کی کثرت کا سبب ہے نیز عبداللہ بن عباس سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔''

www.ibnothaimeen.com

تاريخ التحديث 03 July 2004

موسسه الشيخ محمد بن صالح العثمين

حدیث نمبر ⑧

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: حُبِّب إليّ النساء والطيب وجعلت قرة عيني في الصلوٰة، هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه (المستدرک على الصحيحين: ۲/۱۷۳)

ترجمہ: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(میری نظر میں) عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔‘‘

قال ابن حجر رحمه الله وقد ثبت عنه أنه قال: حبب إلى النساء والطيب أخرجه النسائي من حديث أنس۔ (فتح الباری: ۳/۳۹۹)

ترجمہ: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ (میری نظر میں) عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں عورتوں کی رغبت وطلب کا ذکر فرمایا، ظاہر ہے کہ عورتوں کی طرف رغبت سے مقصد کثرت سے عورتوں کو بذریعہ نکاح جمع کرنے کی محبت مراد ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورتوں سے نکاح کی غیر معمولی محبت کی اطلاع سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض اپنے بارے میں ایک خبر پر مطلع کرنا نہیں، یقیناً اس خبر سے مقصد اپنی امت کو بھی اس کام پر ابھارنا ہے اور ان کے دل میں اس کام کی رغبت پیدا کرنا ہے، وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بقیہ تمام چیزوں میں غایت درجہ کی قناعت سے کام لیا حتیٰ کہ آپ کے گھر میں چالیس چالیس دن چولھا تک نہ جلتا تھا۔

آپ کے اس عمل سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا اس دھوکے میں پڑ سکتا تھا کہ ہمیں بھی پیغمبر کی اتباع ومحبت میں دنیا کی تمام چیزوں، خصوصاً عورتوں کے بارے میں غایت درجہ کی قناعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، لہٰذا یا تو نکاح ہی نہ کرنا چاہیے یا اگر کرنا ہی ہے تو ساری عمر ایک پر گزارا کر کے بس بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا چاہیے ورنہ زیادہ شادیاں کر کے کہیں پہلی شادی کا ثواب بھی کم نہ ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اس نظریے پر رد ہے اور آپ نے دنیا کی ان دو چیزوں کو خصوصیت سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دو چیزوں یعنی عورتوں اور خوشبو کا معاملہ دنیا کی بقیہ چیزوں سے مختلف ہے اور باوجود اس بات کے کہ مجھے دنیا کے مال ومتاع سے طبعی اور غیر اختیاری محبت بھی نہیں مگر اس کے باوجود عورتوں اور خوشبو کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر میرے دل میں ڈالا گیا ہے، تاکہ میری امت دنیا سے میری بے رغبتی والی سنت کی اتباع کے

جوش میں کہیں نکاح کے معاملے میں بھی قناعت کا مظاہرہ اور..... ''کم پر گزارا.....'' نہ شروع کر دے۔

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیر سے نکاح کیوں کیا اور پھر 25 سال ایک زوجہ پر اکتفاء کیوں کیا؟

عرب میں بلوغت کے بعد مرد وعورت دونوں کے جلد نکاح کا دستور تھا، نیز متعدد شادیوں کا دستور بھی عروج پر تھا اور بسا اوقات ایک آدمی دس دس عورتیں بھی بیک وقت نکاح میں جمع کر لیتا۔

مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے عرب کے اس دستور کے بالکل مخالف نہ صرف یہ کہ دیر سے نکاح کیا، یعنی پچیس سال کی عمر میں نکاح فرمایا، بلکہ نکاح کے لئے انتخاب بھی چالیس سالہ ایسی بیوی عورت کا کیا جو دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بھی غیر معمولی صحت وقوت کے حامل تھے اور صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ کو چالیس مردوں کے برابر طاقت وقوت دی گئی تھی، نیز آپ قوم کے سب سے اونچے اور ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے کہ جس خاندان کے مردوں کو نکاح کی خاطر لڑکیاں دینا لوگ سعادت سمجھتے تھے، لہٰذا آپ کے لئے عورتوں کا حصول مشکل بھی نہ تھا.....تو اتنی زبردست طاقت وقوت کے باوجود اور رشتوں کے حصول میں آسانی کے باوجود عرب کے دستور کے بالکل مخالف نہ صرف یہ کہ دیر سے نکاح کرنا اور پھر کرنا بھی خود سے پندرہ سال بڑی عمر کی دو مرتبہ بیوہ ہو جانے والی عورت سے.....اور پھر عجیب سے عجیب تر یہ کہ جوانی کے ان بہترین ایام میں تقریباً پچیس (25) سال اسی بیوہ کے ساتھ اسی حال میں گزار دینا کہ اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کرنا، جبکہ قوم میں ایک سے زیادہ نکاح کو قابل تحسین بھی سمجھا جاتا ہو.....!!!

ان سب باتوں میں آپ غور کریں گے تو آپ اس حقیقت پر مطلع اور غیر معمولی طور پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ اس طرزِ عمل نے درحقیقت نکاح کی کثرت اور جلد نکاح کی فضیلت کو مزید مؤکد اور پکا کر دیا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ تمام کام اس بات کی واضح علامت ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بھی دنیا کی طرف (بشمول عورتوں کے) ذرا بھی طبعی رغبت نہ رکھتے تھے، چنانچہ آپ دنیا سے بے رغبتی والی اپنی اس طبیعت کے باعث غیر معمولی صحت وقوت نیز متعدد شادیوں کے بھرپور ارواج کے باوجود بھی تقریباً پچاس سال کی عمر کو پہنچنے تک اس بارے میں انتہائی قناعت کا مظاہرہ فرماتے ہیں اور نکاح کے معاملے ہیں ''بقدرِ ضرورت'' ہی پر اکتفاء فرماتے ہیں۔

مگر یکا یک ہجرت کا وقت قریب آنے پر، اور پھر ہجرت کے فوراً بعد کہ جب آپ عمر کے اس حصے کو پہنچ جاتے ہیں کہ جس میں کسی بھی شخص کی نکاح کی طرف رغبت میں غیر معمولی کمی واقع ہو جاتی ہے، عمر کے اس حصے کو پہنچنے کے بعد صرف پانچ چھ سال کے عرصے میں آپ نے پے در پے نکاح فرمائے۔

اس طرز میں کیا حکمت تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ تھا کہ جس میں آپ شریعت کے تفصیلی احکام سے بے خبر تھے، جس کی طرف قرآنِ مجید کی اس آیت میں ارشارہ ہے:

ووجدک ضالا فھدیٰ۔ (سورۃ ضحی)

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو شریعت (کے احکام) سے بے خبر پایا، سو باخبر کر دیا۔''

پھر نبوت ملنے کے بعد ابتدائی دور میں بھی صرف عقائدِ ضروریہ اور بنیادی عبادتوں کی طرف زیادہ زور دیا گیا، تفصیلی احکام مثلاً نماز کی جزئیات، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کی تفصیلات، اسی طرح نکاح اور طلاق وغیرہ سے متعلق تفصیلی احکام ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔

الغرض پوری امت کا اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے تفصیلی احکام سے تدریجاً (آہستہ آہستہ) باخبر کیا گیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے قریب قریب اور پھر ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے تفصیلی احکام سے جب مطلع فرمایا تو ان احکام میں نکاح سے متعلق احکام بھی نازل ہوئے جن میں ایک اہم حکم یہ کہ اسلام نکاح کے معاملے میں..... ''تاخیر''..... اور ..... ''قناعت'' (یعنی بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا) ..... پسند نہیں کرتا اور نکاح سے کنارہ کشی کو رہبانیت قرار دیتا ہے۔

اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آپ کی دنیا سے بے رغبتی والی طبیعت کے بالکل برخلاف عورتوں کی طرف نکاح والی رغبت باقاعدہ طور پر ڈالی گئی، تاکہ دنیا کی بقیہ چیزوں میں جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبیعت میں قناعت پسندی کے باعث بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے معاملے میں ایسی قناعت کا مظاہرہ نہ فرمائیں۔

الغرض ابتداءِ جوانی کا وہ وقت کہ جس میں جلد نکاح اور متعدد شادیوں کے سب سے زیادہ اسباب و دواعی موجود تھے، اس وقت عرب کے دستور کے بالکل مخالف نکاح کے معاملے میں بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا..... اور جب مدینہ ہجرت کے بعد آپ کی مصروفیت مختلف کاموں میں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں اور عمر بھی زیادہ ہوگئی تو ان تمام رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے یکا یک اور قلیل مدت میں پے در پے نکاح کر کے نکاح کی تعداد میں مبالغہ سے کام لینا..... یہ طرز اس بات کی واضح علامت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد شادیاں شریعت کے حکم کی بنا پر کی ہیں۔

چنانچہ آپ اگر بتداءِ جوانی میں نبوت سے قبل یا ہجرت سے قبل یہ کام کرتے، کہ جب اسلام کے تفصیلی احکام نازل نہ ہوئے تھے، یہ اشتباہ ہوسکتا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ سلم نے متعدد نکاح عرب کے دستور کے موافق کئے ہیں۔ لوگ کہہ سکتے تھے..... ''کہ جی وہ تو اس زمانے میں دستور ہی دس دس بیویاں رکھنے کا تھا..... اور پھر آپ میں طاقت وقوت بھی تو بہت تھی.....؟ اسی لئے اتنی شادیاں کیں،''..... یعنی جیسے آپ نے خچر کی سواری اس لئے فرمائی کہ اس زمانے میں دستور ہی خچر اور گدھے، گھوڑوں کے سفر کا تھا، تو جیسے ہمارے ہاں گدھوں، خچروں کی سواری کا رواج نہیں، اسی طرح متعدد شادیوں کا بھی رواج نہیں.....

مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی طبیعت میں دنیا کی طرف بے رغبتی رکھی اور پھر بعد میں باقاعدہ طور پر آپ کے دل میں عورتوں کی طرف نکاح کی محبت والی رغبت ڈالی، تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کو اسلام کا حکم سمجھ کر اس کی اتباع کی کوشش کریں اور کسی بھی شخص کے لئے اس بات کا دروازہ بالکل بند ہو جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو عرب کے سابق دستور کی موافقت پر محمول کرے اور یوں کوئی بھی شخص ان نکاحوں کو عرب کے دستور پر محمول کر کے نکاح کی کثرت کے شوق کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دینیہ قرار دینے کے بجائے سنتِ عادیہ قرار دینے کی کوشش کرے۔

چنانچہ حدیث: ''حبب إلی النساء'' میں فعل مجہول کا صیغہ لایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ نہیں کہ: ''عورتیں مجھے محبوب ہیں'' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کی محبت باقاعدہ طور پر میرے دل میں ڈالی گئی ہے، ورنہ مجھے دنیا کی بقیہ چیزوں کی طرح جسمانی قوت کے باوجود عورتوں کی طرف بھی وہ میلان نہ تھا جو عموماً مردوں کا ہوا کرتا ہے۔

علامہ عبدارؤف مناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ''حبب'' کے لفظ کو صیغہ مجہول کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں عورتوں کی طرف میلان نہ تھا مگر امت پر شفقت ورحمت [یعنی نکاح کے معاملے میں انہیں وسعتیں فراہم کرنے] کی خاطر باقاعدہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں عورتوں [یعنی ان سے نکاح] کی محبت ڈالی گئی، بخلاف نماز کے [کہ نماز سے محبت کو صیغہ مجہول کے ساتھ بیان نہیں فرمایا] کیونکہ نماز آپ کو طبعی طور محبوب تھی۔

نصّه: جئ بالفعل مجهولا؛ دلالة على أن ذلک لم يكن من جبلته وطبعه، وإنما هو مجهول على هذا الحب رحمة للعباد ورفقا به بخلاف الصلٰوة فإنها محبوبة له بذاتها۔ (فيض القدير: ج ٣)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے بارے میں غیر مسلم مفکرین کے کچھ تبصروں کا ذکر

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب حفظہ تعالیٰ نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے بہت سے غیر مسلم مفکرین ومصنّفین کے اقوال ''تجلیاتِ سیرت'' کے نام سے ایک کتاب میں مستند حوالوں کے ساتھ جمع فرمائے ہیں کہ جو غیر مسلم حضرات اسلام کے بارے میں متعصّبانہ سوچ رکھنے کے باوجود متعدد مقامات پر اسلام کے محاسن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف گوشوں کی اچھائی اور عمدگی کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، اس کتاب سے کچھ اقتباسات نقل کر رہا ہوں، لکھتے ہیں:

''رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عصبیت اور جنون نوازی کے اظہار کے لئے بدنام زمانہ کتاب لکھی..... اپنی فتنہ انگیزیوں کے باوجود [لکھتا ہے]:

''محمد کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا، یہاں تو آریہ سماجوں کو بھی ماننا پڑے گا کہ محمد نے

شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرّد [غیر شادی شدہ] رہ کر گزارا، وہ برہم چاری تھے اور ان کا حق تھا کہ شادی کریں، معیارِ خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی پر قانع رہے اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھیں، اس بوڑھی عورت سے ان اس جوان مرد نے نباہ کیا، یہ بات محمد کی پاکیزہ زندگی پر دلالت کرتی ہے۔ [صلی اللہ علیہ وسلم]''

معروف یورپین [غیر مسلم دانشور] جان ڈیون پورٹ (John Doven Port)

جان ڈیون کہتا ہے:

''کہا جاتا ہے کہ [آپ نے] بی بی خدیجہ کے بعد گیارہ یا بارہ نکاح کئے اور آپ پندرہ یا تیرہ عورتوں سے منسوب ہوتے ہیں، اس بناء پر بعض مخالف مؤرخ آپ پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور آپ کے اس فعل کو شہوت پرستی کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر علاوہ اس بات کے کہ اہل عرب اور مشرقی لوگ آپ کے عہد میں ایک سے زیادہ نکاح کیا کرتے تھے اور ان کا یہ فعل قبیح خیال نہیں کیا جاتا تھا، یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آپ پچیس برس کی عمر سے پچاس برس تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے.....اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص شہوت پرست ہو اور ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں اور وہ شخص پچاس برس کی عمر تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے.....؟

(Apology for Muhammad and Quran)

جان بیگٹ (John Bagot) جنرل گلپ پاشا

مشہور انگریز [غیر مسلم] سیرت نگار جان بیگٹ رقمطراز ہے:

''آپ نے کبھی بھی جنسی بے راہ روی یا ہوس پرستی کی وکالت نہیں کی، زندگی بھر سوائے اپنی بیویوں کے کسی بھی عورت کے ساتھ آپ کے تعلقات نہیں رہے.....کہا جاتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی سوائے اپنی محرمات کے کسی بھی بہانے کسی کو چھوا تک نہیں، آپ نے اس وقت اپنی ازواج میں اضافہ کیا جب کہ آپ کی عمر پچپن برس تھی، قابل ذکر بات یہ ہے کہ سوائے بی بی عائشہ کے آپ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں اور ان میں سے بھی کئی ایک ادھیڑ عمر اور حسن سے عاری تھیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عمر رسیدہ اور سمجھدار عورتوں کی مصاحبت پسند تھی.....آپ کا انتقال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا، وفات کے بعد آپ کی گیارہ بیویاں تھیں، ان بیویوں کی تعداد کو دیکھ کر آپ پر نفس پرستی کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے، آپ نے اپنی زندگی کے بہترین ایام صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ گزارے، زندگی

کے پچاس برس تک آپ نے صرف ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔

(The Life and Time of Muhammad)

تھامس کارلائل (Thoms Carlyle)

یورپ کا ایک اور [غیر مسلم] مصنف تھامس کارلائل لکھتا ہے:

''محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] عیش وعشرت وشہوانیت کے دلدادہ نہ تھے، یہ وہ الزام ہے جو آپ پر اُن ناعاقبت اندیش افراد نے لگایا جن کے ضمیر تاریک ہو چکے تھے، یہ بہت بڑی گمراہی ہوگی کہ اس شخص کو ایک بندۂ ہوس تصور کیا جائے، آپ کا گھریلو سامان معمولی اور خوراک بہت سادہ اور عالم قسم کی تھی، بعض اوقات ایسا بھی رہا کہ مہینوں آپ کے گھر میں چولھا روشن نہ ہوسکا۔''

(On, Heroes, Heroes - Worship and the Heroic in History)

لین پول (غیر مسلم دانشور) کا ملفوظ

لکھتا ہے: ''یہ کہنا کہ محمد بندۂ ہوس تھے، غلط ہے، ان کی روزمرہ کی زندگی، ان کا تخت، بوریا جس پر وہ سوتے تھے، ان کی معمولی غذا، کمتر سے کمتر کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا ظاہر کرا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بلند وبالا تھے..... خدیجہ کے بعد اگرچہ انہوں نے متعدد شادیاں کیں لیکن انہیں کبھی نہ بھولے اور آخر وقت تک یاد رکھا، یہ محبت بھری یاد ایک شریف الطبع انسان ہی میں ہوسکتی ہے، نہ کہ ایک بندۂ ہوس میں۔''

(The Life of Muhammad)

ایک اور غیر مسلم دانشور ایچ ایس لیڈر کا ملفوظ

''جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقتِ قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی، عورتوں کو محض ان کی حالت پر رحم کرنے کے لئے اپنی ازواج میں داخل کرنا پڑا۔''

(ماہنامہ مدینہ، جولائی ۱۹۳۳ء)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی کثرت امت کو ترغیب دینے کے لیے کی، ایک غیر مسلم دانشور بی ایس کشالیہ کا اعتراف

''آپ کی کثرتِ ازواج کے متعلق بہتان باندھا گیا، لیکن یہ محض غلط ہے، بے شک آپ نے کئی بیویاں رکھیں مگر زمانے کے برے رواج کو مٹانے کے لئے اور لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے کہ وہ بھی بیوی، کنواری، غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور لوگ آپ کے نمونہ کی پیروی کریں۔ آپ نے اپنی نفسانی خواہش کے لئے نکاح نہیں کئے، آپ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی

دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔'' (دیکھئے شانِ محمد، میاں عابد احمد: ۳۵)''

(ملاحظہ ہو: تجلیاتِ سیرت: ص ۱۷۶ تا ص ۱۹۹)

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خصوصی طور پر نکاح کی رغبت ڈالی گئی تا کہ آپ کی امت دنیا سے بے رغبتی والی آپ کی سنت کے اتباع کے شوق میں عورتوں کو دنیا کی بقیہ مرغوبات پر قیاس کر کے نکاح کے معاملے میں بھی غایت درجہ کی قناعت کا مظاہرہ اور ''بقدرِ ضرورت'' پر اکتفا کو ثواب سمجھنا نہ شروع کر دے۔

بنے کیونکر جو ہو سب کام اُلٹا.....

مگر امت کا حال عجیب ہے کہ ''غربت'' یا مہنگائی کے خوف سے دنیا کی بقیہ چیزوں میں تو قناعت کی ''غلطی'' کبھی نہیں کرتے، پٹرول اور گیس چاہے جتنی مہنگی ہو جائے، شوروم سے گاڑیوں کی فروخت کا تناسب بڑھتا ہی جا رہا ہے، اس میں کمی نہیں آتی، ہر شخص دنیا کا زیادہ سے زیادہ مال ومتاع جمع کرنے میں لگا ہوا ہے، لباس وخوراک پر خوب خوب نہ صرف خرچ کیا جا رہا ہے بلکہ اس عمل کو عین دین قرار دیا جا رہا ہے، خوراک کتنی ہی مہنگی ہو جائے مگر لوگوں کے اپنی فیملیوں کے ساتھ ہوٹلوں پر رَش کو دیکھ کر لگتا ہے کہ کھانا شاید مفت تقسیم ہو رہا ہے..... مگر عورتوں کے معاملے میں کہ جس میں پیغمبر اور صحابہ نے قناعت سے کام نہیں لیا، تو اس معاملے میں پوری قوم نکاح میں تاخیر بھی کرتی ہے اور پھر ساری عمر ایک بیوی پر قناعت کئے نظر آتی ہے اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ بہت سے حضرات اپنے اس عمل کو کفایت شعاری قرار دے کر اور اس عمل کو اس حدیث: ''ارض بما رزقک اللہ، تکن أغنی الناس'' (جو کچھ اللہ نے مقدر کر دیا اس پر قناعت کرو تو سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے) کے مفہوم میں داخل سمجھتے ہوئے باعثِ ثواب بھی سمجھ رہے ہیں۔

زیادہ بیویاں رکھنا، زہد وتقویٰ والا کام ہے (علامہ مناوی)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رویت ذکر فرمائی، وہ روایت یہ ہے:

''أزهد الناس من لم ينس القبر... وترك أفضل زينة الحيوة الدنيا۔''

ترجمہ: ''سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو قبر کو نہ بھولے اور دنیا کی زینت (سامان) میں اعلیٰ درجہ کی زینت ومتاع کو ترک کر دے۔'' (یعنی قلیل دنیا پر گزارا کرے)

اس روایت کی سند پر تو اچھا خاصا کلام ہے مگر علامہ مناوی نے اس کی جو تشریح فرمائی ہے اس تشریح کا مضمون قرآن وحدیث اور عمل صحابہ سے ثابت ہے، آپ اس روایت کی تشریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ ''بعض حکماء کا قول ہے کہ اگر دنیا مکمل سونے (چاندی) کی ہوتی مگر فانی اور ختم ہونے والی ہوتی اور آخرت مٹی کی ہوتی مگر ہمیشہ باقی رہتی تو بھی عقلمند شخص باقی رہنے والی آخرت کو فنا ہونے والی

سونے کی دنیا پر ترجیح دیتا،'' آگے فرماتے ہیں:

''روایت میں یہ جو کہا گیا ہے کہ زاہد وہ ہے جو دنیا کی زینت ومتاع ترک کردے'' تو (بظاہر) اس میں عورتیں بھی داخل ہیں کیونکہ تمام دانشوروں کا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مال ومتاع میں عورتیں (انسان کو) سب سے زیادہ مرغوب وپسند ہیں، لیکن (اس کے باوجود مذکورہ روایت میں دنیا کے مال ومتاع اور زینت کے عموم میں) عورتیں داخل نہیں، لہٰذا (عورتوں کو جمع کرنے کی غرض سے) نکاح کی محبت اور نکاح کو (زہد وتقویٰ والے دوسرے دینی کاموں مثلاً عبادت وغیرہ پر) ترجیح دینا زہد (وتقویٰ) کے کمال کے منافی نہیں،'' مزید فرماتے ہیں:

اور بھلا (عورتوں کو جمع کرنے کی خاطر) نکاح کی محبت، زہد و (تقویٰ) کے منافی ہو بھی کیسے سکتی ہے؟ جبکہ یہ کام روئے زمین پر سب سے بہترین (یعنی سب سے زیادہ پرہیزگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (دنیا کی تمام چیزوں میں) سب سے زیادہ محبوب تھا اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی کثرت سے نکاح کا حکم دیا تاکہ (ان کی) اولاد کثرت سے پیدا ہو، نیز صحابہ کرام میں جو بڑے بڑے صحابہ تھے وہ زہد (وتقویٰ) کے سب سے اونچے درجات پر فائز تھے (مگر اس کے باوجود) ان حضرات نے عورتوں کی کثرت کو ترک نہ کیا (یعنی کثرت سے شادیاں کیں) حالانکہ یہ اکابر صحابہ سخت غربت اور تنگدستی کا شکار تھے اور دونوں قسم کے جہاد یعنی نفس کے خلاف جہاد اور کفار کے خلاف جہاد میں (ہمہ تن) مشغول تھے۔'' مزید فرماتے ہیں:

''اگر تو اشکال کرے کہ (واقعی اگر عورتیں مذکورہ روایت کے عموم میں داخل نہیں تو) اس روایت میں عورتوں کا صراحۃً ذکر کرکے انہیں مستثنیٰ (یعنی دنیا کی زینت کے عموم سے خارج) کیوں نہ کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں عورتوں کے اس استثناء پر تنبیہ اس لئے نہ کی گئی کہ یہ بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں (پہلے سے بدیہی طور پر) مشہور ومعروف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رہبانیت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں جو عیسائیوں کا شعار ہے [یعنی نکاح سے دور بھاگ کر ہمہ تن عبادت وغیرہ میں مشغولیت پادریوں اور عیسائیوں کا شعار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے بارے میں سب کو بدیہی طور پر معلوم ہے کہ آپ پادریوں اور عیسائیوں کی اس رہبانیت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، تو یہ بات چونکہ بدیہی طور پر سب مسلمانوں میں مشہور ومعروف ہے لہٰذا اس کی ضرورت محسوس نہ فرمائی کہ دنیا کے عیش وعشرت کے سامان سے عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے لہٰذا پہلے سے یہ نظریہ اچھی طرح معروف ومشہور ہونے کے باعث) اس بات پر علیحدہ سے تنبیہ نہ کی گئی [کہ تنبیہ کی ضرورت ہی نہ تھی] (فیض القدیر: ۱/ ۴۸۳)

قال الإمام الغزالی رحمه الله تعالیٰ: قال ابن عيينة: كان علی كرم الله وجهه

أزهد الصحابة و كان له أربع نسوة و بضع عشرة سرية۔ (فيض القدير: ۵/۴۲۲)

ترجمہ: ''امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سب سے بڑے زاہد (دنیا سے بے رغبتی کرنے والے) تھے مگر اس کے باوجود آپ کی چار بیویاں تھیں اور دس سے زائد باندیاں تھیں۔''

نماز اور نکاح میں عجیب مناسبت

قال المناوی رحمه الله تعالیٰ: ''وقال بعضهم: لما كان القصد من سياق الحديث بيان ماأضافه النبی صلی الله عليه وسلم من متاع الدنيا، بدأ بالنساء، كما قال فی الحديث الآخر: ماأصبنا من دنيا كم إلا النساء، ولما كان الذی حبب إليه من متاع الدنيا هو أفضلها النساء، بدليل: الدنيا متاع و خير متاعها المرأة الصالحة، ناسب أن يضم إليه بيان أفضل الأمور الدينية، و هو الصلوٰة، فالحديث على أسلوب البلاغة من جمعه بين أفضل أمور الدنيا و أفضل أمور الدين، و فيه ضم الشیء إلى نظيره۔'' (فيض القدير: ۳/۳۷۱)

علامہ مناوی مذکورہ بالا حدیث (میری نظر میں عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنادیا گیا اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض علماء سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس حدیث کو بیان کرکے چونکہ یہ بتانا تھا کہ آپ نے دنیا کی کون کون سی اشیاء کو حاصل فرمایا تو دنیا کے مال ومتاع کو بیان کرتے ہوئے ''عورتوں'' کے ذکر سے ابتداء فرمائی، جیسا کہ دوسری حدیث میں (صراحۃً) فرمایا کہ: ''ہم نے تمہاری دنیا سے عورتوں کے سوا کسی شیء کو حاصل نہیں کیا'' اور جب کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں دنیا کے سامان میں وہ سامان جو سب سے افضل (سمجھا جاتا) ہے، (یعنی عورتیں) اس کی محبت ڈالی گئی تو عین مناسب ہوا کہ اس کے ساتھ ساتھ دینی امور میں جو امر سب سے افضل ہے، اس کا بھی ذکر کیا جائے اور وہ نماز ہے، پس دنیا کی افضل ترین چیز اور دین کی افضل ترین چیز کو ایک ہی ٹکڑے میں جمع کرتے ہوئے یہ حدیث بلاغت کے بہترین اسلوب پر واقع ہورہی ہے اور اس حدیث میں ایک شیء (یعنی شادیوں) کو اسی کے ہم مثل دوسری شیء (یعنی نماز) کے ساتھ جمع کردیا گیا ہے۔''

وقال أيضاً: وقدم النساء للاهتمام بنشر الأحكام وتكثير سواد المسلمين وأردفه بالطيب؛ لأنه من أعظم الدواعی لجماعهن المؤدی إلى تكثير التناسل فی

الإسلام مع حسنه بالذات۔(فیض القدیر:۳/۳۷۱)

ترجمہ:''(اس حدیث میں دنیا کے سامان کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے) عورتوں کا ذکر فرمایا اس لئے کہ عورتیں (یعنی پیغمبر کی ازواج) شرعی مسائل کی اشاعت کا بڑا ذریعہ بنی ہیں اور (اس لئے بھی کہ) عورتیں مسلمانوں کی آبادی بڑھانے کا سبب بنتی ہیں، اس کے بعد خوشبو کا ذکر فرمایا کیونکہ خوشبو بیوی سے جماع پر ابھارنے کا سب سے بڑا سبب ہے اور جماع (کی کثرت) اسلام میں تناسل (یعنی شرحِ پیدائش) بڑھانے کا ذریعہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ خوشبو بذاتِ خود بھی ایک عمدہ چیز ہے۔''

وقال أیضا: فحبب إلیه النساء والإکثار منهن لنقل مابطن من الشریعة مما یستحی ذکره من الرجال ولأجل کثرة سواد المسلمین ومباهاته بهم یوم القیمة۔ (فیض القدیر:۳/۳۷۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں:''پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں عورتوں کی اور نکاح کی کثرت کی محبت ڈال دی گئی تاکہ آپ کی ازواج امت تک وہ مسائل پہنچائیں کہ مرد جن مسائل کے تذکرے سے حیا محسوس کرتے ہیں اور [تاکہ آپ کی امت آپ کی نکاح کی کثرت کو دیکھ کر اس عمل پر حریص ہو اور اس کے نتیجے میں] مسلمانوں کی آبادی کثرت سے بڑھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کثرت کے ذریعے بروزِ قیامت (دوسری امتوں پر) فخر کرسکیں گے۔''

قال جلال الدین السیوطی رحمه الله تعالیٰ عن التستری:"... لأن هذه من الدین لا من الدنیا۔"(شرح السیوطی:۷/۶۲)

ترجمہ:''امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:''عورتیں اور خوشبو (بظاہر دنیا کا سامان ہیں مگر درحقیقت یہ دونوں چیزیں) دین سے (تعلق رکھتی) ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں قناعت کی نکاح میں نہیں.....

قال ابن القیم رحمه الله تعالیٰ:"وفی کتاب الزهد للإمام أحمد فی هذا الحدیث زیادة لطیفة وهی:أَصْبِرُ عن الطعام والشراب ولا أصبر عنهن۔"

وحث علی التزویج أمته فقال تزوجوا فإنی مکاثر بکم الأمم وقال ابن عباس: خیر هذه الأمة أکثرها نساء وقال إنی أتزوج النساء وأنام وأقوم وأصوم وأفطر، فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔"(زاد المعاد:۴/۲۵۰)

ترجمہ: حدیث ''میری نظر میں عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا ہے'' کہ تشریح میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک عجیب نکتہ نقل فرماتے ہیں، وہ یہ کہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا کہ میں کھانے پینے سے تو صبر کر سکتا ہوں (یعنی ان اشیاء سے کنارہ کشی اختیار کر سکتا ہوں) مگر عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا (یعنی نکاح کے معاملے میں قناعت سے کام نہیں لے سکتا)، آگے ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے (اس حدیث کے علاوہ اور بھی مواقع پر) اپنی امت کو نکاح کی ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور اس میں ناغے بھی کرتا ہوں، پس جس نے میرے راستے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔'' (زاد المعاد: ۴/ ۲۵۰)

کثرت سے نکاح کرنا قابل تعریف کام ہے (علامہ ابن الجوازی)

قال العلامة عبدالرحمن ابن الجوزی رحمه الله تعالٰی: وإن أكثر النكاح والسراری كان ممدو حالا مذموما، فقد كان للنبی صلی الله عليه وسلم زوجات وسراری وجمهور الصحابة كانو على الإكثار من ذلک... فإن طلب التزوج للأولاد فهو الغاية فی التعبد... يندرج فيه من التعبد مالا يحصٰی، من إعفاف نفسه والمرأة إلى غير ذلک وقد أنفق موسى عليه السلام من عمره الشريف عشر سنين فی مهر ابنة شعيب، فلو لا أن النكاح من أفضل الأشياء، لما ذهب كثير من زمان الأنبياء فيه، وقد قال إبن عباس رضی الله عنه: ''خيار هذه الأمة أكثرها نساء'' وكان يطأ جارية وينزل فی أخرى، (صيد الخاطر: ص ۱۹)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص نکاح کثرت سے کرے اور زیادہ باندیاں رکھے تو یہ ایک قابل تعریف کام ہے، قابل ملامت نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویاں بھی رکھیں اور باندیاں بھی اور جمہور صحابہ نکاح کثرت سے کیا کرتے تھے..... اور اگر نکاح سے کسی کا مقصد اولاد (کی کثرت) ہو تو پھر تو یہ عمل (یعنی نکاح کی کثرت) اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے..... نکاح کئی لحاظ سے عبادت ہے کہ جن کو شمار کرنا ممکن

نہیں مثلاً اس سے خود کو بھی عفت و پاکدامنی حاصل ہوتی ہے اور عورتوں کو بھی وغیرہ وغیرہ اور تحقیق موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کی خاطر اپنی مبارک عمر کے دس سال بکریاں چرا کر گزار دیے (تاکہ نکاح کرسکیں) پس نکاح اگر تمام اعمال میں افضل نہ ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی زندگیوں کا ایک کثیر حصہ نکاح کی کوشش میں (یوں) خرچ نہ فرماتے اور تحقیق عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرما چکے ہیں کہ اس امت میں وہ لوگ بہتر ہیں جن کی بیویاں زیادہ ہیں.....'' (صید الخاطر)

حدیث نمبر ⑨

مجاہد آلات جہاد سے محبت کے ساتھ ساتھ نکاح کی کثرت کا شوق بھی رکھتا ہے:

أخبرنا أحمد بن حفص بن عبدالله قال حدثني أبي قال حدثني إبراهيم بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس رضي الله تعالٰى عنه قال: ''لم يكن شيء أحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد النساء من الخيل۔'' (النسن الكبرىٰ، رقم:٨٨٨٩)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔''

جہاد کے آلات میں گھوڑا سب سے بہترین آلہ اور ذریعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی (یعنی اسے قیامت تک کے لئے جہاد کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا دیا) اس کے برخلاف تلوار سے ایک وقت تک جہاد ہوتا رہا، اب نہیں ہوتا، تیر اور نیزوں کا رواج بھی ختم ہو گیا، نیز جیسے جیسے دنیا ترقی کرے گی پرانے اسلحے کی جگہ نت نئے ہتھیار ایجاد ہوتے جائیں گے، مگر گھوڑے کی ضرورت و اہمیت جہاد میں ہمیشہ رہے گی، چنانچہ آج بھی دنیا کے کسی ملک کی فوج ایسی نہیں جو ایک بڑے پیمانے پر گھڑسواری کی تربیت نہ دیتی ہو۔

اس حدیث میں اسلامی ملکوں کے مسلمان فوجیوں اور ان کے علاوہ ملک وملت اور دین و مذہب کے دفاع کی خاطر جہاد سے محبت رکھنے والے دیگر مجاہدین کو زبردست ترغیب ہے کہ وہ کثرت سے اولاد پیدا کرنے کے لئے نکاح کی کثرت کو اس سے بھی زیادہ محبوب رکھیں جتنی محبت انہیں گھوڑوں اور مثلاً ٹینکوں، توپوں سے ہے۔ تاکہ مسلمان ملکوں کو اپنے دین و مذہب کے دفاع کی خاطر لڑائی کے لئے بھرپور افرادی قوت میسر ہو۔

طبقاتِ کبریٰ کے مؤلف محمد بن سعد زہری نقل کرتے ہیں:

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا..... حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھے دنیا کے عیش (سامان) میں خوشبو اور عورتوں کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں.....حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند و مرغوب تھیں، عورتیں، خوشبو اور کھانا، پس (ان میں سے) دو چیزوں کو آپ نے حاصل فرمایا اور ایک سے اجتناب فرمایا، عورتوں اور خوشبو کو حاصل فرمایا، طعام (کھانے) سے اجتناب فرمایا (یعنی کھانے کے بارے میں قناعت سے کام لیا).....سلمۃ بن کہیل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی جتنی چیزیں استعمال فرمائیں ان میں آپ کو سب سے زیادہ محبت عورتوں اور خوشبو سے تھی..... معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں سے زیادہ کسی چیز سے محبت نہ تھی پھر فرمایا کہ اے اللہ! معاف کردے، بلکہ عورتوں سے، [یعنی غلطی سے گھوڑوں کو سب سے زیادہ محبوب چیز قرار دینے پر استغفار کرتے ہوئے فرمایا کہ عورتوں سے محبت گھوڑوں کی محبت سے بھی زیادہ تھی]

نرینہ اولاد کے حصول کیلئے زیادہ بیویاں رکھنا اضافی فضیلت والا کام ہے

★ قال اللہ تعالیٰ:

﴿زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناطیر﴾ الآیة

(آل عمران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت، مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے لگے ہوئے ڈیر، نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مواشی اور زراعت، (لیکن) یہ سب دنیوی زندگی کے استعمال کی چیزیں ہیں اور انجام کار کی خوبی (یعنی آخرت کا اچھا انجام) تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (جو صرف متقیوں کو حاصل ہوگا)'' (آل عمران)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یخبر تعالٰی عما زین للناس فی هذه الحیوة الدنیا من أنواع الملاذ من النساء والبنین، فبدأ بالنساء؛ لأن الفتنة بهن أشد، کما ثبت فی الصحیح أنه صلی الله علیه وسلم قال: ما ترکت بعدی فتنة أضر علی الرجال من النساء۔

فأما إذا کان القصد بهن الإعفاف وکثرة الأولاد، فهذا مطلوب، مرغوب فیه، مندوب إلیه، کما وردت الأحادیث بالترغیب فی التزویج والاستکثار منه، وإن خیر هذه الأمة من کان أکثرها نساء،... وقوله فی الحدیث الآخر: حبب إلی النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلوٰة، وقالت عائشة رضی الله تعالٰی

عنها: لم يكن شيء أحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم من النساء إلا الخيل وفي رواية؛ من الخيل إلا النساء۔

وحب البنين تارة يكون للتفاخر والزينة فهو داخل في هذا، وتارة يكون لتكثير النسل وتكثير أمة محمد صلى الله عليه وسلم ممن يعبد الله وحده، لا شريك له، فهذا محمود، ممدوح، كما ثبت في الحديث: تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيمة (تفسير ابن كثير: ۱/۳۵۲)

ترجمہ: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جو دنیوی زندگی میں انسان کو بہت لذیذ اور پسندیدہ لگتی ہیں، مثلاً عورتیں اور بیٹے وغیرہ، تو ان مرغوب اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عورتوں کا ذکر فرمایا کیونکہ دنیا کی بقیہ تمام چیزوں میں عورتوں کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑی فتنے کی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

البتہ عورتوں کی طرف میلان ورغبت سے کسی کا مقصد (بذریعہ نکاح) عفت و پاکدامنی ہو یا کثرت سے اولاد پیدا کرنا مقصود ہو (اور اس غرض سے زیادہ نکاح کرنا چاہتا ہو) تو پھر شرعاً یہ کام مطلوب بھی ہے اور شریعت میں اس کی ترغیب اور دعوت بھی ہے، جیسا کہ نفسِ نکاح اور (بلکہ) کثرت سے نکاح کی ترغیب کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل میں عورتوں اور خوشبو کی محبت ڈال دی گئی اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں کے بعد عورتوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ عورتوں کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔

اسی طرح (دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بعد بیٹوں کا جو ذکر فرمایا تو) بیٹوں کی محبت کبھی تو فخر اور دکھاوے کے لئے ہوتی ہے [کہ زیادہ بیٹے ہوں گے تو دوسروں کی تحقیر کی نیت سے فخر ونمائش کرے گا] اور کبھی بیٹوں کی محبت (یعنی یہ شوق کہ میرے ہاں بیٹے زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں) (اپنی) نسل کثرت سے بڑھانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے توحید پرستوں کی تعداد بڑھانے کے لئے ہوتی کہ جو توحید پرست صرف ایک ایسے خدا کی عبادت کریں (گے) جس کا کوئی شریک نہیں، تو (اس جذبے سے بیٹوں کی کثرت کا شوق شرعاً) پسندیدہ بھی ہے اور قابلِ تعریف بھی، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا: بہت زیادہ محبت کرنے والی

اور کثرت سے بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو، اس لئے کہ میں بروزِ قیامت تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔'' (تفسیر ابن کثیر)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت

قال الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى: ''ليس العزوبة من أمر الإسلام فی شیء، النبی صلی الله علیه وسلم تزوج أربعة عشر ومات عن تسع... كان النبی صلی الله علیه وسلم یصبح وما عندهم شیء ویمسی وما عندهم شیء ومات عن تسع وكان یختار النكاح ویحث علیه... نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن التبتل، فمن رغب عن فعل النبی صلی الله علیه وسلم فهو علی غیر الحق، ومن رغب عن فعل أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والمهاجرین والأنصار فلیس هو من الدین فی شیء، قال النبی صلی الله علیه وسلم: إنی مكاثر بكم الأمم ویعقوب فی حزنه قد تزوج وولدله، والنبی صلی الله علیه وسلم قال: حبب إلی النساء...'' (الورع لابن جنبل: ۱/۱۱۹)

ترجمہ: نکاح کے بغیر زندگی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجموعہ) چودہ (۱۴) شادیاں کیں اور بیک وقت نو بیویاں چھوڑ کر انتقال فرمایا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے اس حال میں کہ اہل وعیال کے پاس (غربت کے باعث) کھانے کو کچھ نہ ہوتا اور شام کرتے تو بھی یہی حالت ہوتی مگر اس کے باوجود نو بیویاں چھوڑ کر انتقال فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر نکاح کے زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اعراض کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں اور جو نبی کے مہاجرین وانصار صحابہ کے طریقے سے اعراض کرے گا اس کا بھی دین سے کوئی تعلق نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ میں تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام (اپنے بیٹے کی جدائی میں) غمزدہ تھے (مگر یہ شدید غم اور آزمائش بھی آپ کو مزید نکاح سے روک نہ سکے اور اس کے باوجود آپ نے مزید) نکاح کیا اور آپ کی (اس نکاح سے مزید) اولاد ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نظر میں عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنادیا گیا ہے۔'' (الورع لابن حنبل)

قال العلامة موفق الدین ابن قدامة الحنبلی رحمه الله تعالی: ''لأن النبی صلی

الله علیه وسلم تزوج وبالغ فی العدد وفعل ذلک أصحابه ولا یشتغل النبی صلی الله علیه وسلم وأصحابه إلا بالأفضل ولا تجتمع الصحابة علی ترک الأفضل والاشتغال بالأدنی۔" (مغنی بن قدامه: ج۷)

ترجمہ: جلیل القدر فقیہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''نکاح افضل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور نکاح کی تعداد میں مبالغہ سے کام لیا (یعنی کثرت سے نکاح فرمائے) اور یہی کام صحابہ نے بھی کیا اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اسی کام میں مشغول ہو سکتے ہیں جو (شرعاً) افضل ہو اور ایسا ممکن نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب ایک غیر افضل کام میں مشغول ہو جائیں اور وہ کام جو افضل تھا اسے ترک کر دیں۔''

خواہش نفس کی بنا پر دوسری شادی کرنا

بہت سے حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر نکاحِ ثانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ مثلاً فلاں کا مقصد تو محض خواہشِ نفس پوری کرنا ہے اور اس بنا پر ایسے حضرات کو ''شہوت پرستی'' کا طعنہ دیا جاتا ہے..... تو اس بارے میں خوب سمجھ لینا چاہیے کہ خواہش نفس کی بناء پر متعدد نکاح کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو وہ جن کا ارادہ محض خواہش نفس ہی ہو اور ایک یا متعدد ازواج کے حقوق کی ادائیگی اور ان میں عدل کا پکا عزم، ارادہ یا صلاحیت ہی نہ ہو، یا دوسری شادی کو پہلی بے گناہ زوجہ کے لیے محض بلیک میلنگ کے طور پر استعمال کرتا ہو یا دوسری شادی کا مقصد ہی خواہ مخواہ پہلی زوجہ کو پریشان کرنا ہو، تو اس طرح کے حالات میں جو شخص نکاح پر نکاح کرتا چلا جائے اور ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ ان کے حقوق کی ادائیگی کا پختہ عزم اور التزام نہ کرے تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں یقیناً شہوت پرست ہے اور ایسے شخص کو شہوت پرستی کا طعنہ دینا بھی درست ہے اور شریعت ایسے شہوت پرستوں کے نکاح کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔

نکاح کی ان ترغیبات کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایئے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاتون کی طرف سے اس موضوع سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال اور استادِ محترم مفتی محمد صاحب مدظلہ اللہ تعالیٰ وحفظہٗ تلمیذ خاص حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سوال کے دیئے گئے جواب کو اپنی اس تحریر کا جزو بنا دوں تا کہ نکاح کی کثرت سے متعلق ہماری ان ترغیبات کا کوئی شخص غلط مطلب نہ سمجھے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ استاذِ محترم نے ''مقاصدِ مذمومہ کی تکمیل کے لئے دوسری شادی'' کے عنوان سے یہ جو جواب تحریر فرمایا، مکمل خط کو ''ضرب مؤمن'' میں شائع کرنا اس میں ذکر کردہ بعض حیا سوز باتوں کی وجہ سے مناسب نہ تھا اس لئے انفرادی طور پر جواب دیا گیا، ملاحظہ ہو۔

''ضربِ مؤمن'' میں شائع ہونے والا ایک مسئلہ: مقاصدِ مذمومہ کی تکمیل کے لئے دوسری شادی

''سوال: اس ہفتے کا ضربِ مؤمن پڑھا جس کی وجہ سے فوراً خط لکھنے بیٹھ گئی اور کچھ تلخ حقیقتیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کر رہی ہوں۔ المختصر کیبل، سی ڈی، انٹرنیٹ اور وی سی آر نے امتِ مسلمہ سے حلال وحرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔

(۱) میری بچپن کی سہیلی کی شادی کو ۱۲ سال ہو گئے ہیں۔ صرف ایک بیٹی ہے وہ بھی ۶ سال بعد ہوئی، بہت شرمیلی اور بھولی بھالی ہے۔ اسے یہ واقعہ مجھ سے بیان کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی تھی، کسی اور واسطے سے مجھ تک یہ بات پہنچائی کہ میرا خاوند مجھ سے غیر فطری طریقے سے ملنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے کیبل، انٹرنیٹ پر لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ فعل انجام دیتی ہیں تم میرے ساتھ ویسے کرو۔ اس نے کہا مجھ سے غلط مطالبہ نہ کیا کریں جو میں ہرگز نہیں کرتی، اس کا خاوند انتہائی نالاں ہے اور کہتا ہے کہ میرے لئے رشتوں کی کیا کمی ہے، ویسے بھی شریعت نے ہمیں چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے، سوچ لو، اگر تم میرے ساتھ نہیں چل سکتی تو میں تمہیں کچھ وقت سوچنے کے لئے دے رہا ہوں ورنہ تمہیں طلاق مل جائے گی۔

کیا ایسی حرکات کیلئے وہ چار شادیوں کا حق آزادی سے استعمال کر سکتا ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں؟ میری سہیلی کو خطرہ ہے کہ طلاق کی صورت میں وہ اپنی بیٹی مجھ سے لے لے گا، مجھے اس کے مستقبل کا خطرہ ہے کہ وہ کہیں برے ماحول کا شکار نہ ہو جائے۔

(۲) میری ایک کزن ہے جس کا خاوند ماشاء اللہ پانچ وقت کا پکا نمازی ہے، سنت کے مطابق داڑھی ہے، چار بچے ہیں، چودہ سال شادی کو ہو گئے ہیں اب تک ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے کہ کچھ عرصہ قبل اس نے کمپیوٹر خریدا، جس پر اچھے پروگرام دیکھتے دیکھتے کچھ جنسی سی ڈیز دیکھ لیں۔ اب اس وقت سے یہ کہتا ہے کہ میں ۲۰..... ۱۲ سال کی بچی سے نکاح کروں گا..... ہمیں چار شادیوں کا حق دیا گیا ہے، ایک طرح کا کھانا کھاتے کھاتے جیسے دل اُکتا جاتا ہے، ویسے ہی ایک بیوی سے بھی دل بھر جاتا ہے، مختلف مزے چکھنے چاہئیں۔ وہ کہتی ہے میں نے اسے بہت عار دلائی..... لیکن وہ دیوانے ہو گئے ہیں کسی چیز کا احساس نہیں، ابھی سے بچوں سے لاتعلقی برتنے لگ گئے ہیں، میری کزن انتہائی پریشان ہے، جبکہ اس سے قبل اس کا شوہر موجودہ مسلمانوں کی حالتِ زار پر بڑا کڑھتا تھا، جہاد اور اسلام کا بڑا پرچار کرتا تھا، اب فانی لذتوں کے تصور نے اسے ہر احساس سے بے گانہ کر دیا ہے.....

کیا اسلام ایسے محرکات کی وجہ سے شادی کی اجازت دیتا ہے؟ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع اور آخری وقت وصال میں بھی عورتوں کے حقوق پر بہت زور دیا تھا کہ ان کا خیال رکھنا، وہ

تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں۔کیا اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں؟.....اگر فانی لذت کی وجہ سے رنگ برنگی عورتوں کو اپنانے کا رواج ہو جائے اور پہلی والیوں کو مکمل چھوڑ دیا جائے یا معلق کر دیا جائے تو کیا اس سے بڑا المیہ کوئی ہوگا؟

کیا غیر فطری فعل سے مسلمانوں کی نسل کشی نہ ہوگی کہ جیسے منحوس کا فر خود قلتِ افزائش کا شکار ہو رہے ہیں (اپنے کالے کرتوتوں کے سبب) ایسے ہی امتِ مسلمہ کو بھی گندے گندے مسائل کا شکار کر رہے ہیں۔کیا ایسے حالات میں حکومت کا فرض نہیں کہ ان بے حیائی کے اڈوں کی خوب خبر لے.....؟ (ایک خاتون)

جواب

''واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو بیک وقت چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے صرف ایک شرط کے ساتھ مشروط فرمایا ہے، وہ یہ کہ متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ ادا کر سکے اور اسے اپنے بارے میں یہ خوف نہ ہو کہ وہ عدل نہ کر سکے گا۔

چنانچہ جسے اپنے بارے میں یہ خوف ہو کہ وہ متعدد بیویوں میں عدل نہیں کر سکے گا یا خدانخواستہ عدل کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے دوسری شادی حرام ہے۔

شریعت نے جو متعدد شادیوں کو حلال قرار دیا ہے اس میں درجِ ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) عورتوں کی تعداد مردوں سے عموماً زیادہ رہتی ہے اور موجودہ دور میں اس کا عام مشاہدہ ہے، تو اگر سب مرد ایک بیوی پر اکتفاء شروع کر دیں تو بہت سی عورتوں کو ساری عمر نکاح کے بغیر زندگی گزارنا پڑے گی۔

(۲) تکثیر سوادالمسلمین: یعنی اولاد کی شرحِ پیدائش بڑھانا تاکہ بروزِ محشر رسول اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی کثرت کے ذریعے دوسری اقوام پر فخر فرما سکیں، جیسا کہ ارشاد ہے: ''إني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة'' (میں تمہاری کثرت کے سبب بروزِ محشر فخر کروں گا) اور مسلمان قوم کی آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باعث دوسری اقوام کے مقابلے میں دینی، معاشی اور عسکری ہر لحاظ سے مضبوط ہو سکے۔

(۳) مرد کو حلال طرح سے اپنی خواہشِ نفس کے پورا کرنے کے بارے میں وسعتیں دینا تاکہ اس کے قدم حرام کی طرف جانے سے مکمل محفوظ رہ سکیں۔

چنانچہ اور بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے یہ وہ بنیادی حکمتیں ہیں جن کے پیشِ نظر شریعت کی نظر میں اس شخص کے لئے جو متعدد بیویوں کے حقوق ادا کر سکتا ہو متعدد شادیوں کو مستحسن قرار دیا گیا

ہے اور جس کے پیشِ نظر یہ حکمتیں ہوں تو اس کے لئے یہ اقدام بھی لائق تحسین ہوگا۔

البتہ آپ نے جس شخص کے حالات ذکر کئے جو غیر فطری عمل پر اپنی زوجہ کو مجبور کرتا ہے، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کو بے ہودہ مقاصد میں استعمال کرتا ہے، بیوی اس کے ساتھ اس حرام کاری میں شریک نہ ہو تو اسے طلاق یا چار شادیوں کی دھمکیاں دے کر بلیک میل کرتا ہے تو ایسے شہوت پرست کا اسلام کے فلسفۂ تعددِ ازواج کو بلیک میلنگ (دھمکی) کے طور پر استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ بدترین استہزاء ومذاق کے مترادف ہے اور ایسے شہوت پرستوں کی شہوت چار شادیوں سے بھی پوری نہیں ہوسکتی۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ألزانی لا ینکح إلّا زانیة أو مشرکة والزّانیة لا ینکحها إلّا زان أو مشرك وحرّم ذلك علی المؤمنین﴾ (سورۃ النور)

''زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ سے یا مشرکہ سے اور زانی عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی مرد یا مشرک.....''

اس کی تفسیر میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مطلب اس (آیت) کا یہ ہے کہ جو لوگ زنا کے خوگر ہو جاتے ہیں، اور ہنوز انہوں نے توبہ نہ کی ہو بلکہ اسی عادت پر ہوں، ان کی اصل رغبت زنا کی طرف ہوتی ہے اور اسی میں اُن کو زیادہ لذت ہوتی ہے، ان کو جو عورت پسند آجاتی ہے، اوّلاً ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس سے زنا میسر ہو جائے اور ہمارے ساتھ زانیہ ہونا گوارا کرلے اور جب اس کوشش میں ناکامی ہوتی ہے تو آخری درجہ میں نکاح ہی کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ان دونوں حالتوں میں ''أرغب وألذّ'' حالت ان لوگوں کے نزدیک پہلی ہی حالت ہوتی ہے اور نکاح کو دل سے پسند نہیں کرتے، کیونکہ نکاح سے جو مقاصد ہیں، تعفف [یعنی حلال ذریعہ استعمال کرکے خود کو حرام سے محفوظ کرنا] حصولِ اولاد، امساک بالمعروف [بیوی کے ساتھ عمدہ برتاؤ] واداءِ حقوقِ زوجیت، مثلِ نفقات (نان نفقہ) وغیرہ، وہ ان کو وبال سمجھتے ہیں۔''

(بیان القرآن: ۲/ ۱۳۶)

اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں کی فطرت میں شہوت پرستی کا غلبہ ہوتا ہے (اور شہوت کا یہ غلبہ جسمانی قوت کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ حبِ دنیا اور ہوس کی بنا پر ہوتا ہے) ان کا اصل اور بنیادی مقصد محض حرام کاری ہوتا ہے۔ عفت پاکدامنی، توالد وتناسل یا کسی عورت کی معاشی کفالت وغیرہ پیشِ نظر نہیں ہوتی، بلکہ نکاح اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا محض ایک بہانہ ہوتا ہے، ایسے لوگ نکاح کے بعد

ایک یا متعدد بیویوں کے جو حقوق ان پر واجب ہوتے ہیں، ان کی ادائیگی کا التزام بھی نہیں کرتے۔

اس آیت کی روشنی میں ایک ایسا شخص جو بے ہودہ اور فحش پروگرام دیکھ کر اپنی جنسی ہوس کو بھڑکاتا ہو، جنسی ہوس کی تکمیل کی خاطر معصوم زوجہ کو غیر فطری عمل پر مجبور کرتا ہو، بیوی گناہ میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو تو اسے طلاق یا دوسری شادی کی دھمکی دیتا ہو، تاکہ اس دوسرے نکاح کے ذریعہ اپنی اس غیر فطری جنسی ہوس کی جیسے چاہے تکمیل کر سکے، تو ایسا شخص قرآنِ کریم کی اس آیات کا مصداق ہے جس کا ابھی ذکر ہوا اور ان باتوں کی بنیاد پر اس کے لئے دوسری شادی ناجائز اور اسلام کے فلسفۂ تعددِ ازواج کو بدنام کرنے اور اللہ تعالیٰ کی آیت کے ساتھ استہزاء (مذاق) کے مترادف ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا﴾ الآیۃ۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۱)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (یعنی اس کے احکام) کو ہنسی (اور کھیل کی چیز) نہ بناؤ۔''

ہم سوال میں ذکر کردہ دونوں اشخاص اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو جو اللہ کے متعدد شادیوں والے حکم کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرتے ہیں، یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اسلام نے مرد کو متعدد شادیوں کی اجازت بہت ہی عمدہ مقاصد کی تکمیل کے پیشِ نظر دی ہے، لہٰذا کوئی مرد اگر متعدد نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے پیشِ نظر حکمتوں اور مصلحتوں کا حصول ہی ہونا چاہیے، بیوی کو ذلیل کرنا، یا اس اقدام کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے بے گناہ زوجہ کو احساس ہو کہ اس کا مقصد صرف اور صرف مجھے رسوا یا ذلیل کرنا ہے یا کسی بات پر مجھ سے انتقام لینا ہے، جائز نہیں..... واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم'' (ضربِ مؤمن)

حقوق کی ادائیگی کے التزام کے ساتھ خواہشِ نفس کی بنا پر شادی

یہ تو ہم نے ایسے شخص کے متعلق خط شائع کیا کہ جنہیں شہوت پرستی کا طعنہ دینا درست ہے، البتہ اگر کوئی شخص ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ ایک یا متعدد بیویوں کے حقوق کی ادائیگی کے بھرپور اہتمام کا مضبوط عزم رکھتا ہو، نیز دوسرے نکاح کے بعد اپنی پہلی بیوی کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے ساتھ محبت والفت کا تعلق بھی قائم رکھے، دوسری شادی پہلی معصوم بیوی کو بلیک میل کرنے کے لئے نہ ہو، تو ایسے شخص کو چار شادیوں کی بناء پر ''شہوت پرستی'' کا طعنہ دینا حرام ہے، خواہ یہ شخص کسی عورت کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر اور واقعی محض خواہشِ نفس پورا کرنے کے لیے ہی کیوں نہ نکاح کر رہا ہو، کیونکہ حلال طریقے سے خواہشِ نفس پورا کرنے پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں، چنانچہ بعض اکابر حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کی پہلے سے ایک ہزار باندیاں ہوں اور وہ ان پر گزارا نہ کرتے ہوئے ایک اور باندی خریدنے کی کوشش کرے یا پہلے سے بیوی موجود ہو، اور وہ اس پر قناعت نہ کرتے ہوئے مزید ایک اور یا تین مزید شادیاں کرنا چاہتا ہے، (اور ان میں عدل کا التزام بھی کرے) تو اس کے

اس عمل پر کوئی اسے ملامت کرے (یعنی اس کو شہوت پرستی پر محمول کرتے ہوئے اسے طعنہ دے) تو اس ملامت کرنے والے پر کفر کا خطرہ ہے، اس لئے کہ ایسے لوگ جو اپنی بیویوں اور اپنی باندیوں کے ذریعے اپنی خواہش پوری کرتے یں ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا کہ ﴿فإنهم غير ملومين﴾ الآیۃ، (سورۃ المؤمنون) یعنی: ''یہ لوگ قابل ملامت نہیں۔''

الغرض بیوی پہلی ہو یا چوتھی، اللہ تعالیٰ تو ان کے ذریعے خواہشِ نفس پوری کرنے والے عمل کو قابلِ ملامت قرار دینے کے بجائے ایسے لوگوں کو ﴿فإنهم غير ملومين﴾ (غیر مستحقِ ملامت) قرار دے رہے ہیں، تو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں فرمایا دیا ہو کہ یہ قابلِ ملامت نہیں تو ایسے شخص کو ملامت کرنے والے کے بارے میں کفر کا خطرہ نہیں تو اور کیا ہے؟

قال فی فیض القدیر: ''فائدة: فی فتاویٰ بعض أکابر الحنفیة: من له أربع نسوة وألف أمة وأراد شراء أخری فلامه رجل یخاف علیه الکفر ولو لامه أحد لو أراد تزوّج مافوق امرأة، فکذلک، قال تعالیٰ: ﴿إلا علی أزواجهم أو ماملکت أیمانهم فإنهم غیر ملومین﴾ [المؤمنون] (۳/۲۶۹)

ہاں وہ لوگ جو نکاح یا باندیوں کے سوا کوئی اور راستہ تلاش کریں تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فأولئک هم العادون﴾ یعنی ''یہ لوگ اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'' الغرض اللہ تعالیٰ نے از خود متعین فرما دیا کہ خواہشِ نفس کو کس طرح سے پورا کرنا قابلِ ملامت ہے اور کس طرح پورا کرنا قابلِ ملامت نہیں، لہٰذا اس بارے میں ہمیں اپنے مزاج اور طبیعت کی دخل اندازی کی بالکل ضرورت نہیں۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر نکاح سے کسی کا مقصد محض خواہشِ نفسانی ہی پوری کرنا ہو تو اس صورت میں بھی اسے نکاح کا ثواب ملے گا، کیونکہ وہ چاہتا تو ناجائز راستوں سے بھی خواہش پوری کرسکتا تھا اور حلال طریقے سے یعنی بذریعۂ نکاح اپنی خواہش پوری کرنے کے بارے میں اسے معلوم بھی ہے کہ نکاح کے بعد مجھ پر بیوی کا نان نفقہ وغیرہ جیسی کتنی ذمہ داریاں پڑ جائیں گے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جو بذریعہ نکاح خود کو حرام کاری سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد اپنے ذمے لے لی ہے۔'' (فتح القدیر: ۳/۱۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو اسے اس پر بھی اجر ملتا ہے، صحابہ نے پوچھا کہ اپنی خواہش پوری کرنے میں کیسا اجر؟ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی

خواہش کسی حرام راستے سے پوری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ملتا؟ صحابہ نے فرمایا کہ جی ہاں، اس پر اسے گناہ ہوتا، فرمایا کہ جب حرام طریقے سے خواہش پوری کرنے پر گناہ ملتا ہے تو اسی طرح حلال طرح سے خواہش پوری کرنے پر ثواب بھی ملتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیسی بات ہے کہ تم برائی کو تو شمار کرتے ہو اور بھلائی کو (یعنی حلال راستے کو) شمار نہیں کرتے؟ (اور اس پر اجر کا انکار کر رہے ہو)

قال ابن القيم رحمه الله تعالىٰ ردّا على المتصوفة الذين تركوا النكاح: وفى الصحيح عن أبى ذر، ثم ذكر الحديث وفى آخره، أفتحسبون الشر ولا تحتسبون الخير؟ (زادالمعاد:ص:۱۲۳)

برائے اہل علم

هل يؤجر بترك إدخال الغم على الزوجة بالامتناع عن التعدد...؟

قلت: إذا ثبت هذا فلا يغتر أحد بما فى الهندية (۱/۳۴۳) عن السراجية حيث قال: "وإذا كانت له امرأة وأراد أن يتزوج عليها أخرىٰ وخاف أن لا يعدل بينها، لا يسعه ذلك وإن كان لا يخاف ذلك، وسعه ذلك والإمتناع أولىٰ ويؤجر بترك إدخال الغم عليها،"

قلت: لا ينبغى أن يعوّل عليه، وذلك لأمور وهى مايلى

۱: قد مرَّ مفصّلاً أن الشرع حرّض علىٰ تكثير الازدواج (لمن لم يخف عدم العدل بينهن) بعناوين شتى، وهذا التحريض ثابت فى حق من تضرَّرت به زوجته بإرادته الأخرىٰ؛ فإن عدم اغتمامها بالأخرى نادر والنادر كالمعدوم لا يتعلق به حكم، وهل سميت الضرة ضرة إلا أنها تتضرّر بها صاحبتها.

۲: أو هذا محمول على معنىٰ: أن من لم يتزوج يؤجر بترك إدخال الغم علىٰ زوجته، وهذا لا ينافى حرمان الأجر الذى هو أعظم من أجر ترك إدخال الغم، والأجر الأعظم هو أجر النكاح الثانى۔

فينبغى أن يقال فى تأويل العبارة: "من امتنع من النكاح الثانى ينال ثواب الترحم علىٰ زوجته ولكن يحرم من نوع ثواب آخر هو أعظم منه وهو أجر النكاح وأجر تكثير سواد المسلمين وأجر التكفل بمن عنده من النساء وأجر تحصيل مزيد العفاف الذى يحرم منه من اكتفى بواحدة وغير ذلك۔

۳: ولئن سلم أن الامتناع أولٰی علی الإطلاق فقد قیل به فی زمن کان الناس یتبادرون فیه إلی تکثیر الازدواج، فالمصالح اللّتی أراد الشرع تحصیلها بإباحة التعدّد کانت حاصلة فی ذلک الزمن علٰی وجه الکمال، ففی ذلک الزمن لو اکتفٰی أحد بواحدة یمکن أن یثاب ویؤجر بترک إدخال الغمّ علی زوجته، وأمّا فی زمن امتنع فیه الناس کل الامتناع، وهو زمننا، فکلاّ...

دوسری شادی کے مخالفین عنقریب اس کی فضیلت کے قائل ہوجائیں گے

قال العلامة محمد زاہد الکوثری رحمة الله تعالٰی نقلاً عن الفیلسوف الشرق الشیخ طنطاوی رحمه الله تعالٰی؛ "إن من فوائد تعدد الزوجات تکثیر النسل وتقلیل الزنا والتکفل بمن لیس لهن کفیل والمحافظة علی الأعراض عن ازدیاد النساء وقلة الرجال وقال أیضا: إن التعدد الذی یعیبه الجاهلون، سیأتی یوم یدرک فیه الناس فوائده فیمیلون إلیه میلة واحدة ویعترفون بفضیلة القرآن الکریم.

ترجمہ: مشہور فلسفی شیخ طنطاوی فرماتے ہیں: ''متعدد شادیوں کے فوائد میں سے اولاد کی کثرت، زنا کی تقلیل، بے سہارا عورتوں کی کفالت اور عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کے بارے میں عورتوں کی عزت (وناموس) کی حفاظت ہے، وہ متعدد شادیاں جس کو جاہل لوگ معیوب (اور برا) سمجھتے ہیں، ایک دن آنے والا ہے کہ لوگ اس کے فوائد کا ادراک کرنے کے بعد یکبارگی اس کی طرف ہو مائل ہو جائیں گے اور قرآن کی حقانیت اور فضیلت کا اعتراف کرنے لگیں گے۔'' (مقالاتِ کوثری: ص ۲۲۲)

پادریوں کا اعتراف.....متعدد بیویاں رکھنے میں خدا نے خاص برکت رکھی ہے

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ معارف القرآن میں بعض پادریوں کے اقوال نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعددِ ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سے آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

''ان آیتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے۔''

پادری نکس اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے، اسی طرح ویدک

تعلیم غیر محدود تعددِ ازواج کو جائز رکھتی ہے..... کرسٹن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں، ان کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

جو مذہب اور قانون عفت وعصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو، زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو، اس کے لئے کوئی چارہ نہیں کہ تعددِ ازواج کی اجازت دے، اس میں زنا کاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے، اس کا بھی علاج ہے، اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسبی عورتوں کی افراط ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعددِ ازواج کی اجازت نہیں، ان میں زنا کی کثرت ہے، یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے، ان کے ہاں تعددِ ازواج پر تو پابندی ہے، مگر بطورِ دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی پوری اجازت ہے۔

کیا تماشا ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز؟' (معارف القرآن: ۲/ ۲۸۷)

ایک بیوی پر اکتفاء مرد کی فطرت سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا

قرآن، حدیث، صحابہ، فقہاء، محدثین اور بہت سے غیر مسلمین کے اعتراف سے بھی ثابت ہوگیا کہ اسلام میں اصل ترغیبی حکم یہی ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھے، اور پھر ان کے حقوقِ واجبہ اور ان میں عدل کا بھی اہتمام کرے۔ اِن دلائل کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت (Nature) اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ ظاہر ہے فطرت وہی کہے گی جو اسلام کہتا ہے، کیونکہ اسلام فطرت ہی کا دوسرا نام ہے۔ ارشاد باری ہے:

فطرة الله الّتی فطر الناس علیها۔ (سورۃ روم)

ترجمہ: یہ (اسلام) وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔

فطرت (Nature) بھی یہ چاہتی ہے کہ ایک مرد متعدد بیویاں رکھے اور ساری عمر ایک بیوی پر اکتفاء والا عمل فطرت سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا، درجِ ذیل وجوہ ہے:

پہلی وجہ: مرد میں جنسی قوت عورت سے زائد ہے

عورت کے لئے ایک مرد کافی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورتوں کی نسبت زائد جنسی قوت دی ہے، لہٰذا ایک مرد کو ساری عمر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کا حکم دینا، اسے قوت کے معاملے میں ''عورت جیسا'' قرار دینے کے مترادف ہے اور مرد کے لئے اس سے بڑا طعنہ شاید کوئی نہیں ہوسکتا کہ اسے جنسی قوت کے معاملے میں اس کی بیوی جیسا کہا جائے ..... اور فطرت (Nature) ایسی دھاندلیاں ہرگز نہیں کرسکتی۔

حضرت آدم کی ایک بیوی کیوں تھی؟

کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک زوجہ (اماں حوا) کو پیدا فرمایا، اگر ایک پر اکتفاء فطرت کے عین موافق نہ ہوتا تو انسانیت کی جب ابتداء کی جارہی تھی، اس وقت اس فطرت کی رعایت کیوں نہ کی گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کے لئے بھی متعدد بیویوں کو پیدا کیا جاتا تو ساری دنیا کے انسان ایک ''باپ'' اور ایک ''ماں'' کی اولاد نہ کہلاتے اور یوں ان میں بعض، بعض کے صرف ''باپ'' شریک بھائی ہوتے، اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اس کا تقاضا کیا کہ سارے انسان اور ساری قومیں ایک ہی اصل پر جمع ہوجائیں، لہٰذا جیسے سب کا باپ ایک ہے، اسی طرح تمام انسانوں کی ماں بھی ایک ہی ہو، چنانچہ اس حکمت کے پیشِ نظر آدم علیہ السلام کے لئے ایک زوجہ کو پیدا کیا گیا، جیسے آدم علیہ السلام کی اولاد میں صرف جڑواں پیدا ہونے والے بھائی اور بہن کو حقیقی بھائی بہن قرار دیا گیا، دوسرے بھائی کے ساتھ پیدا ہونے والی جڑواں بہن سے توالد وتناسل کی ضرورت سے نکاح جائز رکھا گیا، حالانکہ بہن (خواہ جڑواں نہ بھی ہو) سے نکاح آج بہرحال خلافِ فطرت ہے۔

بندہ کے شیخ ومرشد مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''عقلاً ونقلاً وتجربۃً وقیاساً ہر لحاظ سے یہ امر مسلم ہے کہ مرد میں عورت کی بنسبت شہوت کئی گنا زیادہ ہے۔ شرعاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو چار بیویوں کا اختیار دیا ہے، اگر عورت میں شہوت زیادہ ہوتی تو اس کا برعکس ہونا چاہیے تھا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے بہت سی وعیدیں بیان فرمائیں ہیں جب کہ مرد کے بلانے پر ہمبستری پر راضی نہ ہوں، اگر عورت میں شہوت زیادہ ہوتی تو مردوں کے لئے ایسی وعیدیں آنی چاہیے تھیں۔

عقلاً اس لئے کہ مرد کا مزاج گرم ہے جو سببِ شہوت ہے اور عورت کا مزاج سرد ہے۔

تجربۃً اس لئے کہ کوئی شخص اس کا قائل نہیں اور اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا کہ عورت ہمبستری کی دعوت دے اور مرد انکار کرے، اس کے برعکس اس کی مثالیں روزانہ پیش آتی رہتی ہیں کہ مرد بلاتا ہے، عورت راضی نہیں ہوتی۔

قیاساً اس طریقہ سے کہ دوسرے حیوانات میں یہ امر مشاہد ہے کہ ایک مذکر سینکڑوں مؤنث کیلئے کافی ہوجاتا ہے۔

اگر عورت میں شہوت زیادہ ہوتی یا برابر ہوتی تو شہر کا ہر گلی کوچہ شب وروز زنا کاری کا بازار ہوتا، بازار میں ہر مرد کا عورتوں کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے، الا المتقین، اگر عورت کی جانب سے بھی ایسا میلان پایا جائے تو بدفعلی سے مانع کیا چیز ہوگی؟ خصوصاً جس حکومت میں بدفعلی جرم نہ ہو اور لڑکیوں کے والدین اور اقربین اسے نفرت کی نگاہوں سے نہ دیکھتے ہوں۔

مزید برآں مرد میں کثرتِ احتلام اور عورتوں میں اس کا وجود کالعدم ہونا بھی بین دلیل ہے کہ عورت میں شہوت کالعدم ہے، ان امور سے ثابت ہوا کہ مرد میں شہوت زیادہ ہے.....

پس ثابت ہوا کہ مرد کی کثرتِ خواہش کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لئے متعدد بیویاں ہوں۔'' (اُحسن الفتاویٰ: ۵/ ۶۶)

دوسری وجہ: محکوم تعداد میں حاکم سے عموماً زائد ہی ہوا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کا سربراہ بنایا ہے، جیسے بادشاہ اپنی رعایا کا سربراہ ہوتا ہے، اور سربراہ کے تحت رعایا کی تعداد، ہمیشہ سربراہ سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ یعنی امیر عموماً کسی جماعت ہی کا ہوا کرتا ہے، ایک امیر اور ذمہ دار کے ماتحت ایک شخص ہو، ایسا عموماً نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد جب عورت کا سربراہ اور ذمہ دار ہے، تو اس کے تحت عورت کی تعداد بھی ایک سے زائد ہونی چاہئے تاکہ ''سربراہ''..... ''امیر''..... ''ذمہ دار''.....اور بیویوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کا انتظام کرنے والا منتظم (Manager) ایک سے زیادہ عورتوں کی کفالت کا انتظام کرے اور خود کو حقیقی معنوں میں حاکم.....سربراہ..... امیر.....ذمہ دار.....اور منتظم (Manager).....کہلوانے کا حقدار ٹھہرے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے رسالت ونبوت وخلافت وبادشاہی وامارت میں مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا تاکہ وہ عورتوں کے مصالح وبہبودی میں کوشاں رہیں اور ان کے امورِ معاش کے لئے چلتے پھرتے رہیں اور خطرناک مقامات میں وارد ہوں اور جنگلوں اور بیابانوں کو طے کریں اور اپنی جانوں کو عورت کے لئے محنت ومشقت میں ڈالیں، پس اللہ تعالیٰ نے مردوں کی قدردانی کی ہے اور ان کو وہ اختیارات دیے ہیں جو عورتوں کو نہیں دیئے اور مردوں کو وہ طاقتیں دی ہیں جو عورتوں کو نہیں دیں، جب تم مردوں کی محنت ومشقت پر غور کرو گے جو کہ عورتوں کے مصالح وبہتری میں ساعی (کوشاں) رہتے ہیں تو تم پر صاف عیاں ہوجائے گا کہ عورت (یعنی عورتوں) کی نسبت مردوں کا حصہ محنت ومشقت وتحمل (برداشت) میں زیادہ تر ہے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے کمالِ حکمت اور اس کی رحمت پر مبنی ہے، پس جبکہ مرد پر اس قدر بوجھ ڈالے گئے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس میں بوجھوں کے برداشت کی طاقت بھی زیادہ رکھی گئی ہے اور وہ کئی عورتوں کو بھی رکھ سکتا ہے اور جب کہ عورت پر اس قدر بوجھ نہیں ڈالے گئے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان بوجھوں کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت وسرشت کے مطابق ہر ایک عورت کے لئے ایک ہی خاوند تجویز فرمایا۔''

(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۳)

نیز فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ محکموں کی تعداد اور ان کی کثرت موجب عزت ہے وہ بادشاہ زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے جس کی رعیت زیادہ ہو اور حکام کی کثرت موجبِ ذلت ہے.....فرض کرو ایک شخص تو رعیت ہو اور اس کے بادشاہ اور حاکم کثیر، سب جانتے ہیں کہ یوں نہیں ہوا کرتا اور مرد کے لئے بہت سی عورتیں ہونا کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ مرد مخدوم ہے اور عورت خادم۔''

(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۰۔۱۸۲)

جنت میں بھی مرد کو زائد بیویاں ملیں گی، جبکہ عورتوں کو ایک ہی خاوند کے ساتھ نباہ کرنا پڑے گا، یعنی عورت کی یہ خواہش کہ شوہر صرف ''میرا'' ہی ہو اس کے دل میں میرے سوا کسی ''اور'' کی جگہ نہ ہو، تو عورت کی یہ خواہش جنت میں بھی پوری نہ ہوگی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں منقول ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کو بھی (حوروں کے علاوہ) جنت میں جانے والی کم سے کم دو مسلمان عورتیں ملیں گی، البتہ یہ ضرور ہے کہ جنت میں سوکنوں میں بغض وعداوت نہ ہوگا جس کے باعث سوکنوں کو ایک دوسرے سے نفرت کے بجائے محبت ہوگی، رہا یہ اشکال کہ جنت میں جنتی عورت کا شوہر بھی بلاشرکتِ غیر صرف اسی کا کیوں نہ ہوگا؟ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''انعام میں راحت کے سامان اور اعزاز واکرام کے اسباب تو دیئے جاتے ہیں، پر رنج وکلفت کے سامان اور تحقیر وتوہین کے اسباب انعام میں نہیں دیئے جاتے، یہ چیزیں سزا کے لئے ہوتی ہیں، بہشت (جنت) میں جو کچھ ہوگا بطورِ انعام وجزا ہوگا، اگر وہاں ایک مرد کو متعدد عورتیں ملیں تو اعزاز واکرام بھی ہے اور راحت وآرام بھی ہے.....(اس کے برعکس) اگر ایک عورت کے کئی خاوند قرار دیے جاتے تو یوں کہو کہ حاکم متعدد ہوں گے اور حاکم متعدد ہوئے تو جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت زیادہ ہوگی، سو یہ تحقیر اور تذلیل اور توہین عورت کے حق میں جائز ہوتی تو دنیا میں کسی مذہب میں شاید اس کی اجازت ہوتی، بہشت (جنت) میں جو جائے عزت وآرام ہے یہ صورتِ تحقیر ہرگز ممکن الوقوع نہیں (یعنی ناممکن ہے)، .....اور جس طرح رب العالمین نے دنیا کے مرد وعورت کی حالت وفطرت میں اختلاف کیا ہے، یعنی مرد حاکم ہے اور عورت محکوم، مرد مخدوم ہے اور عورت خادم، مرد کا پاسا ''زَبَر'' ہے اور عورت کا پاسا ''زِیر''، اسی طرح جنت میں بھی ان کی حالتوں میں اختلاف ہوگا۔ (یعنی جنت میں بھی مرد اپنی ازواج (بیویوں) کے لئے بمنزلہ حاکم ہوگا)''

(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۳)

تیسری وجہ: عورتوں کی آبادی کا تناسب عموماً مردوں سے زیادہ ہوتا ہے

عموماً عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد ہوتی ہے، (اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ آگے آرہی ہے) یہ اس کی علامت ہے

کہ فطرت چاہتی ہے کہ نکاح کے معاملے میں مرد ایک بیوی پر قناعت نہ کرے۔ حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے اکثر زیادہ رہتی ہے اور یہ امر صریح دلیل ہے اس بات کی کہ ایک مرد کیلئے کئی جوروئیں (بیویاں) ہوسکتی ہیں، مگر اس کے برعکس قدرت کی مرضی نہیں۔
(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۲۔ ۱۸۳)

بندہ کے شیخ ومرشد حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کثرتِ نساء قلتِ رجال منقول ہونے کے ساتھ مشاہد بھی ہے، اوّلاً تو عورت کی پیدائش زیادہ ہے اور مردوں کی کم، ثانیاً عالمگیر جنگوں میں مرد ہی تباہ وبرباد ہوتے ہیں رہتے ہیں، پس اگر تعدد ازواج کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے تو عورتوں کی مکافات کے لئے اتنے مرد کہاں سے آئیں گے؟
قرآن وحدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ عورت چار مہینے تک نفسانی خواہش کو ضبط کرسکتی ہے.....
اور مرد کے لئے مدتِ ضبط شرعاً منقول نہیں، مگر کئی ایک معاملات میں مدتِ شہر کو (یعنی ایک ماہ کی مدت کو) کثیر شمار کیا جاتا ہے..... نیز ایک ماہ میں قمر اپنا دور کامل کرلیتا ہے، جس کا انسانی خون پر اثر ہوتا ہے، اس لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کی قوتِ برداشت کی انتہاء ایک مہینہ ہے اور عورت کی چار ماہ، دونوں کے تناسب سے معلوم ہوا کہ ایک مرد کے لئے چار بیویاں کافی ہوسکتی ہیں۔

چوتھی وجہ: عورت ہر وقت شوہر کی ضرورت پوری کرنے پر قادر نہیں

عورت کو ہر ماہ حیض کا خون آتا ہے جس کا دورانیہ تین دن سے لے کر دس دن تک ہے، اس دوران وہ مرد کی خواہش پوری کرنے کے قابل نہیں رہتی، اس کے برعکس مرد پر کبھی کوئی ایسی کیفیت طاری نہیں ہوتی جو اس کے ساتھ فطری طور پر لازم ہو، اور اس کی جسمانی بناوٹ کے لوازمات میں سے ہو، جس میں وہ زوجہ سے ہمبستری کے قابل نہ ہو۔

اس طرح بچے کی ولادت کے بعد عورت کئی دنوں تک نفاس کے خون میں مبتلا رہتی ہے۔ ہر ماہ ایک ہفتہ کے لئے اور پھر بچے کی ولادت کے بعد کئی کئی دنوں تک مرد کی خواہش پوری کرنے کے قابل نہیں رہتی ..... اور دوسری طرف مرد میں ان اوقات میں بھی جنسی صلاحیتیں اور شہوت بھرپور طریقے سے برقرار رہتی ہیں۔ یہ سب اس بات کی واضح علامت ہے کہ فطرت مرد سے دوسری زوجہ کے وجود کا تقاضا کررہی ہے۔

اس حقیقت کو آپ یوں سمجھیں کہ جن چیزوں کا استعمال انسانی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے، ان چیزوں کی خواہش کو فطرت نے انسان پر زبردستی مسلط کردیا ہے تاکہ انسان ان کے حصول کی کوشش پر فطرت کے آگے مجبور ہوجائے، جیسے غذا انسانی جسم کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اب اگر غذا کی ضرورت پوری کرنے کا یوں انتظام ہوتا کہ آپ کو بھوک نہ لگتی بلکہ آپ مختلف وقتوں میں مختلف لیبارٹریز میں پہلے اپنا ٹیسٹ کرواتے یا مشینی آلات رکھ کر اپنا شوگر لیول (Level) ٹیسٹ کرتے

رہتے..... اس طرح مختلف ٹیسٹوں کے ذریعے، اور ڈاکٹروں سے مشورے کے بعد جہاں محسوس ہوتا کہ خون میں شوگر کا تناسب کم ہورہا ہے اور غذا کی ضرورت بڑھ رہی ہے، فوراً کھانا کھالیتے۔

اس کا نقصان یہ ہوتا کہ بہت سے لوگ ان تکلفات میں حیران، سرگرداں رہنے سے بچنے کی خاطر اس جھنجھٹ میں ہی نہ پڑتے کہ کس وقت خوراک کی ضرورت ہے اور کس وقت نہیں؟ بلکہ وقت بے وقت یا تو بلاضرورت کھاتے چلے جاتے یا ضرورت کے وقت بھی کھانے سے اجتناب کرتے۔ کیونکہ کھانے کی ضرورت کس وقت ہے اور کس وقت نہیں؟..... یہ جاننا ایک بہت مشکل کام ہوتا۔

اس طرزِ عمل سے اجتماعی سطح پر انسانی صحت برباد ہونا شروع ہوجاتی، اس مصیبت سے بچنے کا فطرت نے یہ حل تجویز کیا کہ جب انسان کو خوراک کی ضرورت ہو..... اسے بھوک لگادو..... اور جیسے جیسے ضرورت بڑھتی جائے، بھوک کی شدت میں اضافہ کرتے چلے جاؤ تاکہ یہ انسان اپنی ڈھیر ساری مصروفیتوں..... غربت..... اور مختلف نوعیت کی ذمہ داریوں..... میں مشغول ہونے کے باوجود خود پر مسلط کردہ بھوک ختم کرنے کے لئے کھانے کی طلب میں دوڑنے لگے اور اس کام کے لئے اپنے تمام اہم ترین کاموں کو نظر انداز کردے اور ان کاموں کا نقصان برداشت کرلے، جن کاموں کے نقصان کو یہ جہالت کے باعث..... حقیقی نقصان..... سمجھ رہا ہے۔ کیونکہ یہ جن کاموں کو اہم سمجھ رہا ہے، فطرت کی نظر میں وہ اتنے ''اہم'' نہیں، جتنا اس آدمی کے جسم میں مناسب مقدار میں غذا کا جانا ضروری ہے۔

بالکل اسی طرح فطرت کا عورت کو ہر ماہ چند ایام اور پھر نفاس کے بعد مسلسل کئی ایام تک شوہر کی ضرورت پوری کرنے کے قابل نہ رکھنا..... اور دوسری طرف اس کے شوہر میں عمومی طور پر شہوت اور عورت سے ملنے کی خواہش کا برقرار رکھنا..... یہ سب صرف اور صرف اس لئے ہے کہ مرد فطرت کی طرف سے خود پر مسلط کردہ اس خواہش کے ہاتھوں مجبور ہوکر عورت کی طلب کی کوشش میں لگ جائے..... تاکہ دوسری عورتوں کی جنسی تسکین کی ضرورت بھی پوری کرے اور ساتھ ساتھ ان کی کفالت اور ذمہ داریاں کا بوجھ بھی اپنے سر لے۔

اگر یہ خواہش مرد پر فطرت کی طرف سے زبردستی مسلط نہ ہوتی تو وہ دوسری بیوی کی تلاش کے لئے..... مختلف قسم کے..... ''دانشوروں'' اور..... ''فلاسفروں''..... سے مشورے لیتا..... اور پھر سب کے سب اسے یہی مشورہ دیتے کہ جب ہلکے پھلکے رہ کر بیوی، بچوں کی فکر سے آزاد زندگی گزارنا ممکن ہے تو اطمینان قلب کے ساتھ..... دین و دنیا..... کی ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟..... اور خوامخواہ قوم کی عورتوں کی ذمہ داری کا دردِ سر پالے ٹینشن کیوں لے رہے ہو۔

لیکن فطرت مرد پر نفسانی خواہش کا غلبہ مسلط کر کے ان دانشوروں کو یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ تم جن کاموں میں مشغولیت کو جتنا اہم سمجھتے ہو..... فطرت کی نظر میں اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں کی ذمہ داری اور کفالت کا بوجھ اپنے سر لے..... مرد نے اگر ایسا نہ کیا تو اس مرد کو اس قسم کا مشورہ دینے والے ان دانشوروں کے لئے خود اپنی بیٹیوں کے باآسانی نکاح کا حصول مشکل ہوتا چلا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ فطرت کا عورت کو حیض ونفاس کے مخصوص ایام میں، ہمبستری کے قابل نہ چھوڑنا.....اور دوسری طرف مرد میں اس دوران بھی بسا اوقات شہوانی جذبے کو برقرار رکھنا.....اس بات کی واضح علامت ہے کہ فطرت اس مرد سے مزید کسی دوسری عورت کے حصول کا مطالبہ کررہی ہے.....اگر ایسا نہ ہوتا تو فطرت مردوں کو بھی حیض ونفاس یا اس جیسے کسی دوسرے عوارض میں مبتلا کرنے کا انتظام کرتی۔

پانچویں وجہ: عورت پر بڑھاپا جلدی آتا ہے

کہا جاتا ہے کہ پھول جلدی مرجھا جاتے ہیں.....اور گھاس کی رونق دیر تک قائم رہتی ہے۔ بالکل اسی طرح مشاہدہ پر مبنی یہ ایک سائنسی (Scientific) حقیقت ہے کہ عورت پر بڑھاپا.....مرد کی نسبت بہت جلدی آجاتا ہے۔ چالیس سال کی وہ عمر جس میں مرد بھرپور جوان، توانا اور پُرکشش ہوتا ہے.....اس عمر میں عورت عموماً نسوانی حسن کھونا شروع کردیتی ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے جس طرح پھول کا مقصد باغ میں اڑنے والی تتلیوں اور مختلف حشرات الارض کو اپنی طرف راغب کرنا ہوتا ہے تاکہ یہ تتلیاں اور دیگر حشرات پھول کی رونق اور خوشبو کو دیکھ کر اس کی طرف راغب ہوں اور یوں پھول میں موجود نر اور مادہ ذرات کے ملاپ کا ذریعہ بن کر پھل کی پیدائش کا ذریعہ بنیں.....اور فطرت پھول سے یہ کام لے کر پھول کی رونق کو ختم کردیتی ہے، کیونکہ پھول کو پُرکشش بنانے کا جو مقصد تھا یعنی درختوں اور پودوں کی افزائش نسل، وہ حاصل ہوگیا۔

بالکل اسی طرح عورت کو پھول کی طرح پُرکشش بنانے سے فطرت کا بنیادی مقصد اولاد کی صورت میں ظاہر ہونے والے ''پھل'' اور پیداوار میں اضافہ ہے تاکہ مرد اس کے پرکشش حسن سے متاثر ہوکر اس کی طرف راغب ہوں.....اور یوں ان دونوں کا ملاپ اولاد کی صورت میں ظاہر ہونے والے ''پھل'' کی پیدائش کا ذریعہ بنے۔ ایک نارمل صحت والی عورت اس عمر میں عموماً افزائش نسل کے قابل نہیں رہتی.....جس کے باعث فطرت عورت سے اس کا پھول جیسا حسن چھیننا شروع کردیتی ہے..... کیونکہ عورت کو پرکشش بنانے کا جو بنیادی مقصد تھا، وہ حاصل ہوگیا۔ اس کے بعد عورت کی زندگی میں رنگینی اس کی اولاد کی وجہ سے آتی ہے..... چالیس کی اس عمر میں جس میں عورت نسوانی حسن کھونا شروع کردیتی ہے، اس کے بالکل برعکس مرد بھرپور جوان، توانا اور پُرکشش ہوتا ہے..... بلکہ صحت کا بہت خیال رکھے تو کہا جاتا ہے کہ.....مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

مرد کو اس عمر میں بھرپور جوان اور توانا رکھنا.....اور عورت سے اس کا نسوانی حسن سلب کرلینا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فطرت مرد کو بار بار نکاح پر مجبور کررہی ہے.....اور عورت سے اس کا حسن سلب کرکے اور اس کی اولاد میں مشغول کرکے نکاح کے معاملے میں اسے قناعت سے کام لینے کا حکم دے رہی ہے۔

خواتین کا کسی مناسب مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بننے سے اجتناب کرنا

مشاہدہ ہے کہ بہت سی عورتیں اس بات کو تو گوارا کر لیتی ہیں کہ ساری زندگی نکاح کے بغیر گزر جائے یا کسی اچھے رشتے کے انتظار میں عمر کا بہترین حصہ نکاح کے بغیر ہی گذر جائے مگر اس بات کو برداشت نہیں کرتیں کہ وہ کسی ایسے مناسب اور ذمہ دار مرد سے نکاح کر لیں جو اِن کا ہم پلہ ہو مگر وہ دوسری یا تیسری شادی کر رہا ہو اور صرف اس لالچ میں کہ کوئی ایسا مرد میسر آجائے، جس کی اکلوتی زوجہ ہوں، بسا اوقات عمر کے بہترین ایام اسی حال میں گزار دیتی ہیں.....

یاد رکھئے! ایک اچھے اور ذمہ دار مرد کی دوسری یا چوتھی بیوی بننا، ایک نااہل، بے دین اور غیر ذمہ دار مرد کی اکلوتی بیوی بننے سے بہتر ہے۔

وہ مرد جن کا دوسری شادی کا ارادہ ہو، انہیں بھی یہ شکایت ہوتی ہے کہ ایک طرف تو بے نکاحی عورتوں کی بھرمار ہے مگر تلاش کی عملی کوشش کے باوجود دوسری بیوی بننے کے لئے کوئی عورت تیار نہیں ہوتی.....

ان حالات کا اصل اور بنیادی سبب یہ نہیں کہ خواتین کو نکاح کی ضرورت نہیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ معاشرے میں نکاح ثانی کو ایک ایسا ''کفر'' اور گھناؤنا بلکہ ''گھٹیا'' جرم سمجھا جانے لگا ہے کہ کسی کے ہاں جب کوئی مرد نکاح ثانی کے لئے پیغام بھیجتا ہے تو اس مرد کا یہ نظریہ ہی اس کے شہوت پرست ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے اور جب تک مرد اپنی اس ''نازیبا'' حرکت کی کوئی مجبوری بیان نہ کر دے لڑکی کے اولیاء ایسے مردوں کو اپنی بیٹی دینا برا عمل سمجھتے ہیں، نیز بعض عورتوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ دوسری شادی کے اس فعل کے نتیجے میں مرد اور اس کی پہلی زوجہ کے درمیان جو کچھ تعلقات خراب ہوں گے، تو تعلقات کی خرابی کی یہ تمام تر ذمہ داری اس دوسری زوجہ پر ہوگی جو کسی مرد کی دوسری بیوی بن کر پہلی بیوی کے گھر کے اجڑنے کا سبب بنی۔ جاہل اور عقل وشعور سے عاری لوگ بھی ایسی خواتین اور ان کے والدین کو طعنہ دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے دوسری شادی کے لئے خود سے تقریباً دس سال بڑی عمر کی خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا جو غریب بھی تھیں اور بال بچوں والی بھی.....لیکن خاتون نے جواب دیا کہ چونکہ آپ کی پہلی زوجہ اس نکاح پر راضی نہیں، اس لیے میں آپ کی دوسری زوجہ بن کر آپ اور آپ کی پہلی زوجہ کے مابین تعلقات خراب کرنے اور اس کا گھر اجاڑنے کا ظلم نہیں کر سکتی.....! سبحان اللہ.....!

ممکن بلکہ یقین ہے کہ ہماری اس تحریر کو پڑھنے والے حضرات اس موقع پر اس خاتون کی ''اعلیٰ ظرفی'' اور ''حوصلے'' کو شاباش دے رہے ہوں، بلکہ اس خاتون کی عظمت کو سلام کر رہے ہوں.....ہمیں بھی اس خاتون کے اخلاص پر کوئی شک نہیں، مگر یاد رکھیے اس موقع پر خاتون کا یہ جواب دے کر ایک مناسب رشتے سے انکار شریعت کے احکام سے مکمل بے خبر ہونے کی دلیل

ہے، کیونکہ شریعت کی نظر میں کسی عورت کا اس موقع پر پیغام نکاح قبول کر لینا، مسترد کر دینے سے بہر حال زیادہ پسندیدہ ہے۔

یاد رکھئے! شریعت اس موقع پر اس عورت کو ظالم نہیں کہتی جو پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر کسی مرد کی دوسری زوجہ بننا قبول کر لے، بلکہ ظالم وہ عورت ہے جو ایک ایسے مرد پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی جو چار عورتوں کی رہائش کا انتظام کر سکتا تھا..... چار عورتوں کو شوہر والی محبت دے سکتا تھا..... چار عورتوں کے لباس اور خوراک کا ذمہ دار ہو سکتا تھا..... ایسی چار عورتوں کو عفت و پاکدامنی فراہم کر سکتا تھا جو معاشرے میں بیہودگی اور بے حیائی کی اشاعت کا سبب بن سکتی ہیں..... لہٰذا مسلمان خواتین کو یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مرد کی پہلی بیوی، بلکہ پورا خاندان راضی ہو یا ناراض..... ایسے موقع پر عورت کا یہ سوچنا سراسر جہالت پر مبنی ہے کہ دوسری بیوی بننا قبول کر لینے میں کسی پر ظلم ہوگا، اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ نکاح ثانی کے لئے پیغام بھیجنے والا مرد آپ کے ساتھ عدل اور حقوق کی ادائیگی والا معاملہ برقرار رکھ سکے گا تو سب سے بڑے بادشاہ اور خالق نے آپ کو پوری پوری اجازت دی ہے کہ آپ اپنے اور قوم کے اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر بلا جھجک اس کا پیغام قبول کر لیں، خواہ مرد کے اس فعل پر اس کی پہلی زوجہ یا خاندان کی طرف سے کیسا ہی ردعمل (Reaction) ہو۔ ایسے موقع پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افراد کو ظالم قرار دیتے ہیں جو ایک مرد سے وابستہ نکاح کی مصلحتوں میں ایک عورت کے ساتھ کسی دوسری عورت کی شرکت کو تو گوارا نہیں کرتے، مگر قوم کی دوسری عورتوں کو بے نکاحی کی زندگی پر یا نااہل لوگوں سے نکاح پر مجبور کر رہے ہوتے ہیں۔

ایک عرب عالم فرماتے ہیں:

''ایک تو وہ لوگ ہیں جو ایک سے زائد نکاح کرنے والے شخص کے عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پہلی بیوی کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے، عورت کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ کسی مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بننے سے گریز نہ کرے اور یوں ایسے لوگ عورت کو اللہ کے حکم سے ثابت شدہ ایسی بات کی دعوت دیتے ہیں جس میں عدل وانصاف، عورت کا تحفظ، اس کی پاکدامنی کی حفاظت اور اس کے علاوہ بھی خصوصی اور قوم کی عمومی مصلحتیں پوشیدہ ہیں، تو ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ یہ لوگ عورت کے حق میں زیادہ بڑے ظالم ہیں یا وہ لوگ ان سے بھی بڑے ظالم ہیں جو عورتوں کو (کسی بھی عنوان) سے ایسے مرد سے نکاح سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہو اور یوں ایسے لوگ درحقیقت اپنے اس اقدام کے ذریعے ایسی عورت کی عزت کو داؤ پر لگانے کی کوشش کرتے ہیں، بزبانِ حال اسے ذلت والی زندگی کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں اور نکاح کی فضیلت والی زندگی سے روک رہے ہوتے ہیں اور یوں اس کی نگاہوں میں ایک قبیح کام کو اچھا اور (نکاح والی زندگی جیسے) اچھے کام کو گھٹیا بنا رہے ہوتے ہیں حتیٰ کہ (ایسا اوقات تو) ایسے لوگ (اپنے اس اقدام سے) ایسی عورت کو فسق وفجور میں مبتلا اور اس کی نگاہوں میں زنا کو پسندیدہ بنا

دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایسی عورت ازدواجی زندگی کے بہترین ایام سے اور اپنی زندگی کو نفع بخش بنانے سے محروم ہوجاتی ہے اور بعض مرتبہ تو اپنی جنسی خواہش پر قابو نہ پاتے ہوئے زنا میں عملاً مبتلا بھی ہوجاتی ہے، پھر اگر حاملہ ہوجائے تو کوئی ایسا شخص نہیں پاتی جو حمل کی ان تکالیف میں اس کا بوجھ ہلکا کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے..... پھر اگر بچہ کی ولادت ہو تو ایسا بچہ جنم دیتی ہے جو پیدائش کے دن سے ہی یتیم ہوتا ہے اور شرعی نسب کی شرافت اور باپ کے باعث حاصل ہونے والی عزت سے محروم ہوتا ہے اور پھر اس بچے کی ماں اپنے اور اس بچے کے خرچے اور تربیت کی تنہا ذمہ دار بنتی ہے اور بچہ بھی اسی یتیمی میں زندگی گذارتا ہے۔ پس ان دونوں قسم کے لوگوں میں کون بڑا ظالم ہے.....؟؟؟!! شاید کہ جواب واضح ہے.....'' (عبداللہ الفقیہ)

ملاحظہ: www.islamweb.net

ایک عرب عالم کا ایک اور اہم فتویٰ

ایک خاتون نے سعودی عرب کے ایک مشہور حنبلی عرب عالم شیخ محمد صالح المنجد سے سوال کیا:

سوال؟ میں اپنے چچازاد بھائی سے محبت کرتی تھی اور وہ بھی مجھ سے نکاح چاہتا تھا، اس نے میرے لیے میرے والدین کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجا مگر اس وقت میری والدہ نے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے اس نے پھر کہیں اور شادی کی جس سے اس کے دو بچے ہوئے، مگر اس کے اور اس کی پہلی زوجہ کے درمیان تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، اب جبکہ اس کی شادی کو تین سال کا عرصہ گذر چکا ہے، اس کا ارادہ اپنی پہلی زوجہ کو طلاق دینے کا ہے اور وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں مگر اس کے باوجود میں نے اس کا پیغامِ نکاح قبول کر کے اس کی بیوی بننا قبول کر لیا تو مجھے یہ خوف ہے کہ میں ظلم کی مرتکب نہ ہو جاؤں، یعنی عین ممکن ہے کہ دوسری شادی کے بعد اس کے اختلافات مزید بڑھ جائیں اور وہ پہلی زوجہ کو طلاق دے ڈالے مگر میں (اپنے فائدے کے لئے) کسی پر ظلم کے ذریعے قیامت کے دن کوئی بوجھ اور گناہ اٹھانا نہیں چاہتی۔

الجواب: الحمد للہ! لا مانع من زواجه بک، سواء طلق زوجته أم لم يطلقها، ولا يعد زواجک منه ظلما لزوجته الأولى؛ لأن تعدد الزوجات محمود شرعًا لمن استطاع العدبين زوجاته، اما المشاكل..... الخ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اس شخص کے لئے آپ سے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی مانع نہیں خواہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے یا نہ دے اور آپ کا اس شخص سے نکاح اس کی پہلی بیوی پر ظلم

نہیں، اس لئے کہ جو شخص متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنا شرعاً پسندیدہ کام ہے، رہا اس شخص اور اس کی پہلی زوجہ کے درمیان تعلقات کا کشیدہ ہونا، یا اس مرد کا اپنی پہلی زوجہ کی طلاق کے بارے میں سوچنا تو اس معاملے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ ہی آپ کو پیغامِ نکاح قبول کرنے میں کوئی گناہ ہے، بشرطیکہ (نکاح سے قبل یا بعد میں) آپ اپنے شوہر سے از خود اس کی پہلی زوجہ کی طلاق کا مطالبہ نہ کریں اور نہ ہی شوہر کو اس کی پہلی زوجہ کے خلاف کسی بھی طریقے سے ورغلانے کی کوشش کریں۔

الشیخ محمد صالح المنجد

رقم الفتویٰ: ۲۶۳۱۸

ملاحظہ: www.islam-qa.com

وہ خواتین جو نکاح میں تاخیر کرتی ہیں، بہت سے دینی و دنیوی فوائد سے محروم رہتی ہیں

الغرض پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ عورت کا کسی مرد کی دوسری بیوی بننے کے عمل کو مرد کی پہلی بیوی پر ظلم کے مترادف سمجھنا، شرعی احکام سے جہالت پر مبنی ہے، دوسری بات یہ کہ ایسے رشتے سے انکار میں خود اس خاتون کے نکاح میں مزید جو تاخیر ہوگی، تو شریعت اس تاخیر کو پسند نہیں کرتی۔ شریعت یہ بات پسند کرتی ہے کہ کوئی بھی مسلمان عورت ازدواجی زندگی کے بغیر وقت نہ گذارے، خواہ اس کے لئے اسے کسی مناسب مرد کی چوتھی بیوی ہی بننا پڑے، چنانچہ کوئی خاتون یہ سوچ کر اگر کسی مرد کے رشتے کو ٹھکراتی ہے کہ وہ دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کر رہا ہے اور کسی مرد کی اکلوتی بیوی بننے کی خواہش میں نکاح میں تاخیر کرتی چلی جاتی ہے تو شریعت ایسی خاتون کے اس اقدام کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔

سعودی عرب کے ایک عرب عالم شیخ خالد الجریسی اپنے رسالے ''فضل تعدد الزوجات'' جس پر شیخ محمد صالح العثیمینؒ کی تقریظ ہے، میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: بہت سی خواتین (اللہ انہیں ہدایت دے) اپنی رائے پر ناحق اڑ جاتی ہیں اور نکاح سے اجتناب کر کے خود اپنی ذات کو، خاندان کو اور معاشرے کو بہت سی بھلائیوں سے محروم کرنے کا سبب بنتی ہیں، حالانکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ زندگی کے ایام کو نفع بخش بنانا اور انہیں ضائع ہونے سے بچانا ایک ضروری کام ہے، مسلمان کی شان ہے کہ وہ بہت عقلمند اور باریک بین ہوتا ہے، بعض خواتین کے بارے میں مشاہدہ ہے کہ جب انہیں طلاق ہو جائے یا شوہر کا انتقال ہو جائے تو بچوں کی تربیت اور ان کی خبر گیری میں مصروفیت کا حوالہ دے کر آئندہ کے لئے نکاح سے اجتناب کرتی ہیں، مگر ایسا قدم اٹھاتے وقت یہ بات ذہن سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ یہ خواتین ایسا کر کے خود اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور

معاشرے کو بہت سے فسادات میں مبتلا کرنے کا سبب بن سکتی ہیں، جن کا خلاصہ نمبروار یہ ہے:

①.....بعض خواتین کم عمری میں طلاق یافتہ یا بیوہ ہوجاتی ہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت میں بھی جنسی رغبت وشہوت رکھی ہے تاکہ توالد وتناسل کا سلسلہ چلتا رہے۔ شوہر ایسی خاتون کو زنا سے محفوظ رکھنے اور جنسی تسکین کے ذریعے بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا سبب بنتا ہے تو ایسی خواتین کس دلیل کی بنیاد پر خود کو نکاح سے محروم رکھتی ہیں؟

②.....بعض کہتی ہیں کہ جب بچے بڑے ہوجائیں گے تو وہ نکاح کرلیں گی، ایسی خواتین سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کو اس بات کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ یہ بچے اتنی عمر تک زندہ رہ بھی سکیں گے کہ بڑے ہوجائیں؟ کیا موت کا خطرہ انسان کو ہر وقت نہیں رہتا، عین ممکن ہے کہ آپ کی اولاد پر موت واقع ہوجائے (اور آپ کی عمر اتنی ہوجائے کہ مرد نکاح کا پیغام بھی نہ بھیجیں) اس صورت میں آپ کو ندامت ہوگی مگر یہ ندامت فائدہ نہیں دے گی۔

③.....ایک بات یہ ہے کہ مرد ایسی خواتین سے نکاح میں رغبت رکھتے ہیں جو زیادہ عمر والی نہ ہوں، اور مرد کو اس کا حق بھی ہے، دوسری طرف خواتین حیض ونفاس اور دوسرے عوارض کے باعث مردوں کی نسبت جلد بڑھاپے کا شکار بھی ہوجاتی ہیں، یہ سب احوال اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ خواتین کو نکاح میں جلدی کرنی چاہیے، اس سے پہلے کہ ان کی جوانی کے ایام ڈھلنا شروع ہوجائیں اور مرد ایسی خواتین سے اعراض اور بے رغبتی شروع کردیں، اس وقت بھی پھر ان خواتین کو ندامت ہوگی مگر ندامت فائدہ نہیں دے گی۔

④.....بچوں کے بڑے ہونے تک نکاح کو مؤخر کرکے رکھنے والی خواتین معاشرے کو ایک بہت بڑی بھلائی سے محروم کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ امت کی نسل میں اضافہ ایک ایسی مطلوب چیز ہے جس کی شریعت نے ترغیب دی ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو کیونکہ تمہارے کثرت پر فخر کروں گا۔ تو کیا عورتوں کا بے کار دلائل کے ذریعے نکاح سے اجتناب کرنا یا اس میں تاخیر کرنا، امت مسلمہ کے ساتھ (ایک قسم کے) ظلم کے مترادف نہیں ہے؟ کہ جس امت کو یہ عورتیں (مستقبل میں) بہت سے ایسے افراد سے محروم کررہی ہیں جن کے ذریعے زراعت، صنعت، تجارت اور جہاد جیسے مختلف میدانوں میں امت مسلمہ قوت اور شوکت حاصل کرتی؟ (اولاد کثرت سے ہو تو کسی حال میں نفع سے خالی نہیں) چنانچہ کیا ایسی خواتین جانتی نہیں (کہ ان کی کثیر اولاد میں) جو بچے بچپن میں انتقال کرگئے تو قیامت کے دن ماں کی سفارش کریں گے اور اگر زندہ رہے تو خود اس ماں کو بھی نفع پہنچائیں گے اور پورے معاشرے کو بھی نفع پہنچائیں گے اور آبادی میں جتنا زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوگا امت مسلمہ

مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے غیروں کی محتاجی سے اتنا ہی مستغنی ہوتی چلی جائے گی، نیز بہت سی خواتین جنہوں نے نکاح ثانی سے اجتناب کیا، مستقبل میں اولاد کی نافرمانی والی آزمائش کا شکار ہوئیں یا بعض مرتبہ بچے بڑے ہونے کے بعد ماں کو ہمیشہ کے لئے تنہا چھوڑ کر چلے گئے جس کی وجہ سے ایسی ماں اپنی اولاد کے فوائد سے محروم ہوگئی، لہٰذا عورت کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر کے بھی اولاد کی طلب کو جاری رکھے تاکہ مستقبل میں اگر پہلے شوہر کی اولاد سے فائدہ نہ حاصل کر سکے تو دوسرے شوہر سے ہونے والی اولاد اس نقصان کی تلافی کر سکے۔

⑤.....(جس عورت کے لئے نکاح ممکن ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ رہائش، خوراک وغیرہ سے متعلق مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے والدین یا بھائیوں وغیرہ پر ڈالے یا از خود ملامت کرے) چنانچہ نکاح سے اجتناب میں یہ خرابی بھی لازم آتی ہے، بعض مرتبہ دوسرا شوہر رحم دل ہوتا ہے اور طلاق یافتہ یا بیوہ کے بچوں کی مالی کفالت کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے، اس صورت میں عورت کا نکاح کو ترجیح دینا خود اپنے خاندان سے بھی اچھے سلوک کے مترادف ہے۔

⑥.....بعض خواتین بیوگی کے بعد دوبارہ نکاح کو پہلے شوہر کے ساتھ ایک قسم کی بے وفائی سمجھتی ہیں۔ ہمارے لئے امہات المؤمنین اور صحابیات کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ان میں سے بہت سوں کے شوہر میدانِ جہاد میں شہید ہوئے اور بہت سے طبعی موت انتقال کر گئے، مگر ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے نکاح ثانی سے اجتناب نہیں کیا، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ تعدد زوجات کا رکھنا بے وفائی اس وقت ہوتا کہ جب سابق شوہر گمشدہ ہوتا جس کے ملنے کی اُمید ہوتی یا مثلاً مریض ہوتا۔ اب جبکہ شوہر اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے جا چکا ہے اور اس کا اس دنیا سے مکمل رشتہ ختم ہو چکا تو نکاحِ ثانی کو پہلے شوہر کے ساتھ بے وفائی کیوں سمجھا جائے؟ لہٰذا عقلمند عورت کو چاہئے کہ شوہر کے انتقال کے بعد (عدت گذارتے ہی) جلد از جلد نکاح کی کوشش کرے تاکہ اس کی نگاہیں ناجائز کاموں سے محفوظ رہ سکیں۔

⑦.....بعض طلاق یافتہ خواتین اس خوف سے دوبارہ نکاح سے اجتناب کرتی ہیں کہ دوسرا شوہر بھی پہلے والے کی طرح ظالم نہ ہو..... یہ ایک ناامیدی اور مایوسی کی کیفیت ہے، جسے نہ شریعت قبول کرتی ہے اور نہ ہی عقل۔ شریعت تو اس لئے قبول نہیں کرتی کہ ہمارے سامنے کتنی ہی صحابیات کی مثالیں ہیں کہ جنہیں ان کے شوہروں نے طلاق دی مگر انہوں نے پھر دوبارہ نکاح کیا، نیز ایسی خواتین سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انہیں پہلے سے علم غیب ہو جاتا ہے کہ دوسرا بھی پہلے شوہر کی طرح ظالم ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہر اچھا برا تقدیر میں پہلے سے لکھ نہیں دیا اور ہمیں اسباب کے اختیار کرنے اور پھر نتیجہ اللہ کے سپرد کرنے کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے صحابی سے فرمایا تھا کہ اونٹنی کو رسی سے باندھو

اور پھر اللہ پر اعتماد کرو، نیز یہ احتمال بھی تو ہے کہ دوسرا شوہر بہت ہی اچھا ہو، تو کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم کو عمدہ فال (خوش گمانی) پسند نہ تھی اور ہمیں بری فال (اور برے گمان سے) نہیں روکا گیا؟ ارشاد باری ہے کہ ''ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لئے مفید (اور بہتر) ہو۔'' نیز خطرات تو دنیا کے ہر کام میں ہوتے ہیں، تو اگر لوگ ایک مرتبہ ناکامی کے بعد دوبارہ کوشش ہی ترک کرتے رہتے تو یہ دنیا آج جتنی آباد اور ترقی سے پررونق نظر آتی ہے ایسی نہ ہوتی بلکہ خالی اور ویران ہوتی، انسانوں کا مختلف حوادث کے خطرات کے باوجود کوشش اور محنت میں لگے رہنا ہی اس دنیا کی کامیابی اور مختلف میدانوں میں پیش رفتگی کا سبب ہے۔

⑧.....بعض خواتین کی طرف پے در پے بہت سے مردوں کے پیغامات آتے ہیں مگر یہ خواتین صرف اس بناء پر انکار پر انکار کرتی چلی جاتی ہیں کہ مرد کے پاس پہلے سے بیوی اور اولاد ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم عقل سے فیصلہ کروائیں تو عورت کا کئی کئی سال اپنے خاندان پر بوجھ بن کر بیٹھے رہنا جیسا کہ بعض دس دس سال تک بیٹھی رہتی ہیں اور بعض کو تو پھر نکاح کی امید ہی ختم ہو جاتی ہے، یہ بہتر ہے یا یہ زیادہ بہتر ہے کہ کسی مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بن کر اس مرد سے رہائش، نان نفقہ حاصل کرے، خود کو فحاشی اور برائی سے محفوظ رکھے اور مزید ایسی صالح اولاد حاصل کر سکے جو اسے دین و دنیا دونوں لحاظ سے فائدہ پہنچائے، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی، اگر ہم عقل سے فیصلہ کروائیں تو ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات اتباع کے زیادہ قابل ہے.....؟

⑨.....جو خواتین ازدواجی زندگی کے بغیر وقت گزارتی ہیں، وہ لوگوں کی طرف سے مختلف قسم کی بدگمانیوں، قیل وقال، تبصروں اور اشاروں کا شکار رہتی ہیں، نکاح کا عمل ایسے لوگوں کی زبانوں (اور اشاروں) کو بند کرنے کا سبب بنتا ہے۔

⑩.....ازدواجی زندگی کے بغیر جو وقت گذرتا ہے اس میں عورت مختلف قسم کے بہت سے اخروی ثواب اور اجر سے محروم رہتی ہے، مثلاً شوہر کی خدمت کا اجر، اور یہ اتنی فضیلت کی چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ اگر میں سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، نیز فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک شوہر کا حق ادا نہ کرے۔

اسی طرح نکاح کے بعد عورت کو حمل، ولادت، نفاس وغیرہ جیسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بچوں کی موت، بچوں کی نگہداشت، بچوں کی خاطر راتوں کو جاگنا.....اگر نیت ثواب کی ہو تو عورت کو ان تمام تکالیف پر بہت اجر ملتا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مرد اور مومن عورت اپنی جان اور اولاد سے متعلق مختلف قسم کی آزمائشوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں (اور اس کے سبب ان کے گناہ

معاف ہوتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ جب اللہ سے ملاقات ہوتی ہے تو گناہوں سے مکمل پاک وصاف ہو چکے ہوتے ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کے تین بچے بچپن میں انتقال کر گئے تو اس عورت کے لئے یہ بچے جہنم اور اس عورت کے درمیان آڑ بن جائیں گے، ایک خاتون نے پوچھا: اگر دو بچے ہوں؟ اللہ کے نبی نے فرمایا: اگر دو ہوں تو بھی.....اسی طرح شوہر کی بد اخلاقی، بخل وغیرہ جیسے برے اخلاق برداشت کرنے کا بھی عورت کو ثواب ملتا ہے۔

اور ایک بات یہ ہے کہ عورت جب کسی مسلمان مرد سے نکاح کرتی ہے تو مرد کو اس نکاح کے ذریعے جو کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں، مثلاً اس کی نگاہیں جھک جاتی ہیں، نیز مرد کو اولاد ملتی ہے، تو ان باتوں میں عورت مرد کے اجر میں برابر کی شریک ہوتی ہے، حتیٰ کہ ہمبستری اور جماع کا بھی مرد وعورت دونوں کو ثواب ملتا ہے، کیونکہ عورت کا شوہر کے مطالبہ پر جماع کے لئے آمادہ ہوجانا، شوہر کو حرام اور ناجائز افعال سے باز رہنے کا سبب بنتا ہے (یوں نکاح کے ذریعے عورت کسی مسلمان مرد کی عفت وپاکدامنی کا سبب بن کر ثواب کی مستحق ہوتی ہے کیونکہ اس کے سبب معاشرے میں ایک مسلمان مرد فحاشی سے محفوظ ہوتا ہے) اس کے علاوہ اور بھی آخرت کے ثواب سے متعلق بہت سے ایسے اور فضائل ہیں جو صرف شادی شدہ خواتین ہی حاصل کرسکتی ہیں، نکاح کے بغیر زندگی گذارنے والی خواتین مخصوص نوعیت کے ان فضائل سے محروم رہتی ہیں۔

الغرض یہ تمام امور جو نمبر وار ہم نے ذکر کئے، اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ عورت نکاح سے اجتناب یا اس میں تاخیر کرکے خود کو، خاندان کو اور معاشرے کو ایک واضح نقصان میں مبتلا نہ کرے اور نہ ہی اس کھیت کو ویران کرنے اور اجاڑنے کی کوشش کرے جس میں کثرت سے ایسی پیداوار پیدا کرنے کی صلاحیت ہے جو مختلف شعبوں میں فرد اور قوم دونوں کے لئے مفید ہوسکتی ہے۔

(اس کے بعد ہم مردوں کو بھی نصیحت کرتے ہیں) کہ ان پر لازم ہے کہ قوم کی طلاق یافتہ، بیوگان اور وہ کنواریاں جو بڑھاپے کا انتظار کررہی ہیں، ان سے نکاح کے معاملے میں خوب بڑھ چڑھ کر کوشش کریں، اور عورتوں کے نکاح سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان پر جو ذمہ داری ڈالی ہے، اس سے بری ہونے کی کوشش کریں اور اس معاملے میں جو آزمائش آئیں اس پر صبر کریں نیز جو بیوہ یا طلاق یافتہ خواتین بچوں والی ہیں، ان سے نکاح کرکے اولاد سے متعلق ان کی مشکلات کو بھی حل کرنے کی کوشش کریں، اگر وہ ان بچوں پر خالص اپنے اموال سے خرچ کریں گے تو عنقریب میزان کے ترازو میں اس کا اجر پائیں گے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو قریب کرکے فرمایا میں اور یتیم بچے کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے..... نیز ارشاد فرمایا جس نے یتیم بچے کے سر پر صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے شفقت سے ہاتھ پھیرا تو ہاتھ کے نیچے جتنے بال

آئیں گے اللہ اس کے بقدر نیکیاں عطا فرمائیں گے (تو جب شفقت سے ہاتھ پھیرنے کا اتنا اجر ہے تو کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس کے یتیم بچوں کی مالی کفالت کا کتنا اجر ہوگا.....؟) (مؤلف)

فضل تعدد الزوجات

مؤلفۃ خالد الجریسی، ریاض

تنبیہ

بندہ عرض کرتا ہے کہ بعض اہلِ علم سنن ابوداؤد کے حوالے سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں، جس میں ہے کہ ''جو عورت بیوہ ہونے کے بعد اپنے یتیم بچوں کی خاطر نکاح نہ کرے، وہ اور میں قیامت میں ایک ساتھ ہوں گے'' مگر واضح رہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، لہٰذا قرآن وسنّت کے صحیح اور متواتر دلائل کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

وآفته نهاس بن قهسم، قال الحافظ: ضعيف، نظر؛ضعيف أبى داؤد للشيخ الالبانى رحمه الله تعالٰى، رقم: ۴۴۸۲۔

تیسرا حصہ

کیا اس زمانے میں دوسری شادی محض ایک سنت عمل ہے؟

پچھلی تحریر میں کچھ ان دلائل کا ذکر تھا کہ جن سے بہت سی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ایک سے زائد شادیاں محض مباح کام نہیں بلکہ ایک بہت ہی پسندیدہ اور مرغوب امر ہے اور عامۃ المسلمین سے مطلوب ہے، لیکن بہت سے حضرات کا خیال ہے کہ اس زمانے میں اس رسم کو جاری کرنے کی کوشش کرنا درست نہیں کیونکہ کچھ احکام ایسے ہوتے ہیں جو حالات و زمانے کے حساب سے تبدیل ہوجاتے ہیں۔ آج کل نہ تو مردوں میں پہلی جیسی قوت ہے، اور نہ ہی چار عورتوں کو سنبھالنے کے لئے صحابہ جیسا حوصلہ، اور نہ ہی بیویوں میں عدل کی وہ طاقت اور قوت جس کی بنا پر مردوں کو دوسری شادی کی اجازت دی گئی تھی۔ نیز دوسری شادی کے نتائج میں مرد اور اس کی پہلی بیوی دونوں کو جن سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان نتائج کے ہوتے ہوئے ایک مستحب کام پر اصرار کرنا بے وقوفی اور حماقت ہے۔ کیونکہ شریعت ہی کا اصول ہے کہ ایک ایسا کام جس کے فرض یا واجب ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں، اس کے ارتکاب سے اگر بہت سے فسادات جنم لے رہے ہوں تو اس مستحب کام کو ترک کرنا لازم ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دوسری شادی کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان لڑائیاں ہوتی ہیں جس سے بچوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑتا ہے.....اور بسا اوقات پہلی بیوی کی طلاق تک معاملہ پہنچ جاتا ہے۔ یہ وہ فسادات ہیں جن سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کرسکتا۔

کتاب کے اس تیسرے حصے میں ان شاءاللہ ان سب سوالات واشکالات پر بحث ہوگی۔

اسلام میں دیئے گئے احکام دو قسم پر ہیں

مگر ان تمام اشکالات واعتراضات کے جواب سے پہلے بطورِ تمہید یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شریعت جب کسی مستحب کام کو فرض قرار نہ دے، محض سنت یا مستحب قرار دے تو پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس مستحب کام کا تعلق عبادات سے ہے یا معاملات سے ہے؟

اگر ان احکام کا تعلق خالص عبادات سے ہے تو عبادت میں ضابطہ یہ ہے کہ جو عبادت مستحب ہے، وہ ہمیشہ مستحب ہی رہے گی، اس کا درجہ مستحب سے کبھی اونچا نہ ہوگا بلکہ اس کے مقام کو مستحب سے بڑھا کر کسی بھی درجہ میں ضروری قرار دینا بدعت ہوگا۔ نیز اگر اس مستحب کے نتیجے میں کسی فساد کا اندیشہ ہو تو یہ مستحب کام وقتی طور پر ناجائز بھی ہوسکتا ہے۔ جیسے اشراق کی نماز ایک مستحب عبادت ہے، اگر ساری قوم بھی اشراق کی نماز عملی طور پر ترک کردے تو بھی اشراق کی نماز مستحب ہی رہے گی، فرض وواجب نہیں بنے گی۔

لیکن دوسری طرف شریعت کے کچھ ایسے احکام ہیں جن کا تعلق ''معاملات'' سے ہے۔ ''معاملات'' کا مطلب یہ کہ آپ کسی دوسرے انسان سے کوئی ایسا معاہدہ کرتے ہیں، جس میں آپ اس کی کسی ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور بدلے میں وہ آپ کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے۔

چنانچہ اشراق، تہجد، روزہ وغیرہ جیسے احکام کا تعلق خالص عبادات سے ہے، کیونکہ یہ سب آپ کے ذاتی فائدے کے لئے ہیں، آپ اگر عبادت نہ کریں، کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہیں، لیکن تجارت شریعت کا ایک ایسا حکم ہے جس کا تعلق معاملات سے ہے، چنانچہ آپ جب کسی دوسرے انسان سے خرید وفروخت کا معاملہ کرتے ہیں تو درحقیقت یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے، جس میں آپ اس دوسرے کی کوئی ضرورت پوری کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں وہ آپ کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے۔

اب اگر کسی قوم میں کوئی شخص تجارت کو یہ کہہ کر ترک کر دیتا ہے کہ تجارت کوئی فرض وواجب نہیں، تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں کیونکہ شریعت نے بھی تجارت کو (و أحل الله البيع) کہہ کر محض حلال ہی قرار دیا، فرض وواجب قرار نہیں دیا..... لیکن کیا اس آیت کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی قوم من حیث القوم تجارت ترک کر دے تو جائز ہے؟ ..... ہرگز نہیں، اس موقع پر یہ کہا جائے گا کہ شریعت نے تجارت کو حلال اس لئے قرار دیا کہ لوگوں کی کچھ قابل ذکر تعداد یعنی ایک خاص درجہ تک تجارت میں مشغول رہے، کیونکہ جب تجارت سے انسان کی بہت سی ایسی فطری ضرورتیں وابستہ ہیں کہ جن کا تعلق براہِ راست انسان کی جسمانی ومعاشرتی بقا سے ہے تو ان حکمتوں کے حصول کے لئے نفسِ تجارت کا رواج کافی نہیں بلکہ تجارت میں لوگوں کی، کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے ایک خاص درجہ تک مشغولیت مطلوب ہے۔ لیکن تجارت سے حاصل ہونے والے منافع اتنے واضح اور بدیہی ہیں کہ ان منافع کے حصول کے لئے تجارت کو فرض و واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی..... محض حلال کر دینا کافی تھا..... اس لئے اسلام نے تجارت کو محض حلال ہی قرار دیا..... فرض، واجب قرار نہیں دیا۔

لیکن اگر بالفرض کسی قوم میں دشمنوں کے غلط پروپیگنڈے اور مسلسل غلط ذہن سازی کے نتیجے میں تجارت کا رواج مکمل ختم ہوجائے یا مکمل ختم تو نہ ہو مگر اس کی طرف عوام کی رغبت اتنی کم ہوجائے کہ اس رغبت میں کمی کے باعث انسان کی تمام تر فطری خواہشات اور جسمانی ضروریات کی ضروری حد تک تکمیل کے لئے بھی مشکلات پیدا ہونا شروع ہوجائیں تو کچھ ہی دنوں میں دین ودنیا دونوں کی تباہی وبربادی کے ایسے آثار ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے کہ جس کا ہر شخص کھلی آنکھوں مشاہدہ کرے گا۔

قرآن نے تجارت کو محض حلال قرار دیا، لیکن سب لوگ اگر تجارت چھوڑ دیں تو.....

فرض کیجئے کہ کسی قوم میں کھیت سے اگنے والی خوردنی اشیاء کو کسان سے تو تھوپ کے حساب سے خریدنے والے تاجروں کی بس اتنی تعداد موجود ہو کہ جس سے تجارت میں ایک خاص حد تک مشغولیت کے باعث بس ضروری حد تک ہی اشیاءِ خوردنی کی معیشت میں توازن قائم ہو، یعنی مالی لحاظ سے متوسط طبقے کے لوگوں کو اوسطاً اتنی قیمت پر خوارک مہیا ہوجائے کہ جس کے باعث وہ اوسطاً اتنی ہی خوراک خرید سکیں جو اِن کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے کافی ہوجائے، نہ اتنی سستی ہو کہ کھا کھا کر

موٹے ہونا شروع ہوجائیں ہوجائیں اور نہ اتنی مہنگی ہو کہ خوراک کی کمی کے باعث کمزور ہونا شروع ہوجائیں۔

اب اگر تجارت کی طرف اس کے منافع کو دیکھ کر لوگوں کی طبعی طلب اور فطری رغبت تو موجود ہو اور اس عمل میں لوگوں کو رزقِ حلال کا آسان راستہ بھی نظر آئے مگر کسی بھی مصنوعی طریقے سے اس طلب کو کم کر دیا جائے، مثلاً کہا جانے لگے کہ اس زمانے میں دیانت داری سے تجارت چونکہ بہت مشکل ہے یا تجارت کا رواج نہ ہونے کے باعث چونکہ لوگ اسے معیوب سمجھتے ہیں، لہٰذا اس عمل پر خاندان و معاشرے کے طرف سے فتنہ بہت ہوتا ہے اور جس ''حلال'' کام کے نتیجے میں فتنے کا اندیشہ ہو وہ حلال کام ناجائز اور حرام ہوجاتا ہے۔

چنانچہ دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یا اور کسی بھی وجہ سے طبعی رغبت کے باوجود لوگ تجارت سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگیں اور تجارت کی طرف مذکورہ بالا رجحان، جو خوراک کے حق میں معاشی توازن کو صرف ''ضروری'' حد تک برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا، اس رجحان میں مثلاً پچاس فی صد کمی ہوجائے اور تاجروں کی مذکورہ بالا تعداد گھٹ کر آدھی رہ جائے..... یا تعداد تو آدھی نہ ہو مگر جتنا وقت تاجر پہلے تجارت میں مصرف رہتے تھے، اس ''مصروفیت'' میں کمی ہوجائے تو اس کمی کا اثر یہ ہوگا اشیاء خوردنی کی فطری (Natural) قیمت برقرار نہیں رہے گی، بلکہ یہ حد سے زیادہ مہنگی ہونا شروع جائیں گی، لہٰذا سب سے پہلے غریب طبقہ جو مثلاً فیکٹریوں وغیرہ میں ملازمت کرتا تھا خوراک کے حصول کو آسان بنانے کے لئے مالکان سے تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ شروع کر دے گا، اگر مالکان تنخواہیں بڑھاتے ہیں تو ان کا اپنا نفع کم ہونے کے باعث یہ خود مالدار طبقے سے نکل کو متوسط طبقے کی فہرست داخل ہونا شروع ہوجائیں گے۔

دوسری طرف مالدار لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھ چڑھ کر ان اشیاء خوردنی کو اس خوف سے ذخیرہ کرنا شروع کر لیں گے کہ کہیں کوئی دوسرا نہ خرید لے۔ (اور یہ ذخیرہ کھانے کے لئے ہوگا بیچنے کے لئے نہیں کیونکہ تجارت سے تو اس قوم میں چند افراد کے سوا باقی تمام افراد نے یہ سوچ کر اجتناب کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے کہ اس زمانے میں تجارت کو چونکہ معیوب سمجھا جاتا ہے جس پر تاجر حضرات ساری عمر مشکلات میں مبتلا رہتے ہیں، نیز اس زمانے میں دیانت داری سے تجارت چونکہ مشکل ہے اور شریعت میں تجارت کا پیشہ اختیار کرنا اس وقت جائز ہے جب دیانت داری سے تجارت کر سکتا ہو، ورنہ عین ممکن ہے کہ بروزِ محشر اسی وعید کا مستحق ہونا پڑے جو ''بیویوں میں عدل نہ کرنے'' پر وارد ہوئی ہیں، لہٰذا دین و دنیا کے کاموں میں اطمینانِ قلب کے ساتھ مشغول رہتے ہوئے تجارت سے دور رہنا چاہیے) لہٰذا کوئی بھی اگر خوراک خریدے گا تو بیچنے کے لئے نہیں، محض اپنے کھانے یا ذخیرہ کرنے کے لئے خریدے گا، کیونکہ کسی چیز کو بیچنے کی نیت سے خریدنا ہی ''تجارت'' کہلاتا ہے اور اس عمل سے اجتناب کی لوگوں نے قسم اُٹھائی ہوئی ہے۔

الغرض کچھ وقت کے بعد لوگ گھر کا پہلے غیر ضروری اور پھر ضروری سامان بیچ بیچ کر خوراک خریدنا شروع کر دیں گے، پھر کچھ عرصے بعد سامان خریدنے والے بھی نہ بچیں گے، کیونکہ اب خریدنے والا بھی سوچے گا کہ جو پیسہ میں سامان خریدنے میں لگاؤں گا، اس سے خوراک ہی کیوں نہ خرید لوں۔

ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ جب اتنا بحران پیدا ہونا شروع ہوجائے گا تو حکومت بچے کھچے ان

تاجروں کے لئے ازخود نرخ متعین کردے گی تاکہ یہ تاجر حضرات کھانے پینے کی اشیاء اسی قیمت پر بیچیں جس پر پہلے بیچا کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں کہ جبکہ ان بچے کھچے تاجروں کے پاس خریداروں کا رش دگنا ہوجانے کے باعث ان کی محنت دگنی ہوجائے گی اور نیز جب تاجر ضروری حد تک تجارت میں مشغولیت کے باعث مثلاً بارہ گھنٹے تجارت پر صرف کیا کرتے تھے تو رش بڑھنے کے باعث اب انہیں اتنا وقت صرف کرنا پڑے گا جو اُن کے ضروری آرام اور دوسرے ضروری کاموں میں خلل کا سبب بنے گا یا مزید ملازمین بھرتی کرنا پڑیں گے جن کی تنخواہیں بھی اسی آمدن سے نکالنا پڑیں گی۔

الغرض جب ان کی محنت بھی دگنی ہوجائے گی تو یہ ہرگز ممکن نہیں کہ تاجر اسی قیمت پر بیچتے رہیں جس قیمت پر پہلے بیچا کرتے تھے اور دوسری بات یہ کہ تجارت کے ٹھیکیدار ان چند تاجروں کو معلوم ہوگا کہ لوگ ان اشیاء کے حصول میں جب ہمارے محتاج ہیں تو تاجر لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی منہ مانگی قیمتوں پر ان اشیاء کو فروخت کریں گے.....اور حکومت کا قانون ''غیر فطری'' ہونے کے باعث زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوگا۔

نیز جب تاجروں کی محنت دگنی ہوجائے گی اور قیمت میں اضافے پر پابندی ہو، تو اس صورت میں تاجروں کو اس کام میں نفع کم اور محنت زیادہ نظر آنا شروع ہوگی، جس کے نتیجے میں مزید کچھ تاجر تجارت کا پیشہ ترک کردیں گے اور یوں تاجروں کی مذکورہ بالا تعداد گھٹ کر مزید کم ہوجائے گی اور ان میں سے بھی اب بہت سے تاجر تجارت کے بجائے کسی اور ذریعۂ معاش کو ترجیح دیں گے۔

اور پھر یہ تاجر قیمتوں کے بڑھانے میں ظالم بھی نہ ہوں گے، یہ کہیں گے کہ راستہ تو کھلا ہوا ہے جو چاہے کسان سے ان اشیاء کو خرید کر اٹھالائے اور کم قیمت پر بیچے، یا ہمارا وقت اور محنت کم کرتے ہوئے چند افراد تھوک کے حساب سے ہم سے یکمشت سارا مال کم قیمت پر خرید لیں اور پھر کچھ منافع کے ساتھ آگے فروخت کردیں.....مگر تجارت کو ''کفر'' سمجھنے کے باعث کوئی بھی اس پر تیار نہ ہوگا۔

الغرض یہی حالات رہے تو کچھ عرصہ بعد اتنا بحران پیدا ہوچکا ہوگا کہ اب کسی بھی شخص کے لئے یہ سمجھنا ہی مشکل ہوجائے گا کہ یہ بحران کیوں پیدا ہورہا ہے؟ لوگ پریشان ہوں گے کہ یہ بحران ملازمین کی طرف سے تنخواہوں میں اضافے کے مطالبے کی خاطر ہڑتالوں کی وجہ سے ہوا ہے یا پٹرول بہت زیادہ مہنگا ہونے کے باعث.....ڈاکٹروں کی فیس اور دوائیں مہنگی ہونے کی وجہ سے بیماریوں میں اضافے کے سبب ہوا ہے یا حکومت کی طرف سے تاجروں کے لئے نرخ متعین کرنے اور اس بناء پر رہے سہے تاجروں کی ہڑتال کی وجہ سے۔

اور ظاہر ہے کہ ان حالات کا اثر کسانوں پر بھی پڑے گا کہ اسے ہل چلانے کے لئے کھاد یا ٹریکٹر وغیرہ کہاں سے ملے گا، فیکٹریوں کی کارکردگی متاثر ہونے کے باعث ٹریکٹر اور کھاد وغیرہ تو مہنگے ہوچکے ہوں گے، چنانچہ یہ بھی تاجروں سے مطالبہ کرے گا کہ میری پیداوار کی مجھے زائد قیمت ادا کرو، بچے کھچے تاجر جو پہلے ہی خرکار کے گدھے بنے ہوئے تھے، زائد قیمت دے کر اپنا نفع مزید کم کرنے اور نتیجتاً مزید قیمت بڑھانے پر کیسے راضی ہوں گے؟ نتیجتاً کسان بھی کھیتی باڑی چھوڑ کر لوٹ مار

میں بقیہ قوم کے ساتھ شریک ہو جائیں گے اور پھر بالآخر یہ پوری قوم ان بچے کھچے تاجروں پر پتھراؤ کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دے گی۔

چوریاں شروع ہو جائیں گی اور چوریوں کے خلاف بیانات کرنے والے علماء کم پڑ جائیں گے، کیونکہ مدارس میں آدھے سے زائد طلبہ تو وسائل کی کمی کے باعث خارج کئے جا چکے ہوں گے، پھر جو حضرات چوریوں کے خلاف بیانات کرتے ہوں گے، ظاہر ہے وہ بھی اسی قوم کے افراد میں سے ہوں گے اور انہی حالات سے دوچار ہوں گے، لہٰذا ان میں بھی بہت سے انہی حالات کے نتیجے میں چور بن چکے ہوں گے۔ یوں قوم میں ایک طرف چوری کی عادت میں مزید اضافہ ہوگا اور دوسری طرف چوری کے خلاف دعوت کمزور ہونا شروع ہو جائے گی..... چوریوں کے رجحان میں اس اضافے کے باعث تجارت جیسے حلال راستے کے رجحان میں مزید کمی ہوگی۔

ممکن ہے کہ کسی اکنامکس کے ماہر کو اس بحران پر قابو پانے کے اور بہت سے حل ذہن میں آئیں، مگر یاد رکھیے عام حالات میں تو وہ حل کسی معیشت میں پیدا ہونے والے بحران پر قابو پانے کے لئے کارگر ثابت ہو سکتے ہیں مگر جو صورت ہم نے ذکر کی یعنی (تجارت میں لوگ جب صرف ضروری حد تک ہی مشغول تھے تو اس مشغولیت کے لحاظ سے) تاجروں کی تجارت کی طرف رغبت میں غیر معمولی کمی ہو جائے اور ان کی جگہ پُر کرنے کے لئے کوئی بھی کسی قیمت پر تیار نہ ہو، تو اس صورت میں اس بحران کو حل کرنے کے لئے آپ جو بھی تجویز پیش کریں گے، وہ پسِ پردہ دوسری ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دے گی کہ بالآخر گھوم پھر کہ نتیجہ بہرحال دین و دنیا کی وہی تباہی بربادی والا ہوگا، جس کا ہم نے ذکر کیا اور ان حالات میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ مناسب خوراک اِنہی چند لوگوں کو میسر ہوگی جو..... ''خود اگاؤ اور خود کھاؤ''..... کی پالیسی پر عمل کر رہے ہوں گے۔

تجارت میں کمی سے پیدا ہونے والے بحران کا واحد حل

اس بحران سے بچنے کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے تجارت کے معاملے میں قناعت اور ''ہڑتال'' کی جو قسم اٹھائی ہوئی ہے انہیں اس کے توڑنے پر مجبور کیا جائے، پھر بھی تیار نہ ہوں تو کوڑے مار مار کر اس کام پر آمادہ کیا جائے۔

ذرا سوچیے.....! ان حالات تک پہنچنے سے پہلے پہلے اگر کوئی شخص جس کے دل میں قوم کا درد ہو، وہ کسی ایسے شخص کے پاس جائے جس میں تجارت اور ملازمت دونوں کی صلاحیتیں تھیں، اسے سمجھائے کہ بھائی! لوگوں نے تجارت کے پیشے کو تقریباً ترک کر دیا ہے لہٰذا خدا کے لئے تم تجارت کرو اور اس کی طرف اپنی اور لوگوں کی طلب بڑھاؤ اور وہ جواب میں درجِ ذیل یہ فلسفیانہ بقراطی پیش کرنے لگے کہ:

> ''اس بات پر کہ تجارت میں تاجروں کا فلاں حد تک مشغول رہنا واجب ہے'' یا ''تجارت کرنا واجب ہے'' اس دعوے پر قرآن وحدیث کی کوئی ایک آیت پیش کر دو تو میں اس کام کے لئے تیار ہوں اور میں قرآن وحدیث سے ثابت کر سکتا ہوں کہ تجارت محض ایک ''حلال'' کام ہے، کسی بھی درجہ میں

فرض و واجب نہیں، اگر اس عمل کی اتنی اہمیت ہوتی جتنی آپ بیان کر رہے ہیں تو قرآن تجارت کو محض حلال قرار نہ دیتا..... کیا آپ کا علم قرآن سے بھی زیادہ ہے.....؟ پھر مزید یہ کہ تجارت حلال بھی نبی کے دور میں تھی، اس زمانے میں تجارت کا حکم کیا ہے؟ تو اس بارے میں فتاویٰ شامیہ اور بعض دوسرے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ جب سچ بول کر تجارت مشکل ہو تو اس صورت میں تاجر بننا مکروہِ تنزیہی ہے، چنانچہ اس زمانے میں بے دینی اور تجارت کے رواج میں کمی کے باعث قیمتیں چڑھ گئی ہیں، جس کی وجہ سے گاہگوں کو یہ صاف صاف بتا کر مال دینا کہ میں نے کسان سے یہ کتنے میں خریدی ہے؟ ایسا سچ بول کر بیچنا مشکل ہے، کیونکہ سچ بولوں گا تو گاہک اتنا نفع دینے پر راضی نہ ہوگا جتنا میں چاہتا ہوں، رہا مسئلہ صحابہ کرام کا تو صحابہ میں سے جو اکثر تجارت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ سچ بول سکتے تھے۔

الغرض ان حالات کے پیش نظر ظن غالب ہے کہ اس بارے میں مجھ سے بد دیانتی ہوگی اور تجارت کا پیشہ اختیار کرنا اس وقت جائز ہے کہ جب بے ایمانی کا ظنِ غالب نہ ہو، جیسے چار شادیاں بھی اس وقت جائز ہیں جب بے عدلی کا ظن غالب نہ ہو۔

الغرض جب تجارت نہ کرنا گناہ بھی نہیں اور کرنے میں بے ایمانی کے گناہ والا خطرہ بھی ہے اور بے ایمانی کا ارتکاب ہوا تو ممکن ہے بروزِ محشر ان لوگوں کی صف میں کھڑا ہونا پڑے جو..... ''متعدد بیویوں میں بے عدلی کے جرم کے مرتکب ہوئے تھے''..... تو ان حالات میں عقلمندی اور اطمینانِ قلب کے ساتھ دنیوی یا دینی کاموں میں مصروف رہنے کا تقاضا یہ ہے کہ تجارت سے اجتناب کیا جائے۔''

غور کیجئے کہ جس کے دل میں قوم کو تباہی و بربادی سے بچانے کا جذبہ ہوگا، اسے اس شخص کے جواب پر کس قدر افسوس ہوگا؟ اور کیا اس قسم کی باتوں سے متاثر ہو کر اور یہ سوچ کر صبر کرنا کسی بھی طرح مناسب ہوگا کہ جب قوم تباہ و برباد ہونا شروع ہو جائے گی تو خود ہی تجارت کی طرف مجبور ہو کر توجہ کرے گی.....؟ ہرگز نہیں، کیونکہ جب تباہی و بربادی کے باعث اس قوم کو چوریوں اور ڈکیتیوں جیسے حرام کاموں کی عادت پڑ جائے گی تو پھر تباہی کا اصل سبب معلوم ہو جانے کے بعد بھی یہ قوم تجارت جیسے حلال ذریعۂ آمدن پر ہرگز آمادہ نہ ہوگی۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ جیسے ہی تباہی و بربادی کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے تو وہ حضرات جنہیں علم ہوگا کہ تجارت جب شرعاً حلال ہے تو اسی لئے حلال ہے کہ لوگ عملاً بھی اسے حلال سمجھیں اور جیسے دوسری حلال چیزوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اس عمل کے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں.....

الغرض جب تک لوگ اسے عملی طور پر بھی ایک حقیقی مباح اور نفع بخش کام نہ سمجھنے لگیں کہ..... اہلِ علم پوری قوت اور زور شور سے لوگوں کو اس عمل کی ترغیب دینے کے لئے باقاعدہ تحریک چلائیں گے، اور اس بحث میں نہیں پڑیں گے کہ

.....''تجارت فرض ہے یا مستحب؟''..... یا.....''اس زمانے میں تجارت کی عمومی ترغیب مناسب ہے یا نامناسب.....'' اگر لوگ نہ مانیں تو بہت سے حضرات کو اپنے کاموں کو آگے پیچھے کرتے ہوئے خود ہی اپنے وقت کا ایک حصہ تجارت کیلئے وقف کرنا پڑے گا کہ تاکہ لوگ ان کے عمل کو دیکھ کر تجارت سے نفرت کرنا ترک کردیں اور یہ حضرات خود سے اس اقدام پر اس لئے مجبور ہوجائیں گے کہ انہیں یہ سوچنا پڑے گا کہ آج اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو کل جب معیشت تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچے گی تو اس کا سب سے پہلا نقصان دین کے ساتھ ساتھ خود اِن کی ذات اور آل اولاد کو بھی ہوگا، کیونکہ فطری ضرورتوں کے حصول میں غیر معمولی مشکلات، بیک وقت دین و دنیا، دونوں کی تباہی کا ہر ایک کے حق میں ذریعہ بنتی ہیں۔

اور یاد رکھیے! جس قوم کی تباہی کی ہم نے مثال دی، ابتداء میں تو اس تباہی کے آثار بہت سست رفتاری سے ظاہر ہوں گے، مگر جیسے جیسے یہ بحران اپنی انتہاء کو پہنچ رہا ہوگا اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی آتی چلی جائے گی۔

قوم کی بے پناہ ضرورت کے باوجود تجارت کو شریعت نے فرض کیوں نہ کیا؟

ایسے حالات میں وہ شخص جو تجارت کے معاملے میں قناعت پسندی کو ترجیح دے رہا ہو اور دلیل یہ دیتا ہو کہ ''تجارت کوئی فرض و واجب نہیں'' تو ایسے حضرات کو یہی کہا جائے گا کہ:

> ''شرعاً و عقلاً تجارت کسی بھی قوم میں اس کے افراد کی ایک اتنی بڑی تعداد سے اس ''خاص درجہ'' میں مطلوب ہے کہ جس بڑی تعداد کے اس ''خاص درجہ'' میں مشغولیت کے باعث معاشرے کی وہ تمام بنیادی اور فطری ضرورتیں با آسانی پوری ہوسکیں کہ جن ضرورتوں کے حصول میں مشکلات ہر سطح پر اور ہر شعبے میں بتدریج بہت بڑی تباہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔
>
> اور رہا یہ اشکال کہ جب تجارت اتنی ضروری چیز ہے تو شریعت نے اسے فرض و واجب قرار کیوں نہ دیا تو اس کا بہت واضح اور سادہ سا جواب یہ ہے کہ چونکہ تجارت کے ذریعے حاصل ہونے والا نفع ہر شخص حسی طور پر بہت ہی واضح طریقے سے محسوس کرتا ہے، جس کے باعث ایک مطلوبہ تعداد خود بخود ضروری درجہ تک اس میں حصولِ نفع کی خاطر مصروف رہتی ہے، لہٰذا لوگوں کی اس خاص تعداد کو خاص حد تک تجارت میں مصروف کرنے کے لئے، ان لوگوں میں تجارت کی جتنی طلب پیدا کرنا ضروری ہے اس طلب کے پیدا کرنے کے لئے تجارت کو فرض و واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں، محض حلال قرار دینے سے ہی مطلوبہ درجہ کی طلب حاصل ہوجاتی ہے۔''

بلکہ تجارت سے حاصل ہونے والے منافع اتنے واضح اور زیادہ ہیں کہ جس کے باعث تجارت کی طرف صرف ضروری حد تک ہی طلب نہیں ہوتی بلکہ مزید طلب کے باعث تعداد اور کیفیت دونوں لحاظ سے مذکورہ مقدار سے بھی زیادہ اس کام کی طرف لوگ مشغول ہوتے ہیں، جس کے باعث معیشت مزید بہتر ہوتی ہے اور ایک متوسط طبقہ کے شخص کو ضرورت کے مطابق

ہی نہیں بلکہ ضرورت سے کئی گنا زائد خوراک با آسانی میسر ہوتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

چنانچہ جب تک تجارت کی طرف اسی فطری رغبت کو کسی ''مصنوعی طریقے'' سے ختم نہ کر دیا گیا ہو، کسی شخص کا تجارت کو ترک کر دینا، بجائے خود اس کی علامت ہوتا ہے کہ تجارت کی وہ مقدار پوری ہو رہی ہے جس مقدار پر عوام کی بنیادی اور فطری ضرورتیں موقوف ہیں، ان حالات میں اگر کوئی تجارت اختیار کرے گا تو اس کی تجارت میں برکت نہ ہوگی۔

تجارت والی مثال سے حاصل ہونے والے سبق کا خلاصہ

مذکورہ مثال سے حاصل ہونے والے سبق کا خلاصہ ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

''تجارت چونکہ معاملات سے ہے، عبادت سے نہیں، لہٰذا شرعاً وعقلاً تجارت کی طرف ضروری اور ایک ''خاص'' حد تک طلب پیدا کرنے کے لئے نہ تو اسے فرض، واجب قرار دینا ضروری ہے اور نہ ہی اس ''خاص طلب'' کا افراد وغیرہ کے لحاظ سے کوئی معیار متعین کرنا ضروری کہ مثلاً..... ''اتنے افراد''..... تجارت میں..... ''فلاں حد تک''..... مشغول رہیں..... مگر اتنا ضرور ہے کہ تجارت کو حلال قرار دینے سے شریعت کا مقصد لوگوں میں ایک ''خاص درجہ کی طلب'' پیدا کرنا..... یا..... پہلے سے موجود پیدا طلب کو..... برقرار رکھنا..... بہر حال مقصود ہے، اور اگر کسی جہالت اور مصنوعی وجہ سے اس ''خاص درجہ کی طلب'' میں کمی ہو جائے..... تو پھر تجارت کے ''حلال'' ہونے سے متعلق شرعی حکم، ..... بتدریج..... ''استحباب''..... اور پھر..... ''وجوب''..... حتیٰ کہ..... ''فرض عین''..... کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے گا، نیز تجارت کے جواز کی جو کڑی شرائط تھیں، ان شرائط میں بھی..... نرمی اور کمی..... کیا جانا، شرعاً وعقلاً وقت کا تقاضا سمجھا جانے لگے گا۔''

اس ''خلاصہ کلام'' کو اچھی طرح ذہن نشین رکھیے۔

معاشرے کی شدید ضرورت کے باوجود ایک یا زیادہ شادیوں کو شریعت نے واجب کیوں نہ کیا؟

یاد رکھیے! جیسے تجارت، ملازمت وغیرہ عبادت نہیں بلکہ ان کا تعلق شریعت کے ان احکام سے ہے جو ''معاملات'' میں داخل ہیں، اسی طرح نکاح کو اگرچہ شریعت نے عبادت قرار تو دیا مگر نکاح اپنی حقیقت اور ماہیت کے لحاظ سے بہر حال ''معاملات'' میں سے ہی ہے۔

شریعت نے اسے عبادت کا رنگ اس لئے دیا کہ مسلمان قوم اس ''معاملے'' پر دوسری قوموں سے زیادہ حریص ہو اور خرید وفروخت جیسے دوسرے ''معاملات'' کی طرح اس معاملے میں محض بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کی کوشش نہ کرے۔

مگر اس کے باوجود نکاح حقیقت وماہیت کے لحاظ سے بہر حال ''معاملات'' ہی میں داخل ہے، عبادات میں نہیں، کیونکہ اس میں ایک شخص کسی عورت سے ایک مخصوص نوعیت کا معاہدہ کر کے اس کی کچھ ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور اس کے بدلے میں وہ عورت اس مرد کی کچھ ضرورتوں کی تکمیل کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایسے ہی کاموں کو ''عبادات'' کے بجائے ''معاملات''

.....سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تجارت وملازمت وغیرہ کی طرح دنیا کی ہر قوم نکاح کو ضروری سمجھتی ہے، نیز یہ ان اہم معاملات میں سے ایک ہے کہ جس سے مرد وعورت اور پھر پورے معاشرے کی بقا اور سدھار سے متعلق ایسی عظیم مصلحتیں وابستہ ہیں کہ اس ''معاملے'' کی طرف بھی لوگوں کی محض مطلق طلب کافی نہیں، بلکہ ایک خاص درجہ کی طلب ضروری ہے اور جب تک نکاح کی طرف مردوں کی.....تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے.....''ایک خاص حد تک''.....طلب نہ ہو.....معاشرہ بتدریج تباہی اور بربادی تک پہنچ کر ہی رہتا ہے، خواہ اس تباہی سے بچنے کے دوسرے کتنے ہی اسباب اختیار کر لئے جائیں۔

کسی قوم کے مردوں میں نکاح کی طرف ایک خاص درجہ کی طلب ورغبت ضروری ہے، مطلق طلب کافی نہیں

الغرض نکاح بھی چونکہ حقیقت وماہیت کے لحاظ سے معاملات میں داخل ہے لہٰذا تجارت کی طرح نکاح کے لئے بھی کسی قوم میں عورتوں کی طرف اس قوم کے مردوں میں ایک ''خاص درجہ'' میں طلب رہنا ضروری ہے، نفسِ طلب یعنی محض نکاح کا مطلق رواج ہونا کافی نہیں۔ اور اس خاص درجہ تک طلب پیدا کرنے کے لئے شریعت نے متعدد شادیوں کو محض مستحب قرار دینا کافی سمجھا..... کیونکہ کسی بھی قوم میں ''مِن حیث القوم'' نکاح کی طرف اس ایک خاص درجہ کی طلب پیدا کرنے کے لئے متعدد نکاحوں کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی، اور نہ ہی اس بارے میں کوئی معیار متعین کرنے کی ضرورت ہے کہ مثلاً.....''اتنے اتنے افراد''.....اس عمل میں.....''فلاں حد تک''.....مصروف رہیں، یعنی اتنے فی صد اور ایک بیوی رکھیں اور اتنے فی صد..... چار بیویاں.....، وجہ اس کی یہ ہے کہ تجارت کی طرح نکاح سے حاصل ہونے والے منافع بھی بالکل حسی اور واضح ہیں اور ان منافع اور فوائد کے حسی اور بدیہی ہونے کی وجہ سے مردوں کی اس کی طرف فطری رغبت ہی اس خاص اور مطلوبہ درجہ کی طلب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے اور اس فطری رغبت اور نکاح کے نتیجے میں حاصل ہونے والے واضح اور حسی منافع کے ہوتے ہوئے تجارت کی طرح نکاح کے بارے میں بھی کوئی خاص معیار متعین کرنا ضروری ہی نہیں تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جب نکاح سے حاصل ہونے والے حسّی اور بدیہی ان منافع کی طرف مردوں کی غیر معمولی رغبت اور طلب کو دنیا کے ''دانشوروں'' نے ''مصنوعی طریقے'' سے ختم نہ کیا تھا، اس وقت تک بعض حضرات تو اتنی تعداد میں بیویاں جمع کرنے کی کوشش کرتے کہ اسلام کو متعدد شادیوں کو مستحسن قرار دینے کے باوجود بھی چار سے زائد پر پابندی لگانا پڑی، کیونکہ اس صورت میں بعض مردوں کے لئے ایک بیوی کا حصول بھی ناممکن ہو جاتا۔

الغرض نکاح پر مرتب ہونے والے منافع چونکہ بالکل حسی، واضح اور بدیہی ہیں بلکہ عورتوں کی طرف مردوں کا غیر معمولی میلان اور رغبت ہی انہیں اس کام پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے، تو تجارت کی طرح مردوں کے لئے زیادہ عورتوں کے حصول کی خاطر متعدد نکاحوں والے عقد (معاملے) کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی بلکہ مستحب قرار دے کر اس کی بہت زیادہ ترغیب کی بھی ضرورت نہیں، مستحب قرار دے کر شریعت نے گویا جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اور اہلِ اسلام کو

اس کام پر مزید ابھارا ہے، تاکہ دوسری قوموں کی نسبت مسلمان قوم میں عائلی اور خاندانی نظام زیادہ بہتر ہو اور خصوصاً مسلمان عورتوں کے حق میں مزید اچھے نتائج برآمد ہوں۔

ایک سے زائد بیویاں رکھنا اس وقت مستحب ہے جب معاشرے میں اس کا رواج ہو

مگر یاد رکھیے کہ یہ کام مستحب اس وقت ہوگا جب نکاح کی طرف مردوں کی اس فطری رغبت کو کسی مصنوعی طریقے سے اور غلط پروپیگنڈوں سے ختم نہ کیا گیا ہو، یا اس کی طرف فطری رغبت کے ہوتے ہوئے بھی معاشرے کی طرف سے وہ رکاوٹیں کھڑی نہ کی جاتی ہوں کہ فطری رغبت کے باوجود لوگ اس سے اجتناب میں ہی زیادہ عافیت محسوس کرنے لگے ہیں۔

چنانچہ جب اس طرح سے نکاح کی طرف فطری رغبت کو ختم کر دیا گیا ہو تو ان حالات میں متعدد شادیوں والے عقد اور معاملے میں لوگوں کا کفایت شعاری سے کام لینا اور ساری قوم کا ایک بیوی پر اکتفاء کرنا، ہرگز اس کی علامت نہیں ہوگا کہ خاندانی نظام میں صرف ضروری حد تک توازن برقرار رکھنے کے لئے فطرت (Nature) مردوں سے نکاح کی طرف جس درجہ ''طلب'' اور ''رغبت'' کا تقاضا کر رہی ہے، وہ طلب حاصل ہو رہی ہے۔

اور یاد رکھیے! جیسے تجارت کی طرف وہ طلب جس کا فطرت کسی بھی قوم کے افراد سے مطالبہ کرتی ہے اور اس کی وہ مقدار جو معیشت میں صرف ضروری حد تک توازن برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھی، اس طلب میں اگر کمی ہو جائے اور بعد میں کسی بھی طرح یہ کمی پوری نہ کی جائے تو لوگوں کو ایک عرصے کے بعد آہستہ آہستہ بچے کھچے تاجروں سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے، بالکل اسی طرح مردوں کی نکاح کی طرف اس خاص درجہ کی طلب میں کمی اور اس معاملے میں پوری قوم کے صرف ایک بیوی پر اکتفاء کرنے کے نتیجے میں بھی خاندانی نظام میں جو کچھ تباہی و بربادی ہوتی ہے، وہ کسی خاص مقام پر رکتی نہیں ہے، بلکہ یہ تباہی اور اس سے پیدا ہونے والی پیچیدگیاں بھی ایک دوسرے سے ضرب ہوتی چلی جاتی ہیں اور پھر وہ قوم جو اپنے مختلف کاموں کو ان متعدد شادیوں سے زیادہ ضروری سمجھ کر ان کاموں میں ہمہ تن مصروف رہنے کو باعثِ فخر اور باعثِ سعادت سمجھی ہوئی تھی، بالآخر اجتماعی سطح پر اس قوم کا ان کاموں کا بھی غیر معمولی نقصان ہوتا ہے اور جن باتوں کے خوف سے متعدد شادیوں سے اجتناب کئے ہوئے تھے، پوری قوم اجتماعی سطح پر انہیں باتوں ملوث ہونا شروع ہو جاتی ہے، اور پھر بالآخر اس قوم کو بہت بڑے پیمانے پر ایک عرصے کے بعد ایک شادی والی ''رسم'' سے بھی اسی طرح ہاتھ دھونے پڑتے ہیں، جس طرح تجارت کے معاملے میں بخل سے کام لینے والوں کو ایک عرصے کے بعد بچے کھچے تاجروں سے بھی ہاتھ دھونے پڑ گئے تھے۔

فی الحال بڑے پیمانے پر قوم میں ایک شادی کا رواج اس لئے باقی ہے کہ اجتماعی سطح پر متعدد شادیوں والی سنت سے بغاوت کئے ہوئے ہندوستان اور پنجاب کے مسلمانوں کو تقریباً ایک، دو صدیاں گزری ہیں، مگر یاد رکھیے اب تک تباہی و بربادی جس رفتار سے ہوئی ہے آئندہ معاشرے کی اس سے کئی گنا زیادہ اور بڑی بربادی میں اتنا وقت نہ لگے گا۔ واللہ ھو الحفیظ

وہ فطری عوامل جن کے ہوتے ہوئے متعدد شادیوں کو واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی

وہ کون سے فطری عوامل یا منافع ہیں کہ جب تک فطرت سے باغی اور وحی کے نور کے بغیر محض اپنی عقل سے انسانوں کے لئے قوانین وضع کرنے والے حکمرانوں کے پروپیگنڈے سے قومیں متاثر نہ ہوئی تھیں، ان منافع کے حصول کے لئے ایک عام مرد متعدد شادیوں کی طرف لپکتا تھا، اور آسانی سے سمجھ میں آنے اور ظاہر ہونے والے یہ منافع ہی ایک عام شخص کو متعدد شادیوں پر برانگیختہ کرنے کے لئے کافی ہوجایا کرتے تھے.....؟ اور ان منافع کے ہوتے ہوئے تجارت کی طرح تعددِ زوجات والے ''معاملے'' کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی..... ان میں سے سرسری طور پر صرف دو منافع کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا : اولاد کی کثرت کا شوق

ب : مردوں کا عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی میلان

نکاح سے وابستہ پہلی منفعت.....اولاد کی کثرت کا شوق

اولاد خصوصاً بیٹوں کی کثرت ہر دور میں اور ہر قوم میں ہمیشہ سے محمود و مستحسن اور باعثِ افتخار سمجھی جاتی رہی ہے، یہ اولاد کی کثرت کا شوق ہی تو تھا کہ انبیاءِ سابقین پچھلی امتوں کے کفار کو تقویٰ کی راہ اختیار کرنے پر جہاں اخروی بشارتیں سناتے وہیں دنیا میں مال کے اضافے کے ساتھ ساتھ اولاد میں اضافے اور برکت کی خوشخبریاں بھی سناتے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان الفاظ میں دعوت دی:

ویقوم استغفروا ربکم انّه کان غفارًا o یرسل السماء علیکم مدرارا o و یمددکم بأموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم أنهارا o (سورۃ نوح)

ترجمہ: (اے میری قوم!) اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو، اس لئے کہ وہ بڑا غفار ہے وہ تم پر کثرت سے بارشیں برسائے گا اور تمہاری مدد کرے گا بیٹوں کی کثرت کے ساتھ اور تمہارے لئے (دنیا میں) باغات پیدا کرے گا (اور ان باغات کی سیرابی کے لئے) دریا (نہریں پیدا) کرے گا۔''

الغرض جیسے مال کی کثرت، پیداوار میں اضافہ، باغات اور نہریں وغیرہ امورِ حسّیہ ایسے ہیں کہ ان کہ طرف ہر شخص کی فطری رغبت بالکل بدیہی ہے، بالکل اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو تقویٰ اختیار کرنے پر ان مرغوب اشیاء میں اضافے کے ساتھ ساتھ خصوصاً بیٹوں میں اضافے کی امیدیں بھی دلا رہے ہیں۔

اور جب تک اہل مغرب کی شہوت پرست اور فطرت سے باغی قوموں میں ''بچے کم ہی اچھے'' والے پروپیگنڈے نے اولاد کی کثرت کی طرف اس فطری طلب کو خوب اشتہار بازی کر کے اور شور مچا مچا کر مصنوعی طریقے سے ختم نہ کیا تھا، اس وقت تک کفار کو بھی بچوں کی شرحِ پیدائش میں اضافہ اتنا محبوب تھا کہ انہیں دین کی طرف ترغیب دینے کے لئے مستقل طور پر یہ بھی

بتانا پڑتا تھا کہ اس دین کی برکت سے تمہاری قوم میں بچوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ ہوگا۔
حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو یوں سمجھایا:

واذکروا إذ کنتم قلیلاً فکثرکم۔(الآیۃ)

ترجمہ: ''اور (اے میری قوم) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم تھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بڑھا دیا۔''

اور پھر دنیا میں ''بچے کم ہی اچھے'' کا سب سے کامیاب پروپیگنڈہ کرنے والے خود یہودیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی راہ اختیار کرنے پر اولاد کی کثرت کی بشارت سنائی تھی، جس کا تذکرہ ان آیات میں ہے:

ثمّ رددنا لکم الکرۃ علیھم وأمددناکم بأموال وبنین وجعلناکم أکثر انفیراًo
(بنی اسرائیل)

ترجمہ: (اے یہودیو! پھر تمہارے دین کی طرف آنے کے سبب) ہم نے تمہاری مدد کی مال کی کثرت کے ساتھ اور اولاد کی کثرت کے ساتھ اور بنا دیا تم کو آبادی کے لحاظ سے سب سے زیادہ۔

پھر اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں ان انعامات کا ذکر کرتے ہوئے یہودیوں سے یوں خطاب فرماتے ہیں:

إن أحسنتم أحسنتم لأنفسکم۔(بنی اسرائیل)

یعنی اگر اچھے اعمال کرو گے تو تم اپنے ہی فائدے کے لئے کرو گے، یعنی تمہیں مال اور اولاد کی کثرت اور تمہاری آبادی اور تعداد کا دوسری قوموں کی نسبت بہت زیادہ ہونا وغیرہا جیسے دنیوی واخری فوائد دوبارہ حاصل ہوں گے۔ وإن أسأتم فلھا اور اگر برے اعمال اختیار کرو گے تو اتنا ہی نقصان کرو گے، یعنی اخروی نقصان کے ساتھ تم سے مال اور اولاد کی کثرت اور اس بنا پر تمہاری آبادی کا بہت زیادہ ہونا وغیرہ جیسی بہت سی دنیوی نعمتیں چھوٹ جائیں گی۔

''قولہ: ''نفیرا'' من ینفر من الرجل من عشیرتہ وأھل بیتہ۔''
کذا فی بیان القرآن۔

یہود پر اللہ تعالیٰ کی بغاوت کے یہ آثار ایسے واضح طور پر ظاہر ہوئے کہ ان کے پاس مال گو حسّی طور پر بہت ہے مگر مال کی ہوس اور بخل (جس کی طرف قرآنِ کریم میں {غلت أیدیھم} (کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے) اس مال سے کئی گناہ زیادہ ہے جس کے باعث اصل مالداری جو دل کے غِنٰی سے حاصل ہوتی ہے، اس سے یہ قوم محروم ہے اور دوسری وعید یعنی اولاد خصوصاً بیٹوں کی کمی اور اس بنا پر آبادی کی کمی والا وبال تو ان پر حسی اور ظاہری طور پر بھی پڑا۔
یہود کے ہاں بچوں کی شرحِ پیدائش میں غیر معمولی کمی ہی تو ہے کہ جس کے باعث وہ قوم جو عربوں سے ہزاروں سال

پہلے سے بچے جنتی آ رہی ہے، بقیہ عرب دنیا کے مقابلے میں ایک چھوٹے سے ملک فلسطین پر تمام تر مالی اور جنگی وسائل کے ہوتے ہوئے بھی پوری طرح قبضہ نہیں کر پا رہی، اور یہ فلسطین کے عربوں کی کثیر تعداد اور یہودیوں کے مقابلے میں ان کی بے تحاشا آبادی ہی کی برکت ہے کہ یہودی پوری دنیا میں بسنے والے یہودیوں کو اکٹھا کر کے بھی اس ملک میں اپنی اتنی تعداد نہ کر سکے جو فلسطینی مسلمانوں کے مقابلے میں برابر نہ سہی، کم از کم نصف یا ایک تہائی ہی ہوتی۔

یہودی اپنی اولاد خصوصاً مسلمانوں کے مقابلے میں بچوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی کمی کے باعث اس قدر بوکھلاہٹ اور پریشانی کا شکار ہیں کہ ان کے پاس اولاد کی شرح پیدائش میں اس کمی کے باعث ہونے والے نقصان کو دور کرنے کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں کہ دوسری قوموں کو خصوصاً مسلمانوں کو بھی ''بچے کم ہی اچھے'' کا جھانسا دے کر اس بارے میں اپنے گھڑے ہوئے فضائل سنائیں مثلاً:

''زیادہ بچے ہوں گے تو اسکول کی فیسیں کیسے ادا کرو گے؟ بچے جاہل کے جاہل رہیں گے، ایڈوانس اسکولوں میں پڑھے ہوئے دو تین بچے، ان آٹھ دس بچوں سے بہتر ہیں جو تعلیم کا خرچہ نہ ہونے کے باعث جاہل کے جاہل رہیں۔''

چنانچہ اس قسم کے فضائل سنا کر پہلے دوسری اقوام اور پھر مسلمانوں کو بچوں کی شرح پیدائش میں کمی پر آمادہ کر رہے ہیں۔

اہلِ مغرب اور یہودیوں کے اس پروپیگنڈے کا جواب کیا ہے؟ یہ تو ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیلاً آگے آ رہا ہے، ابھی صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اولاد کی وہی کثرت جو ہر قوم میں ہمیشہ سے پسندیدہ سمجھی جاتی تھی اور جسے عصبات ''پٹھے'' (Muscles) صرف اسی لئے کہا جاتا تھا کہ جیسے پٹھے انسانی جسم کا انتہائی اہم جزو ہونے کے باعث کسی بھی شخص کے لئے دینی، دنیوی اور معاشی سطح پر اس کی مضبوطی اور اسے توانا کرنے کا سبب بنتے ہیں، اسی طرح اولاد بھی ان تمام سطح پر ایک دوسرے کو اور خصوصاً والدین کو مضبوط کرنے کا سبب بنتی ہیں، چنانچہ اس قسم کے پروپیگنڈوں اور مسلسل شور کے باعث اولاد کی وہی کثرت جو ہمیشہ سے مرغوب و پسندیدہ سمجھی جاتی تھی، اب نہ صرف یہ کہ مرغوب نہ رہی، بلکہ آج اس کی کثرت ذلت اور رسوائی سمجھی جانے لگی ہے، اگر کسی شخص کے آٹھ دس بچے ہوں تو وہ معاشرے میں اپنی اولاد کی تعداد بتانے میں شرم محسوس کرتا ہے کہ لوگ مذاق اڑانا نہ شروع کر دیں۔

الغرض سب سے پہلے اہلِ مغرب کی فطرت سے باغی اور وحی کے نور سے عاری عقل رکھنے والی وہ قوم اس نعرے سے متاثر ہوتی کہ جس کا کوئی کام بھی فطرت (Nature) کے مطابق نہیں، اس قوم کی عقل نے یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنی قوم کو یہ باور کرانا شروع کر دیا کہ بچوں کی کثرت معاشی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، جس باپ پر بچوں کا بوجھ ہو، وہ اپنا وقت اور سرمایہ بچا کر ملک اور قوم کی صحیح خدمت نہیں کر سکتا، جس ماں پر بچوں کی کثرت کا بوجھ ہو وہ مَردوں کے شانہ بشانہ چل کر ملک اور قوم کی ترقی میں کوئی خاص اہم کردار ادا نہیں کر سکتی۔

زیادہ بچے ماں کی بھرپور توجہ نہ ملنے پر صحیح تربیت نہ ہونے کے باعث چور اور ڈاکو بنیں گے، چنانچہ وحی کے نور سے عاری عقل رکھنے والے ''دانشوروں'' نے اپنی قوم کو ترقی و تربیت کا یہ فلسفہ سمجھا کر اولاد کی اس کثرت میں رغبت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ جس کثرت کو ہر دور میں دینی و دنیوی ترقی کا سبب سمجھا جاتا تھا اور اس کی طرف ہر مرد کی فطری رغبت ہوتی تھی۔

ان کی یہ قوم بھی چونکہ مذہب سے باغی تھی، لہٰذا اس قوم میں بھی یہ نعرہ بہت جلد مقبول ہوا، اور بچوں کی شرحِ پیدائش میں کمی ہونے لگی۔

شرحِ پیدائش میں کمی کے باعث آبادی کی شرح میں جس تیز رفتاری سے کمی ہونے لگی، اس کمی سے تباہی و بربادی کے ظاہر ہونے والے آثار کو دیکھ کر اس قوم کو احساس ہو گیا کہ ان سے سنگین غلطی ہوئی ہے اور اب اگر اس غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے قوم میں بچوں کی شرح پیدائش کو غیر معمولی حد تک بڑھایا نہ گیا تو جلد ہی ان ممالک کی آسمان تک پہنچی ہوئی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی طرح زمین بوس ہونا شروع ہو جائے گی۔

آبادی میں کمی کے باعث اہل مغرب خصوصاً امریکا جس بوکھلاہٹ کا شکار ہے، اس کا اندازہ آپ بی بی سی BBC (انٹرنیٹ) میں شائع ہونے والی اس سرخی سے لگائیں جس میں جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی کہ امریکی ریاست میں جبری زنا کے بعد ٹھہر جانے والے حمل کے اسقاط پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

اندازہ لگائیے! وہ قوم اپنی آبادی کو بڑھانے پر کتنی حریص ہوگی جو عورت کو اس حمل کے ساقط کرنے سے بھی زبردستی روکنا چاہتی ہو، جس حمل کے بوجھ کو اٹھانے پر وہ زبردستی یعنی جبری زنا کے نتیجے میں مجبور ہوئی..... اور عجیب بات یہ ہے کہ BBC کے اسی صفحے پر اسی خبر کے ساتھ یہ دو خبریں اور بھی چمک رہی تھیں، جن میں سے ایک کا عنوان تھا کہ ''حکومتِ سندھ کا فیصلہ''.....کم بچے زیادہ مراعات''.....اور دوسری خبر تھی:..... ''حکومتِ پاکستان کی طرف سے فیملی پلاننگ مہم، علماء کی شرکت''.....اس عنوان کے تحت جو تفصیلی خبر شائع ہوئی اس ایک جملہ نقل کر رہا ہوں:

''پاکستانی حکومت نے ملک بھر میں خاندانی منصوبہ بندی کی خاطر تمام مکاتبِ فکر کے تیرہ ہزار پیش اماموں کی خدمات حاصل کر لیں۔''

اس خبر کے ساتھ امریکا کے بارے میں جو خبر شائع ہوئی وہ من وعن ملاحظہ ہو:

امریکی ریاست: اسقاطِ حمل ممنوع

''امریکی ریاست جنوبی ڈیکوٹا میں ایسا قانون نافذ کیا گیا ہے جس کے تحت حمل گرانا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

حمل کو ممنوع بنانے والے اس قانون پر گورنر مائیک راؤنڈ نے دستخط کر کے اسے نافذ العمل بنا دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قانون کا مقصد سپریم کورٹ پر دباؤ ڈالنا ہے تاکہ وہ اپنی پہلے کی رولنگ پر نظر ثانی کرے۔

اسقاطِ حمل کا یہ قانون یکم جولائی سے نافذ العمل ہوگا، لیکن غالب امکان یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس وقت تک وفاقی جج اسے معطل کر دیں گے۔

جنوبی ڈیکوٹا میں پیر کو منظور ہونے والے اس قانون کے تحت حمل کو ساقط کرنے کے عمل کو قانوناً جرم قرار دے دیا گیا ہے، اس کے بعد اسقاطِ حمل کی تقریباً مکمل ممانعت ہوگئی ہے۔

قانون کے تحت اب جبری آبروریزی اور محرم کے ساتھ جنسی عمل کی وجہ سے بھی حمل گرانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

قانون کے مطابق حمل ساقط کرنے والے ڈاکٹر کو پانچ سال قید کی سزا دی جائے گی۔

تاہم بعض صورتوں میں حمل گرانے کی اجازت ہوگی، مثلاً اگر حاملہ کی زندگی خطرے میں ہو تو اسے بچانے کے لئے اس کی اجازت رکھی گئی ہے۔

اس قانون کے حامی کہتے ہیں کہ یہ سپریم کورٹ کے ۱۹۷۳ء والے اس فیصلے سے ٹکر لینے کیلئے منظور کیا گیا ہے جس میں عورتوں کے اسقاطِ حمل کے حق کو تسلیم کیا گیا تھا۔''

www.bbcurdu.com

PST 08:48 GMT 03:48, 2006, March, 07, Tuesday

الغرض یہ قوم جب مختلف طریقوں سے لالچ دے کر اپنی قوم کو بچوں کی شرح پیدائش میں اضافے پر ابھارنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تو انہوں نے اپنی قوت کا سارا زور مسلمانوں اور ایشیا کے خصوصاً غریب ملکوں کی طرف پھیر دیا اور اب اہلِ مغرب مسلمانوں کے ''خیر خواہ'' بن کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش میں لاکھوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں اور بار بار یہ باور کروا رہے ہیں کہ:

'' مسلمانو! یہ زمینی حقائق ہیں کہ بچوں کی کثرت جہالت اور غربت کا سبب ہے، تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ تعلیم کہ زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ بروزِ محشر میں تمہاری کثرت پر فخر کروں..... تمہارے نبی کا یوں ترغیب دینا کہ بچے جننے والی عورت اس حسن و جمال والی عورت سے بدرجہا بہتر ہے جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور اس بارے میں تمہارے نبی کا ایک ایسی عورت جو مال و منصب کے ساتھ حسن و جمال والی بھی تھی، اس عورت سے محض اس کے بانجھ ہونے کے باعث صحابی کی اس کی طرف بھرپور رغبت ہونے کے باوجود اس سے نکاح سے روکنا اور اس بارے میں پیغمبر کا اتنا حساس ہونا کہ تین مرتبہ اجازت مانگنے پر بھی ان صحابی کو اس سے نکاح کی اجازت نہ دینا اور کثیر الولادۃ عورت سے نکاح پر برانگیختہ کرتے ہوئے تم میں اولاد کی کثرت کا غیر معمولی شوق بھڑکا دینا..... تمہارے نبی کے ساتھیوں کا صرف اولاد کی کثرت کے لئے کثرت سے نکاح کرنا..... تمہاری کتاب کا یہ وعدہ کہ تقویٰ اختیار کرو گے تو میں کثرت سے بیٹے دوں گا اور تمہاری آبادی کو {اُکثر نفیرا} کہہ کر سب سے زیادہ کردوں گا ..... تمہاری کتاب کا تمہاری بیویوں کو

حرث (کھیتی) سے تعبیر کر کے تمہیں (پیداواریعنی) اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرنا،..... یہ سب باتیں پہاڑوں اور پتھروں اور سائنس، ٹیکنالوجی اور ترقی سے عاری دور کے لئے تھیں.....آج زمینی حقائق کہہ رہے ہیں کہ اولاد کی کثرت جہالت، غربت اور ترقی میں رکاوٹ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے..... مشاہدہ ہو رہا ہے کہ کم بچوں والا زیادہ بچوں والے کی نسبت پرسکون زندگی گزار رہا ہے اور جس کے سرے سے اولاد ہی نہیں، اسے تو دنیا میں کسی قسم کی فکر اور پریشانی کے لاحق ہونے کا دور دور تک امکان ہی نہیں۔

یہ دور چودہ سو سال پہلے والے دور کی طرح پتھروں اور پہاڑوں کا زمانہ نہیں، ٹیکنالوجی اور تعلیم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور بڑھ چڑھ کر ترقی کی دوڑ میں حصہ لینے کا زمانہ ہے، آج کا بچہ پتھروں کے زمانے کی طرح صرف دو وقت کی روٹی اور لباس کے لئے ایک گھسی پھٹی چادر کا محتاج ہی نہیں۔

آج کے بچے کو اگر ''مناسب'' وقفوں کے ساتھ ''مناسب'' ٹیکے نہ لگے.....ان کی ''نامناسب'' بیماریوں کے علاج کیلئے جیب میں ''مناسب'' پیسے نہ ہوئے.....اگر ان بچوں کو ''مناسب'' فیسوں والے ''مناسب'' اسکولوں میں ''مناسب'' تعلیم نہ ملی، تو یہ قوم کے دیگر ''مناسب'' افراد کے شانہ بشانہ چل کر ''مناسب'' لوگوں کی فہرست میں ہرگز داخل نہ ہوسکیں گے، جس کے باعث ان انتہائی ''نامناسب'' بچوں کو نہ صرف یہ کہ قوم کے دوسرے ''مناسب'' افراد سے ''مناسبت'' نہ ہو سکے گی بلکہ یہ دوسرے تعلیم یافتہ ''مناسب'' افراد کو دیکھ دیکھ کر شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو کر ترقی کی دوڑ میں قوم کے دیگر ''مناسب'' افراد سے انتہائی پیچھے رہ جائیں گے۔''

پھر فطرت (Nature) سے باغی ان اقوام نے اس پروپیگنڈے کو کامیاب کرانے کے لئے یہ بھی بتایا کہ اگر ان بچوں کی تعداد کم کرنے کے لئے والدین نے بچوں کی پیدائش میں نامناسب حد تک ''مناسب'' وقفہ نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ بچوں کی ماں کی صحت بلکہ زندگی کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا بلکہ اس قوم کے لوگ اولاد کی کثرت کے باعث غربت بڑھنے سے خوراک کے حصول کے لئے ایک دوسرے کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگیں گے اور ''مناسب'' تعلیم تو درکنار کسی کو ''مناسب'' خوراک بھی باآسانی میسر نہ ہو سکے گی۔

کچھ عرصہ قبل حکومت کی طرف سے منظور شدہ ''منصوبہ بندی اور اسلام'' کے نام سے ایک کتاب بندہ کی نظر سے گزری جس میں بڑے شدومد سے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ اگر بچوں کی شرح پیدائش پر کنٹرول نہ کیا گیا تو کچھ عرصے کے بعد لوگ غربت اور بھوک کے مارے ایک دوسرے کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگیں گے اور کتاب کے مصنف نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ جس خالق نے اپنی کتاب میں ہر جاندار کی روزی کے انتظام کا خود کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے، اس نے محض اس ذمہ

داری کا زبانی دعویٰ ہی نہیں کیا، بلکہ بچے کی پیدائش سے قبل ہی اپنے دستِ قدرت سے ماں کی چھاتیوں میں دودھ پیدا کر کے عقل کے اندھوں اور خدا پر اعتماد اور توکل سے عاری لوگوں کیلئے اس دعوے کو عملاً ثابت بھی کر کے دکھایا ہے۔

اہلِ مغرب کی اس ''خیر خواہی'' پر مشتمل نعرے کا سب سے زیادہ اور پہلا اثر مسلمانوں کے ان ''خیر خواہ'' حکمرانوں پر ہوا، جو کبھی بھی اور کسی بھی شعبے میں مسلمانوں اور ملک کے ''خیر خواہ'' ثابت نہ ہوئے، جن کی غلامانہ سوچ نے انہیں کبھی اس کی اجازت ہی نہ دی کہ مغرب کی طرف سے پیش کردہ نظریات کے بارے میں کبھی سنجیدگی سے غور بھی کر لیں کہ اہلِ مغرب کے اپنے ملکوں میں اس ''تجربے'' کے کیا بھیانک نتائج نکلے؟ مگر ملک کے ان ''خیر خواہ'' اور مغرب زدہ حکام کے دلوں میں مسلمانوں کو ''تباہی و بربادی'' سے بچانے کا ''خیر خواہانہ'' جذبہ اتنی تیزی سے پھوٹنے اور جوش مارنے لگا کہ حکومت نے بھی مغرب کے اس فلسفے کو کامیاب کرانے کی خاطر مدعی سست اور گواہ چست کا مظاہرہ کرتے ہوئے مغرب سے وفاداری کا حق ادا کر دیا۔

غربت کے خوف سے کم بچوں والا فلسفہ مالداروں میں زیادہ کامیاب ہوا

طرفہ تماشا یہ کہ تعلیم و تربیت کے خرچوں کے خوف سے بچوں کی تعداد میں کمی والا فلسفہ، سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ان ہی بے انتہاء مالدار اور دولت مند لوگوں میں کامیاب ہوا جن کے پاس بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بے تحاشا مال و دولت کی کمی نہ تھی۔

بندہ کی جان پہچان والے ایک صاحب نے اپنے کسی کروڑ پتی دوست سے جو کئی فیکٹریوں کے تنہا مالک ہیں، کے بارے میں بتایا کہ شادی کئی سال گزرنے کے باوجود ان سیٹھ صاحب کا صرف ایک ہی بیٹا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ ایک بیٹے کی ولادت کے بعد ہی ولادت کا سلسلہ یہ سوچ کر بند کروا دیا کہ جب مجھے اپنی جائیداد کا وارث مل گیا تو اب مزید بچے پیدا کرنے کی کیا ضرورت؟

ہزار ہزار گز کے بنگلوں میں رہنے والے آپ کو ایسے بہت سے والدین بھی نظر آئیں گے جنہوں نے ''غربت'' اور ''تعلیم و تربیت'' میں کمی کے خوف سے دو تین بچوں کے بعد ہی ولادت کا سلسلہ بند کروا دیا اور پھر ساری عمر ان دو تین بچوں کے لاڈ پیار میں لگے رہے، پھر یہ اعتدال سے بڑھا ہوا لاڈ پیار (جس پر ان کے والدین بچوں کی تعداد میں کمی کے باعث کسی حد تک مجبور تھے) ان بچوں کو عموماً جفاکشی و ایثار جیسے محمود اوصاف سے محروم کر ڈالتا ہے اور اعتدال سے متجاوز یہ لاڈ پیار ان بچوں میں خود غرضی اور بزدلی جیسے اوصافِ رذیلہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، نتیجتاً عمر کے آخری حصے میں اتنے بڑے بنگلوں میں رہنے والے ایسے کفایت شعار بوڑھے والدین بڑھاپے میں اکیلے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہوتے ہیں اور ان کے دو بچوں میں سے ''ایک'' امریکا اور ''دوسرا'' برطانیہ میں رہائش اختیار کر کے وہاں سے اپنے والدین کے لئے خرچہ بھیجتے ہوئے اپنے وفادار ہونے کے ''ٹھوس شواہد'' فراہم کر رہا ہوتا ہے، إلا ماشاء اللہ۔

آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ عموماً ملک میں جو جتنا بڑا مالدار ہوگا عام طور پر سب سے زیادہ ''مناسب'' وقفہ بھی اسی کے دو بچوں کے ہاں ہوگا، حالانکہ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات جن کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، مالداروں کی طرح غریب لوگ

بھی دیکھتے اور سنتے ہیں، بلکہ غریب آبادیوں میں حکومت کی طرف سے متعین کردہ خواتین باقاعدہ گھروں میں گشت کرتی پھر رہی ہیں اور جس عورت کے ہاں دوسرے سے تیسرا بچہ ہوجائے، اسے مختلف قسم کے سوالات کرکے باقاعدہ تنگ کرتی ہیں اور ندامت اور شرمندگی کا احساس دلاتی ہیں۔

مغرب کا یہ پروپیگنڈہ اتنا زوردار ہے کہ اہل علم کی بھی ایک کثیر تعداد لاشعوری طور پر اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئی ہے، آج بہت سے اہل علم بھی بچوں کی تربیت کے پیش نظر ''بچے کم ہی اچھے'' کے فلسفے کو اچھا سمجھتے ہوئے اس بارے میں فقہ کی بعض ایسی عبارتیں پیش کررہے ہیں کہ جن عبارتوں کی طرف آج سے پہلے کسی نے خصوصی توجہ نہ دی اور نہ ہی ان پر عمل کی خاطر غور وفکر کی طرف کوئی خصوصی توجہ دے کر اس پر باقاعدہ عمل کو لائق اعتبار سمجھا گیا۔

فی الحال صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اولاد کی کثرت کی طرف وہ فطری رغبت جو ایک نارمل مرد کو جلد اور متعدد نکاحوں پر برانگیختہ کرسکتی تھی، اس فطری رغبت کو مصنوعی طریقے سے شور مچا مچا کر ختم کردیا گیا، جس کے باعث لازمی طور پر نکاح کی طرف وہ رغبت ختم ہوگئی جو کسی بھی قوم میں خاندانی نظام کو تباہی وبربادی سے بچانے کے لئے من حیث القوم مطلوب ہے اور مزید بہتر نتائج کی خاطر جس طلب میں مزید اضافے کے لئے شریعت نے پہلے نکاح کی جلد ترغیب کے ساتھ اسے سنتِ مؤکدہ قرار دیا اور پھر متعدد شادیوں کو محض پسندیدہ، مستحسن اور سنت قرار دینا ہی کافی سمجھا، کیونکہ اولاد کی کثرت والی اس فطری رغبت کے ہوتے ہوئے اس معاملے کو فرض قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

پہلے لوگ اس لئے جلد نکاح اور زیادہ شادیاں کرتے تھے کہ اولاد بھی زیادہ ہو اور ان کی پیدائش کا سلسلہ بھی جلد شروع ہوتا کہ ہماری جوانی ہی میں ہمارے سامنے ہماری اولادیں جوان ہوکر ہمارے مختلف کاموں میں ہمارا سہارا بنیں..... ایسا نہ ہو کہ بڑھاپے کی وہ عمر جس میں جب خود اولاد کے ہاتھوں پالے جانے کے محتاج ہوں، اولاد کی نگہداشت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا رہے ہوں..... جبکہ آج لوگ اس لئے نکاح ثانی سے اجتناب کرتے ہیں کہ کہیں مزید اولاد نہ ہوجائے۔

نکاح سے وابستہ دوسری منفعت..... مردوں کی عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی رغبت

فطری عوامل میں دوسری اہم اور فطری شیء جو مردوں کو عورتوں سے نکاح کی کثرت کی طرف بغیر کسی ترغیب کے ہی برانگیختہ کرتی تھی اور اس فطری عامل کے باعث شریعت نے متعدد شادیوں کو محض مستحب اور پسندیدہ قرار دینا ہی کافی سمجھا، اس رغبت کے ہوتے ہوئے کوئی خاص معیار متعین کرکے زیادہ شادیاں فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی، بلکہ مستحب قرار دینے کی بھی ضرورت نہ تھی، محض مباح اور حلال قرار دینا کافی تھا، چنانچہ وہ فطری عامل مردوں کا عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی میلان اور محبت ہے۔

قال الله تعالٰی{زين للناس حب الشهوٰت من النساء والبنين والقناطير القنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والأنعام والحرث... الأية۔

(آل عمران)

ترجمہ: خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت، یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور زراعت.....الآیہ (بیان القرآن)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بڑی بڑی مرغوب اشیاء کا ذکر کیا ہے کہ جن کی طرف غیر معمولی رغبت کے باعث ہر دور کا انسان ان اشیاء میں سے ہر شیٔ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہا ہے۔

خالقِ کائنات جو مرد کا خالق اور اس کی طبیعت اور فطرت سے پوری طرح آگاہ ہے، اس خالق اور حکیم نے مرد کی طبیعت کی رعایت کرتے ہوئے مرغوب اشیاء کے ذکر میں سب سے پہلے عورت کا ذکر فرمایا، اس طرز میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام تر اشیاء میں مرد کے لئے عورت کو سب سے زیادہ پرکشش اور محبوب بنایا ہے۔

مردوں کی عورتوں کی طرف غیر معمولی رغبت اور جنسی میلان ہی تو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ماترکت بعدی فتنة أضر علی الرجال من النساء۔" (بخاری)

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ فتنہ کی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''

دنیا میں سب سے پہلا قتل ایک عورت کے حصول کے لئے ہوا تھا اور فرشتوں کا تخلیقِ آدم علیہ السلام پر {ویسفک الدماء} (یہ خون بہائے گا) والے اشکال کا سب سے پہلا عملی مظاہرہ اس وقت ہوا جب ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ایک عورت کی محبت میں اسے حاصل کرنے کی خاطر اپنے معصوم بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا۔

پھر جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد میں عورت کی نسبت کئی گنا زائد جنسی قوت و رغبت رکھی ہے جس کی وجہ سے عام حالات میں ایک عورت ایک نارمل صحت والے مرد کی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی ہی نہیں۔

عورت کی طرف مرد کے اس فطری میلان اور جنسی رغبت کو بعض قوموں نے مثلاً عیسائیوں نے دین میں اپنے مزاج کی دخل اندازی کرتے ہوئے ایک حیوانی فعل کا نام دیا اور یوں اس فطری رغبت سے اٹھنے والے جذبات کے کچلنے کو باعثِ ثواب بتایا، مگر اسلام (جو دین فطرت ہے) نے نہ صرف (ایک مہذب طریقے سے) اس خواہش کو پورا کرنے کی اجازت دی بلکہ اس عمل پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں مثلاً میاں بیوی کی محبت میں اضافہ، ہر دو کی صحت میں اضافہ، اولاد کی تکثیر، زنا کی تقلیل وغیرہ جیسے عمدہ نتائج کے باعث اس خواہش کی تکمیل کو باعثِ اجر قرار دیا اور یہ واضح کر دیا کہ جیسے بھوک اور پیاس کا لگنا اور اسے ختم کرنے کے لئے روٹی اور پانی کی خواہش پیدا ہونا ایک فطری خواہش اور صحت مند شخص کے لئے انتہائی ضروری ہے، اسی طرح ہر صحت مند اور سلیم الفطرت مرد عورت میں جنسی قوت و خواہش اور اس بناء پر ایک دوسرے کی طرف میلان بھی انتہائی ضروری ہے۔

مگر جیسے بھوک کی خواہش مٹانے کے لئے روٹی کی طلب میں کسی کی جیب کاٹنا جائز نہیں، اسی طرح مرد کو اپنی مرغوب ترین شیٔ کے حصول کے لئے زنا یا کوئی اور غیر فطری طریقہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ عورت کے حقوق کے تحفظ کی

خاطر مرد کو اس طرح اس خواہش کی تکمیل کی اجازت دی گئی کہ اس پر عمل کی صورت میں مرد ساری عمر اس عورت کے لباس، پوشاک ورہائش وخوراک کے بندوبست کا ذمہ دار ٹھہرتا ہو۔

الغرض اسلام دینِ فطرت نے جائز طریقے سے جنسی خواہش اور مرد کے لئے اس کی مرغوب ترین شیء (عورت) کے حصول کی کوشش کو نا صرف جائز بتایا، بلکہ جائز طریقے سے اس خواہش کی تکمیل کی مختلف طریقوں سے ترغیب دی۔

اسلام حلال طرح سے جنسی خواہش کی تکمیل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لن یر للمتحابین مثل النکاح۔" (سنن ابن ماجه:۱/۵۹۳، وفی مصباح الزجاجه: هذا إسناد صحیح، رجاله ثقات)

ترجمہ: "دو محبت کرنے والے (مرد وعورت میں) نکاح سے بہتر ہرگز کوئی دوسری شیء نہیں۔"

یعنی کسی مرد کو کسی عورت سے عشق ہو جائے (تو اگر نکاح میں کوئی اور مفسدہ نہ ہو) تو ان دونوں کو معاشقہ اور اس فطری میلان کو کسی بھی طرح سے کچلنے کے بجائے اس خواہش کی تکمیل کے لئے ان کے درمیان نکاح کو سب سے بہترین چیز قرار دیا گیا، چنانچہ اس حدیث کی روشنی میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ عشق کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ معشوقہ سے شادی کر لی جائے۔

سببه أخرج أبو علی... عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنه قال جاء رجل إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله عندنا یتیمة قد خطبها رجلان موسر ومعسر وهی تهوی المعسر ونحن نهوی الموسر، فقال رسول الله علیه وسلم: لم یر للمتحابین مثل النکاح۔ (کذا فی البیان والتعرف:۲/۱۶۶)

قال الطیبی تحت: "لم یر" هو من الخطاب العامی ومفعوله الأول محذوف، أی لم تر أیها السامع ماتزید به المحبة مثل النکاح... أی إذا نظر رجل لأجنبیة وأخذت بمجامع قلبه فنکاحها یورثه مزید المحبة، کذا ذکره الطیبی وأفصح منه قول بعض الأکابر: المراد: أن أعظم الأدویة اللتی یعالج بها العشق، النکاح فهو علاجه۔

اسی طرح قرآنِ کریم نے اس (مطلقہ یا) بیوہ عورت کو جو عدت کے بعد سابق شوہر یا کسی اور مرد سے اس کی طرف رغبت کی بناء پر نکاح کرنا چاہتی ہو، اس عورت کے اولیاء کو ان دونوں کے درمیان نکاح میں رکاوٹ بننے سے منع کیا ہے، ارشادِ باری تعالٰی ہے:

{فبلغن اجلھنّ فلا تعضلو ھن أن ینکحن أزواجھن . . .}الآیۃ۔(البقرۃ)

ترجمہ: ''پس جب وہ (عورتیں) اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں نہ روکو اس بات سے کہ وہ نکاح کریں اپنے (متوقع) شوہروں سے۔''

اور چونکہ مرد میں یہ جنسی قوت ورغبت عورت کی نسبت کئی گنا زائد ہے، اس لئے یہ بہت ظلم ہوتا ہے کہ جس طرح عورت کو صرف ایک مرد پر اکتفاء کی اجازت دی گئی، اس کے مقابلے میں اس کے شوہر (مرد) کو بھی اس معاملے میں اپنی بیوی کے مساوی اور ''اپنی بیوی جیسا'' قرار دیا جاتا اور یوں اسے اس کی مرغوب ترین شے میں انتہائی قناعت سے کام لینے پر مجبور کرتے ہوئے ساری عمر ایک ہی عورت پر گزارا کرنے کی اجازت ہوتی، ایسے مرد کی مثال تو ایسی ہوتی کہ جسے بھوک تو زیادہ روٹیوں کی لگتی ہے مگر اس کے سامنے طباق میں صرف ایک روٹی پیش کی جاتی ہے، تو ہر وقت شدید خطرہ ہے کہ یا تو اسے کمزوری کے باعث بھوک لگنا ہی ختم ہو جائے گی یا کسی دن مسلسل بھوک باقی رہ جانے کے باعث تنگ آ کر دوسروں کی روٹیاں بھی چرانا شروع کر دے یا پھر کسی دن جوش میں روٹیوں کے ساتھ طباق بھی کھا جائے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مرد میں عورتوں کی نسبت زائد جنسی قوت ورغبت رکھ کر اس کی تسکین کے لئے بیک وقت متعدد بیویاں رکھنے کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ مختلف عنوانات سے ترغیب دی تاکہ ایک مرد کے ذریعے زیادہ سے زیادہ عورتوں کی نکاح والی ضرورت پوری ہو اور اس طرح سے زیادہ سے زیادہ عورتوں کی فطری وجنسی خواہش کی تکمیل کا انتظام ہو اور کوئی بھی عورت کسی مناسب مرد سے نکاح کے بغیر زندگی گذارنے پر مجبور نہ ہو اور انہیں حاکم کی صورت میں ایک غیرت مند، حد درجہ محبت کرنے والا، ان عورتوں کو خیراتی اداروں کا محتاج ہونے اور والدین پر بوجھ بننے سے بچانے والا مرد میسر ہو، جو انہیں ساری عمر کما کما کر عزت سے کھلانے اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی جسمانی اور روحانی تربیت کرنے کا ذمہ دار بھی ہو اور ایک ''اچھے'' مرد پر ایک ہی عورت قبضہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مختلف حکمتوں کے حصول کی خاطر نہ صرف مرد کے لئے عورت کا حصول بہت آسان بنایا بلکہ متعدد عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی خاطر حلال کی جانے والی عورتوں میں بہت زیادہ عموم بھی رکھا۔

چنانچہ وہ عورتیں کہ جن سے نکاح حرام ہے، مثلاً ماں، بیٹی، بہن، خالہ وغیرہ ان کا ذکر کرنے کے بعد باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وأحل لکم مّا وراء ذلکم أن تبتغوا بأموالکم}(سورۃ النساء)

ترجمہ: حلال کر دی گئی ہیں ان کے علاوہ تمام عورتیں اس طور پر کہ تم (انہیں نکاح کے لئے) تلاش کرو اپنے مال (یعنی مہر) کے ذریعے۔

اہل علم کی خدمت میں کچھ علمی نکات

اس آیتِ مبارکہ میں:

①..... ''مَنْ'' اسم موصول جو ذی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کے بجائے لفظِ ''ما'' کا استعمال فرمایا جو کہ اکثر غیر ذوی العقول (بے جاں وحیوانات وغیرہ) کے لئے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ یہاں بھی لفظِ ''ما'' حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ کے لئے ہے تاکہ تمام اوصاف کی عورتیں اس میں داخل ہو جائیں اور ''محترز عنہ'' یعنی وہ محارم عورتیں کہ جن سے نکاح حرام ہے تو نکاح کی حرمت ان مذکورہ محارم عورتوں تک محدود رہے جن کا اس سے پچھلی آیت میں ذکر ہے۔ (گو کہ دوسری آیات میں بعض دوسری مثلاً مشرک عورت سے نکاح بھی حرام کیا گیا)

②..... ''وراء'' کی اضافت ضمیر کے بجائے اس اشارہ کی طرف کی گئی، اگر ضمیر کی طرف اضافت ہوتی یعنی ''وراء هن'' ہوتا تو معنی ہوتا کہ حلال کردی گئی ہیں ''ان عورتوں'' کے سوا باقی تمام۔

مگر ''هن'' (ان عورتوں) کی بجائے ''ذلکم'' اس اشارہ لایا گیا جو کسی شیء کی طرف ''اشارۂ حسیہ'' مثلاً ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرتے وقت بولا جاتا ہے۔

''ذلکم'' اسم اشارہ سے جس طرف اشارہ کیا جارہا ہے تو اس ''مشار إلیه'' میں ''جمع بین الأختیین'' (یعنی دو بہنوں یا ایسی دو محارم کو نکاح میں جمع کرنا جو اس باب میں بہنوں کے قائم مقام ہوں) بھی داخل ہیں۔

لہٰذا ان عورتوں کے سوا بقیہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حلّت بھی اسی اسم اشارہ کے استثناء {وأحل لکم ما وراء ذلکم} سے ثابت ہورہی ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ ضمیر کے بجائے اسم اشارہ کے ذریعے یعنی گویا ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جن محارم عورتوں کا اس آیت میں ذکر ہوا جو اِس پچھلی آیت میں بالکل تمہارے سامنے ہیں تو بس ''یہ'' (اور ان کے سوا کچھ بقیہ جن کا ذکر دوسرے مقام پر فرمایا) تو بس یہ عورتیں ہیں کہ جن سے نکاح حرام ہے..... ''یہ''..... بالکل تمہارے سامنے۔

پس ایک طرف لفظ ''ما'' کے ذریعے حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ کرنا..... دوسری طرف ضمیر کے بجائے اسمِ اشارہ کے استعمال کے ذریعے مستثنیٰ منہ خواتین کو بالکلیہ محدود کردینا..... فصیح وبلیغ کلام میں کسی ''پُرحکمت'' معنی سے خالی نہیں اور وہ ''پُرحکمت'' معنی یہ ہے کہ جب اُعزا واقارب بغیر کسی شرعی وجہ کے تمہیں نکاح سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور اس بارے میں تم تشویش کا شکار ہوجاؤ تو دیکھ لینا کہ جن سے تم نکاح کرنا چاہ رہے ہو، وہ محارم میں تو نہیں، جو کہ اس پچھلی آیت میں..... ''یہ''..... بالکل تمہارے سامنے ہیں، بس..... ''یہ'' سب ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی..... وغیرہ کے سوا..... {وأحل لکم ما} ..... سب کی سب حلال کردی گئی ہیں، خواہ طلاق یافتہ ہوں یا بیوہ یا کنواری ہوں، اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوکر نکاح کرنا چاہ رہے ہو یا کسی اور مصلحت مثلاً صلہ رحمی یا اولاد وغیرہ کے حصول کے لئے، پہلے سے اس عورت سے محبت کے باعث وہ تمہیں محبوب ہے، اس لئے نکاح کی خواہش ہے یا نفرت کو نکاح کے ذریعہ محبت میں بدلنا چاہتے ہو۔

الغرض ان چند اور ان کے ساتھ بعض دوسری مثلاً مشرک عورتوں کے سوا جتنی عورتیں ہیں، ان میں سے کسی سے بھی نکاح کرنے یا بیک وقت متعدد کو نکاح میں جمع کرنے کے لئے گھبرانے اور اس گھبراہٹ کے باعث ہانپنے اور کانپنے کی بالکل ضرورت نہیں، مختلف مصلحتوں والی سب کی سب عورتیں تمہارے رب اور مالک کی طرف سے تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں، اس طور پر {أن تبتغوا بأموالكم . . .} کہ ان میں سے (جس کو چاہو) نکاح کی خاطر تلاش کرو اپنے مال یعنی (مہر) کے ساتھ۔ (خواہ معجّل ہو یا فی الحال اگر جیب خالی ہے تو عورت یا اس کے اولیاء کی رضا سے مؤجل (یعنی مؤخر) رکھ کر۔

قرآن مہر کے ذکر کے ساتھ مہر کی معافی کا ذکر کیوں کرتا ہے.....؟

اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ جتنے بھی مالی حقوق ہیں تو ان کے بارے میں مسلمہ اصول ہے کہ وہ صاحبِ حق کے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں اور اس میں کمی کرنے سے کم ہو جاتے ہیں، لہٰذا کسی کے مالی کو بیان کرنے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ''اگر صاحب حق معاف کر دے تو مال کی صورت میں واجب ہونے والا حق ساقط ہو جائے گا اور جس پر مال واجب ہوا تھا وہ اس مال کو کھا سکتا ہے۔''

مگر مہر کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دونوں جگہ بیوی کی معافی کی صورت میں شوہر کے لئے اس مہر کے خود کھانے کی اجازت کا صراحۃً ذکر فرمایا، چنانچہ فرمایا:

{ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة}

نیز دوسری جگہ مہر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{فإن طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا}

بیوی کی معافی کی صورت میں میں مہر کو رَج کے کھانے کی اجازت والے حکم کو صراحۃً ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ جو مال یعنی مہر ہم نے تم پر واجب کیا تو مقصد یہ نہیں کہ نکاح کو تمہارے لئے مشکل بنا دیا جائے، نکاح کو تو ہم نے اتنا آسان کر دیا کہ بس کسی مجمع میں عاقلہ بالغہ لڑکی کی اجازت سے اس کا والد یا اس کی طرف سے متعین کردہ کوئی بھی شخص، یا ولی کی اجازت سے وہ لڑکی از خود..... تمہارے ساتھ ایک مرتبہ ایجاب وقبول والے مختصر سے دو جملے کہہ دو تو بس نکاح ہو گیا، یورپ کی طرح عدالتوں کے چکر یا کاغذی کارروائیوں کی بھی ضرورت نہیں، ہندوؤں کی طرح ''جہیز'' کی لعنت، شادی کا کھانا، بَری اور مہندی کی رسموں، نیز آگ کے گرد سات چکر لگانے کی بھی ضرورت نہیں۔

پھر تمہیں اگر کسی ضروری کام سے جانا ہے تو اس کے لئے نکاح کو مؤخر کرنے کی ضرورت نہیں، تم ایک مرتبہ ''قبول ہے'' بولنے کے لئے اپنی جگہ کسی اور مثلاً والد، بھائی یا کسی دوست وغیرہ کو بھی بھیج سکتے ہو، تمہاری طرف سے ''قبول ہے'' تمہارا دوست کہے گا اور عورت تمہارے نکاح میں داخل ہو جائے گی۔

الغرض ہمارا مقصد تو مہر فرض کرنے سے یہ نہیں کہ نکاح تمہارے لئے مشکل بنایا جائے مگر بات یہ ہے کہ اگر مہر بھی نہ ہوتا تو تمہارے دل میں مفت میں ملنے والی بیوی کی قدر نہ ہوتی اور یہ بھی ثابت نہ ہوتا کہ ''طالب'' تم ہو اور عورت ''مطلوب'' ہے

اور طالب مال وغیرہ کی آفر اور لالچ دے کر مطلوب کے نخرے اٹھاتا ہے، نہ کہ مطلوب جہیز دے دے کر اور بزرگوں سے دعائیں کروا کر اور شادی دفتروں میں فارم جمع کروا کے، طالب کو تلاش کرتے ہوئے طالب کے نخرے اٹھاتا ہے۔

لہٰذا ان حکمتوں کے پیشِ نظر کچھ نہ کچھ تمہاری جیب سے نکلنا چاہیے، مگر پھر اس میں یہ آسانی رکھی کہ جیب سے نکلنا بھی لازمی نہیں بلکہ بیوی کی قدر بٹھانے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ بس ایک مرتبہ کچھ نہ کچھ رقم بیوی کے لئے تم پر واجب ضرور ہو، لہٰذا {و لا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة} یعنی ایک مرتبہ مہر طے ہونے کے بعد بیوی دل کی خوشی کے ساتھ اس مہر میں سے بعض حصہ یا بالکل ہی معاف کر دے تو پھر {فکلوه هنیئا مّریئا} اس معاف شدہ مہر کو مزے سے کھاؤ، اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ مہر واجب کر کے بیوی کی قدر و منزلت دل میں بٹھانے والی حکمت اس پر موقوف نہیں کہ تمہاری جیب سے لازماً کچھ نہ کچھ رقم نکلے بھی، بیوی کی معافی کے بعد یہی حکمت بطریق احسن حاصل ہوگئی کہ اس معافی سے بسا اوقات شوہر کے دل میں بیوی کی قدر مزید بڑھ جاتی ہے (کذا فی بیان القرآن) اور اب تمہارے رب کو خواہ مخواہ تمہارا مال خرچ کروا کر تمہارے لئے نکاح کو مشکل بنانے کی کوئی حاجت نہیں، لہٰذا اس مال کو اب {هنیئا مریئا} رَج کر کھاؤ۔

اسلام ولیمے کی ترغیب دے کر ایک اور متعدد شادیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے

ہاں ایک تھوڑا سا خرچہ اور ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دنیا کی تمام تر مرغوبات میں سب سے مرغوب ترین نعمت (عورت) کے حصول کو اتنا آسان بنا کر تمہارے حوالے کر دیا، تو جب بھی تمہیں یہ نعمت ملے خواہ پہلی مرتبہ ملے یا پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری یا تیسری یا چوتھی مرتبہ ملے، تو بڑی ناشکری کی بات ہوگی کہ اتنی مرغوب ترین شیء کے ملنے پر تم خوشی کا اظہار نہ کرو اور یہ بتانے کے لئے کہ میں پہلی، دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کر کے نادم نہیں ہوں، نہ ہی میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے بلکہ اتنا خوش ہوں کہ اس خوشی میں لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنی استطاعت کے بقدر بہترین کھانا نہ کھلاؤں گا ورنہ بڑی ناشکری کی بات ہوگی۔

چنانچہ اتنی مرغوب ترین چیز کے ملنے پر اور رخصتی کے بعد مکمل قبضہ میں آجانے پر اگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے اور اظہارِ نعمت کے طور پر لوگوں کی دعوت کر کے انہیں کھانا نہ کھلایا اور لوگوں کے سامنے اس خوشی کا اظہار نہ کیا تو بڑی ہی ناشکری کی بات ہوگی۔

دولہا نے پہلی یا دوسری شادی کر کے اتنا اچھا کام کیا کہ اس پر لوگوں کی دعوت لازم ہوگئی

چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے دولہا کو اس قسم کی ''سنگین غلطی'' سے بچانے کی خاطر یوں کہلوایا:

''لا بد للعروس من ولیمة۔'' قال الحافظ: وسنده لا بأس به۔

(کذا فی نیل الأوطار: ۶/۳۲۲)

''لابد'' کوئی چارہ نہیں/کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں، دولہا کے لئے ولیمہ سے/ انتہائی ضروری ہے دولہا کے لئے ولیمہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کے بعد بھی دولہا کو ولیمے کی اسی طرح ترغیب ہے، جس طرح پہلی شادی کے لئے ہے، خود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دوسری، تیسری بلکہ گیارہویں شادی پر بھی اظہارِ نعمت وخوشی کی خاطر ولیمے کا خصوصی اہتمام فرمایا، حتیٰ کہ ایک موقع پر آپ نے جہاد سے واپسی کے ایک سفر پر جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گیارہواں نکاح فرمایا تو مشقت وتھکاوٹ والے اس سفر میں بھی ولیمہ کی دعوت کو ترک نہ فرمایا اور کھجور اور ستو سے مسافر صحابہ کو ایک دسترخوان پر جمع فرما کر دعوت فرمائی۔

الغرض اس حالت میں بھی نہ تو ولیمے کی دعوت میں تاخیر فرمائی اور نہ ہی اسے ''قضا'' فرمایا اور ولیمے کا یہ اہتمام اس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے تھا کہ جس کے دل میں عورتوں اور خوشبو کے سوا دنیا کی کسی بھی چیز سے، (جس میں یہ کھانا پینا بطریق اولیٰ داخل ہے) طبعی رغبت بھی نہ تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ''گیارہویں'' شادی پر بھی اظہارِ خوشی کی خاطر بڑے اہتمام سے ولیمہ فرمارہے ہیں اور آج دوسری شادی کا تصور ہی ''دولہا'' کے لیے مشکل کام ہے، اس پر ''شرمندگی'' مٹانے کے لیے علی الاعلان ولیمہ تو دور کی بات ہے۔

قال الإمام الشافعي رحمه الله تعالٰی: ''لم أعلم أن النبي صلى الله عليه وسلم ترك الوليمة علىٰ عرس ولم أعلمه أولم علىٰ غيره وإن النبي صلى الله عليه وسلم أمر عبدالرحمن بن عوف أن يولم ولو بشاة... حتىٰ أولم النبي صلى الله عليه وسلم على صفية؛ لانه كان في سفر، بسويق وتمر۔ (كتاب الأم: ٦/١٨١)

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی نکاح پر ولیمہ ترک فرمایا ہو اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے نکاح کے موقع علاوہ کسی اور موقع پر کبھی طعام کی دعوت فرمائی ہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حکم فرمایا کہ وہ ولیمہ ضرور کریں اگرچہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو..... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور ستو (تک) سے ولیمہ فرمایا کیونکہ آپ اس وقت سفر میں تھے۔''

دولہا کے اس عمل کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کی بھی بہت تاکید فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

إذا دعي أحدكم الوليمة فليأتها۔ (صحيح بخاري، رقم: ٤٨٧٨)

ترجمہ: ''تم میں سے جب کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ اس دعوت کو قبول کرلے۔''

نیز فرمایا:

اجیبو ھذہ الدعوۃ إذا دعیتم لھا۔ (صحیح بخاری، رقم: ۴۸۸۴)

ترجمہ: ''اے لوگو! اس ولیمے کی طرف جب تمہیں بلایا جائے تو اس دعوت کو قبول کرلیا کرو۔''

نیز فرمایا:

شر الطعام طعام الولیمۃ، یدعٰی لھا الأغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح بخاری، رقم: ۴۸۸۲)

ترجمہ: فرمایا کہ ''بدترین کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں صرف مالداروں کو دعوت دی جائے اور غرباء ومساکین کو نہ بلایا جائے اور جس نے ولیمے کی دعوت کو ٹھکرادیا تو تحقیق اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دولہا کے لئے ولیمے کو ضروری قرار دے کر اور لوگوں کو اس دعوت میں شرکت کی تاکید کرتے ہوئے، پہلی کے ساتھ ساتھ دوسری، تیسری اور چوتھی شادی والی سنت پر دولہا کی خود بھی حوصلہ افزائی فرمارہے ہیں اور لوگوں کو بھی حوصلہ افزائی کی ترغیب دے رہے ہیں اور یوں ولیمہ کی تاکید کے ذریعے گویا دولہا کو بتایا جارہا ہے کہ شادی والے اس اقدام کے بعد اظہارِ نعمت وخوشی کی خاطر علی الاعلان کھانے کی دعوت کرکے قوم کو اچھی طرح باور کرادو کہ میں اس پر نادم نہیں..... بلکہ میں نے اتنا اچھا کام کیا ہے کہ اس اچھے کام پر شکرِ نعمت ومسرت کی خاطر لوگوں کو کھانے کھلانے پر گویا مجبور ہو چکا ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا: ''لابد للعروس من ولیمۃ'' کوئی چارہ نہیں، کوئی مفر (بھاگنے کا راستہ) نہیں دولہا کے لئے ولیمہ کرنے سے..... یعنی دولہا نے پہلی، دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کرکے اتنا اچھا کام کیا کہ گویا اس نے لوگوں کی دعوت کرنے والے عمل سے بھاگنے کا اپنے لئے کوئی راستہ چھوڑا ہی نہیں۔

آج کوئی ''مناسب'' فرداً فرداً تو دوسری شادی کرتا ہی نہیں اور اگر کر بھی لے تو علی الاعلان ولیمہ کرکے اپنے اس ''جرم'' پر فوراً ڈھنڈورا پیٹنے کی تو ہرگز ہمت نہ کرے گا، بلکہ اس کی کوشش ہوگی کہ لوگ اس کی اس ''نازیبا'' حرکت پر جتنا دیر سے مطلع ہوں..... اتنا ہی اچھا ہے۔

نکاح کے معاملے میں کسی قوم کا قناعت سے کام لینا اس وقت مباح ہے، جب نکاح کی طرف رغبت کو مصنوعی طریقے سے کم نہ کردیا گیا ہو

الغرض یہ دو حسّی اور واضح منافع یعنی..... ① اولاد کی کثرت اور.....، ② عورتوں کی طرف مردوں کا غیر معمولی میلان اور جنسی رغبت..... یہ دونوں منافع ایسے تھے کہ ان کے حصول کی خاطر نکاح کی طرف مطلوبہ تعداد میں ایک مطلوبہ درجہ تک

طلب پیدا کرنے..... یا پیدا شدہ طلب برقرار رکھنے کے لئے نکاح کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جیسے ہم نے عرض کیا کہ مستحب قرار دینے کی بھی ضرورت نہ تھی، تجارت کی طرح محض مباح اور حلال قرار دینے سے ہی نکاح میں مردوں کی ایک خاص درجہ کی طلب اور پھر اس بنا پر بڑے پیمانے پر متعدد شادیوں والا عمل ممکن تھا.....جس کے باعث از خود خاندانی نظام میں ضروری حد تک توازن قائم تھا، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں محض مباح ہونے کے باوجود بھی لوگ کئی کئی بیویاں رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اسلام نے اس عمل کو مستحب اس لئے قرار دیا کہ عفت و پاکدامنی اور عورتوں کی کفالت اور توالد وتناسل کے حق میں مسلم قوم میں مزید اچھے نتائج برآمد ہوں اور نیز جیسے دنیا کی بقیہ مرغوبات میں رغبت کے باوجود بعض اوقات کم پر گزارا کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے، تو شادیوں کو دنیا کی بقیہ مرغوبات پر قیاس کر کے صوفی مزاج لوگ کہیں اس معاملے میں بھی قناعت پسندی کو ثواب سمجھنا نہ شروع کر دیں۔

مگر یاد رکھیے! جیسے تجارت کے معاملے میں کسی قوم کا بہت زیادہ قناعت سے کام لینا اس وقت حلال ہے جب تجارت کی طرف فطری طلب ورغبت کو کسی مصنوعی طریقے سے ختم نہ کر دیا گیا ہو، اگر ایسا ہو جائے اور اس بناء پر تجارت کی طرف لوگوں کی ضروری طلب میں کیفیت یا کمیت کے کمی ہو جائے تو معیشت کے میدان میں ایسی تباہی و بربادی ہوگی کہ جس کا کچھ تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا، اسی طرح کسی قوم میں متعدد شادیوں والی سنت اور رواج میں بھی اگر غیر معمولی کمی ہو جائے کہ جس کمی سے بچنے کے لئے فطرت نے یہ انتظام کیا کہ مرد کی طبیعت میں اولاد کی کثرت کی رغبت رکھ دی اور عورتوں کو مرد کی نظر میں سب سے زیادہ پُرکشش بنا دیا.....اور ان دونوں باتوں سے فطرت (Nature) کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ عورتوں کے حصول کی کوشش کریں.....تو اگر کسی قوم کے مرد من حیث القوم فطرت کے ان جذبات کی دھجیاں اڑاتے ہوئے اس معاملے میں قناعت سے کام لینا شروع کر دیں تو فطرت ان کے ان غیر فطری جذبات سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتی، بلکہ فطرت عورتیں اسی حساب سے پیدا کرتی چلی جائے گی، جس حساب سے اس نے مردوں کے دل میں عورتوں کی طرف میلان رکھا ہے، کیونکہ فطرت انسانوں کے خود ساختہ نظریات اور غیر فطری جذبات سے قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ نتیجتاً ایسا معاشرہ خاندانہ نظام کی تباہی و بربادی کی طرف اتنی ہی تیزی سے گامزن ہوگا جتنی تیزی سے تجارت سے اجتناب کرنے والی قوم معیشت کی تباہی کی طرف گامزن ہوئی تھی۔

اسلام نے مرد کے دل میں زیادہ شادیوں کی طلب پیدا نہیں کی

یاد رکھئے! اسلام نے مرد کو زیادہ شادیوں کی ترغیب دے کر اس کے دل میں نکاح کی کثرت کی طلب پیدا نہیں کی، بلکہ پہلے سے پیدا شدہ طلب کو جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے بھڑکایا ہے۔ کثرت نکاح کی طلب تو ایک تکوینی اور تخلیقی چیز ہے، جو ہر مرد کے دل میں فطرۃً موجود ہوتی ہے، جس کا مذہب سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں، لہٰذا کثرتِ نکاح کی طرف طلب میں کسی قوم میں من حیث القوم کمی پیدا ہو جانا درحقیقت فطرت (Nature) کے اصولوں میں..... ''انتہائی خطرناک''.....دخل اندازی کے مترادف ہے، کیونکہ فطرت جب ایک کام کا مطالبہ کر رہی ہو اور کوئی قوم، قومی سطح پر اسے ترک کر دے تو نقصان

بھی پھر اجتماعی اور قومی سطح پر نمودار ہوتا ہے۔

اور جیسے تجارت کی طرف ضروری حد تک رغبت میں کمی کے باعث کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کو ملازمتوں سے اور بچے کھچے تاجروں سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں، سوائے ان چند لوگوں کے جو خود اگاؤ اور خود کھاؤ والی پالیسی کی شدید مشقت پر عمل کر کے زندہ بچ رہے ہوں، اسی طرح قوم کے متعدد شادیوں والے رواج میں غیر معمولی کمی کے باعث اجتماعی سطح پر قوم کو ایک شادی والی سنت سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس ایک شادی والے رجحان میں بھی مسلسل اور غیر معمولی طور پر کمی پیدا ہو رہی ہے۔

اور جو بنیاد پرست قسم کے چند فی صد لوگ بچیں گے تو ان کی اولاد اور اولادوں کی اولاد میں ایک کثیر تعداد بھی خاندانی نظام کی اسی تباہی کا شکار ہوگی جس سے بقیہ قوم دوچار ہو رہی ہوگی۔

ایک فرضی قوم کی تباہی کی مثال جس میں دوسری شادی کا عملی رواج نہ ہو

یہ سمجھنے کے لیے ایک بیوی پر اکتفاء والی رسم کے باعث خاندانی نظام میں کیا کچھ تباہیاں پیدا ہوتی ہیں، عورت کی ذات کس طرح ظلم کی بھینٹ چڑھ کر معاشرے میں اپنا مقام کھو دیتی ہے، نیز متعدد شادیوں سے اجتناب کرنے والی قوم کو بتدریج کس طرح اور یقینی طور پر بالآخر بڑے پیمانے پر ایک شادی والی رسم سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں؟

ان تباہ کاریوں کو سمجھنے کے لئے ہم ایک قوم بطورِ مثال فرض کرتے ہیں جس میں مرد و زن کی شرحِ پیدائش برابر تھی اور اس میں متعدد شادیوں والی سنت رائج تھی، جس کے باعث نکاح کی طرف مردوں کی وہ مطلوبہ طلب موجود تھی جس طلب کے باعث خاندانی نظام تباہی سے بچا ہوا تھا اور آبادی کے تناسب میں برابری کے باعث جس مرد کو کسی عورت کا رشتہ میسر نہ ہوتا تو وہ اس کوشش میں رہتا کہ جہاں کوئی عورت بیوہ ہو یا کسی کو طلاق ہو یہ فوراً نکاح کا پیغام بھیج دے، کیونکہ مردوں میں مختلف حوادث کے ذریعے موت کا تناسب خواتین کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

مگر یکا یک کسی وجہ سے.....مثلاً یہ سوچ کر کہ مردوں میں اس زمانے میں بجز ایک آدھ فرد کے باقی سب کے سب میں بیویوں میں عدل کی طاقت ختم ہوگئی ہے.....خرچے بڑھ گئے ہیں وغیرہ وغیرہ، چنانچہ اب اس قوم کے مرد سمجھنے لگے کہ بیویاں زیادہ رکھنا گو کہ مستحب عمل ہے مگر اس زمانے میں کسی بھی وجہ سے مناسب نہیں، اس قسم کی باتوں کے باعث اس قوم کے مردوں میں بروقت اور جلد شادی کا رجحان تو ہے مگر ایک بیوی کی موجودگی میں یہ حضرات دوسری شادی کے محض عقیدے کی حد تک قائل ہیں، عملاً کوئی تیار نہیں، پڑھے لکھے لوگوں سے لے کر جہلاء تک، امراء سے لے کر مساکین تک، الغرض ہر طبقہ اس حرکت کو دنیا کا سب سے فضول ترین کام سمجھتا ہے اور اس سے اجتناب میں ہی عافیت محسوس کرتا ہے، نیز اس قوم کے اہلِ علم کے دل میں شرعی دلائل سے واقفیت کے باعث اس کام کی اہمیت تو ہے مگر اس کام کے اختیار کرنے کو کسی بھی حکمت سے.....''فی الحال''.....مناسب نہیں سمجھتے۔

نیز جس معاشرے کی ہم مثال دے رہے ہیں، اس معاشرے میں جلدی شادی کا رواج بھی ہے اور علماء و صلحاء کی ایک

بڑی جماعت بدنظری اور بے حیائی کے خلاف جدوجہد میں مشغول بھی ہے اور بے حیائی کی حکومتی سطح پر ایسی ترویج واشاعت بھی نہیں ہے جیسی ہمارے معاشرے میں ہے۔

چنانچہ فرض کریں کہ ایک قوم ہے جس کی کل آبادی میں 50 فی صد مرد اور 50 فی صد عورتیں ہیں۔

① مرد جس عورت سے چاہے نکاح کر سکے گا مگر عورت کا معاملہ ایسا نہیں

اب ہوگا یوں کہ 50 فی صد مردوں میں سے ہر شخص شرعاً عقلاً آزاد ہوگا کہ وہ جس عورت کو چاہے اپنے نکاح کے لئے منتخب کرے، کیونکہ عورت (بیوی) مرد کے تابع ہوتی ہے، اور تابع خود سے کسی بھی لحاظ سے کمتر ہو، اس کے ساتھ گذارا ممکن ہے۔

الغرض مرد کو خواہش تو بہتر سے بہتر عورت کے انتخاب کی ہوگی مگر وہ اس بارے میں ایسا مجبور نہ ہوگا کہ اگر بہتر نہ ملے تو سرے سے نکاح ہی نہ کرے۔

یوں مرد کو نکاح کی خاطر عورت کے انتخاب (Selection) میں کوئی خاص دشواری نہ ہوگی۔

البتہ ان پچاس فی صد عورتوں میں سے ہر لڑکی کے ولی (مثلاً والد) کے لئے شرعاً وعقلاً ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ وہ اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجنے والے مردوں میں سے کسی بھی شخص سے اپنی بچی کا نکاح کر دے۔ عقل بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور شریعت نے بھی اس کی بہت ترغیب دی ہے کہ عورت کے نکاح کی خاطر اس کے لئے جس مرد کا انتخاب کیا جائے وہ مرد اس عورت سے برتر و بہتر ہو، ورنہ کم از کم اس کے ہم پلہ یعنی برابر ہونا چاہیے، کیونکہ عورت نے مرد کے تابع اور ماتحت بننا ہوتا ہے، مرد اگر کمتر ہوگا تو عورت تابع نہیں بن سکے گی اور سخت ذلت محسوس کرے گا۔

کم از کم چھ چیزوں میں شوہر بیوی سے برتر یا اس کے برابر ہونا چاہئے

ہم پلہ (جیسے اصطلاح میں ''کفو'' کہا جاتا ہے) کی تشریح میں حضراتِ فقہاء نے عرف اور بعض دوسری چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درجِ ذیل بنیادی اور اہم چیزوں کو ہم پلہ اور برابری (کفاءت) کا معیار قرار دیا ہے، اس کی تشریح میں حضراتِ فقہاء کرام کا کچھ اختلاف ہے مگر کفاءت کی اہمیت پر بہرحال اجماع ہے..... فقہ حنفی میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق وہ اہم چیزیں یہ ہیں: اسلام، دینداری، مال، نسب، پیشہ۔

① اسلام

ایک عورت جو کئی نسلوں سے مسلمان ہے اس کا ہم پلہ وہ نومسلم نہیں جو نیا مسلمان ہوا ہو، یعنی اگرچہ ایک نئے نئے مسلمان ہونے والے شخص کا اسلام شریعت میں اسی طرح معتبر ہے اور اس مسلمان کے بھی وہی حقوق ہیں جو کسی دوسرے مسلمان کے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ عام مسلمانوں سے ہٹ کر کوئی امتیازی سلوک کرنا درست نہیں، مگر ان سب باتوں کے باوجود کیونکہ نومسلم میں عموماً باپ دادا سے کفر کی جو رسوم نقل ہوتی چلی آرہی ہوتی ہیں ان کے اثرات بسا اوقات باقی رہ جاتے ہیں، لہٰذا ایک وہ مسلمان لڑکی جس کے ہاں اسلام خاندانی ہو اور صدیوں سے چلا آرہا ہو تو یہ نومسلم لڑکا نکاح کے حق میں اس لڑکی کا ہم پلہ نہیں، لہٰذا ایسے مرد میں موجود بغیر کسی ''اضافی خصوصیت'' کے کسی ایسی مسلمان لڑکی کو اس کے حوالے کرنا

مناسب نہیں، کیونکہ اس طرح کرنے میں اس لڑکی کی تذلیل وتوہین کا اندیشہ ہے، جس نے اس کی بیوی بن کر ہمیشہ اس کے تابع رہنا ہے، یعنی چونکہ اس بات کا بھی بہت زیادہ امکان ہے کہ اس نومسلم میں اپنے خاندانی اثرات کے باعث کچھ ایسی برائیاں رہ گئی ہوں جن کے باعث اس کا اس مسلمان لڑکی سے نباہ نہ ہوسکے کہ جس کے خاندان میں اسلام باپ دادا سے نقل در نقل ہونے کی وجہ سے راسخ ہو چکا تھا۔

الغرض اس احتمال ہی کے باعث عورت اور اس کے اولیاء کے حقوق کے تحفظ کی خاطر نکاح کے حق میں ایسے نومسلم لڑکے کو ایسی مسلمان عورت کا ہم پلہ اور کفو نہیں قرار دیا گیا، البتہ نومسلم مرد کو کھلی اجازت ہے کہ وہ جس مسلمان عورت سے چاہے نکاح کرے۔ کذافی الهداية وغيرها من كتب الفقه۔

② دیانت

ایک فاسق شخص کے حوالے کسی پرہیز گار اور متقیہ کو ناجائز نہیں، اور ایک فاسق مرد کسی نیک اور پرہیز گار عورت کا کفو (ہم پلہ) نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس میں پرہیز گار عورت کی توہین ہے اور ایک باپردہ، باحیا اور پرہیز گار عورت کسی بے دین، سگریٹ، شراب پینے والے اور ڈاڑھی منڈوانے والے بے نمازی کا تابع اور اس کے بستر کی زینت بننے میں سخت ذلت اور عار محسوس کرے گی، عورت چاہتی ہے کہ اس کا شوہر جس کا اس نے تابع اور ماتحت بننا ہے اور اسے اپنے سر کا تاج بنانا ہے اور پھر اس ''سرتاج'' پر فخر کرنا ہے، تو اس کے سر کا یہ تاج ہر لحاظ سے اس سے بہتر و برتر..... ورنہ کم از کم برابر تو ہو۔ اس کے برعکس دیندار شخص کے لئے بالکل جائز ہے کہ وہ فاسق لڑکی بلکہ یہودی یا عیسائی لڑکی سے شادی کرلے کیونکہ لڑکی نے اس کے تابع بننا ہے، اس کے سر کا تاج نہیں بننا۔

③ مال

بالکل مفلس محتاج شخص جو کسی خاندان میں پہلی رات جتنا مہر دینے کا دستور ہے، غربت ومحتاجی کے باعث اتنا مہر دینے پر بھی قادر نہ ہو، مالدار عورت کا ہم پلہ اور نکاح کے حق میں اس عورت کے جوڑ کا نہیں، لہٰذا جب تک اس غریب میں کوئی اضافی خوبی نہ ہو، ایک مالدار لڑکی کا اس سے نکاح مناسب نہیں۔ اس کے برعکس مالدار شخص کے لئے جائز بلکہ عین مناسب ہے کہ وہ مالی لحاظ سے خود سے کمتر بلکہ مفلس محتاج لڑکی سے شادی کرے۔

④ نسب

وہ خاندان جو عرف میں عالی نسب سمجھے جاتے ہیں، ایسے خاندان کی لڑکی کا وہ شخص کفو (یعنی ہم پلہ) نہیں ہوسکتا جو نسب اور خاندان کے لحاظ سے لڑکے کے خاندان کی نسبت گھٹیا سمجھا جاتا ہو۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزت وذلت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے اور اس لحاظ سے کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر چونکہ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کچھ خاندانوں کے عالی نسب کے باعث ان کے افراد میں آباء واجداد سے ایسے بزرگی اور اخلاقی آثار نقل در نقل ہوتے چلے آتے ہیں جو دوسرے خاندانوں میں نہیں ہوتے، اپنے

خاندانوں میں اِنہی خاندانی شرافت کے آثار منتقل ہونے کے باعث عمومی سطح پر ان کے افراد میں کچھ ایسی صلاحیتیں اور خصوصیتیں ہوتی ہیں جو اِن خاندانوں کو دوسرے خاندانوں سے ممتاز کر دیتی ہیں، گو اِنہیں اچھی قوموں اور خاندانوں میں بعض لوگ ذلیل اور رذیل بھی ہوتے ہیں، اس کے برخلاف بعض خاندان اپنے اندر آباء واجداد سے منتقل ہونے والی نسل در نسل اخلاقی برائیوں کے باعث معاشرے میں ذلیل اور پست سمجھے جاتے ہیں گو کہ ان میں بعض افراد اِن اخلاقی برائیوں سے پاک بھی ہوتے ہیں۔

چنانچہ اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ جو جیسا عمل کرے گا ویسا ہی بدلا پائے گا، خواہ اس کا کسی بھی خاندان سے تعلق ہو، مگر نکاح کے حق میں عورت اور اس کے خاندان کو ذلت سے بچانے کی خاطر شریعت نے عورت اور اس کے اولیاء (باپ، دادا وغیرہ) کو نہ صرف اس کی اجازت دی بلکہ بھرپور ترغیب دی کہ وہ اپنی لڑکی کسی ایسے نسب یا خاندان والے شخص کے حوالے نہ کریں جو تفصیل مذکور کے مطابق پست اور رذیل سمجھا جاتا ہو، ایسا کرنے میں عورت کی بھی حق تلفی ہے کہ عالی نسب وحسب سے تعلق رکھنے کے باعث اس میں جو احساسِ برتری ہوگا وہ اسے کسی ایسے شخص کا تابع بننے اور کسی ایسے شخص کو اپنے سر کا تاج بنانے میں رکاوٹ بنے گا جو خاندانی لحاظ سے پست سمجھا جاتا ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی پست اور گھٹیاں کاموں میں مشہور خاندان کے حوالے اونچے خاندان کی لڑکی نہیں کرنا چاہیے..... البتہ ایسے خاندان میں موجود کسی لڑکے کے علم، تقویٰ یا اس میں موجود اسی جیسی کسی دوسری اضافی خصوصیت کے باعث لڑکی کا باپ اس سے اپنی بچی کے نکاح پر آمادہ ہوجائے تو کچھ حرج نہیں۔

الغرض غیر خاندان میں نکاح ایک الگ چیز ہے اور اخلاقی لحاظ سے پست اور گھٹیا خاندان میں نکاح الگ چیز ہے۔

لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجنے والے لڑکے کے خاندان کی جستجو اور تفتیش ایک ایسا اہم اور ضروری کام سمجھا جاتا ہے کہ عملی طور پر اس کی ضرورت سے کوئی بھی ذی ہوش انکار نہیں کرسکتا۔

آج کے مجدّدین جو فقہاءِ کرام کی طرف سے قرآن وحدیث کی بیان کردہ تشریح پر اعتماد میں عار محسوس کرتے ہیں اور بزعمِ خود مجتہد بنے بیٹھے ہیں اور کفاءت (برابری) کے متعلق فقہاء کی بیان کردہ تفصیلات کو معاذ اللہ، حضراتِ فقہاءِ کرام کی خود ساختہ کارستانیاں قرار دے کر اس بارے میں حضرت فقہاءِ کرام کے بیان کردہ مسائل کو یکسر غلط قرار دیتے ہیں اور ان مسائل پر عمل کو آباد واجداد کی اندھی تقلید ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر جب ایسے لوگ بھی اپنی بچیوں کی شادی کے لئے کسی داماد کے انتخاب کی کوشش کرتے ہیں تو {إن أكرمكم عند الله أتقاكم} والی آیت بار بار دہرانے والے یہی حضرات لڑکے کے خاندان اور حسب ونسب کی تفتیش میں کچھ کم متحرک نظر نہیں آتے۔

الغرض نکاح سے وابستہ مصلحتیں جب پوری طرح اسی وقت حاصل ہوسکتی ہیں کہ جب میاں بیوی آپس میں محبت سے رہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب بیوی شوہر کے تابع اور ماتحت بن کر رہے اور تابع بننے میں عار اور ذلت محسوس نہ کرے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب شوہر حسب ونسب کے اعتبار سے عورت سے اچھا یا کم از کم اس کے ہم پلہ ہو، اسی حکمت کے پیشِ نظر عورت کا نکاح اس سے کمتر حسب ونسب والے شخص سے عام حالات میں مناسب نہیں اور شرعاً اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر

عاقلہ بالغہ کوئی عورت اُولیاء کی اجازت کے بغیر ایسا کرے گی تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔

کفاءت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ کی تنبیہ

محمد بن طلحہ فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے کہ میں باز رکھوں گا اونچے حسب والی عورت کو اس کے ہم پلہ حسب والے کے سوا کسی اور کے ساتھ نکاح سے۔'' (مصنف بن عبدالرزاق: رقم ۱۵۳۳۱)

حضرات فقہاء کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق ایک عجمی لڑکا، عرب لڑکی کا کفو اور ہم پلہ نہیں اور یہ حقیقت بلکہ مشاہدہ ہے کہ عرب عوام میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم زبان اور بقیہ قوموں کی نسبت نسب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہونے کے باعث ''من حیث القوم'' کچھ ایسی خوبیاں آج بھی موجود ہیں جو ہم عجمیوں میں انفرادی طور پر تو نظر آجائیں گی مگر قومی سطح پر ہم میں وہ خوبیاں تقریباً معدوم ہیں، مثلاً متعدد شادیوں والے رواج ہی کو لے لیجئے، اسلام کی یہ امتیازی سنت، چودہ سو سال کے بعد بھی عربوں میں موجود ہے، جہیز کی لعنت اور ساس بہو کی ''قاتلانہ'' لڑائیوں والے ماحول سے بھی عرب معاشرہ عمومی طور پر پاک ہے، بخل اور کنجوسی کا جو ماحول عجمیوں میں ہے، عرب من حیث القوم اس سے بری ہیں، مگر اہلِ عجم ان میں خصوصاً وہ قومیں جن کے آباء واجداد میں سے ایک دو صدی قبل ایک کثیر تعداد ہندوؤں یا سکھوں سے اسلام میں داخل ہوئی تو ان مسلمان ہونے والی قوموں کے آباء واجداد میں صدیوں سے جو کفریہ رسومات راسخ ہو چکی تھیں، ایک دو صدیوں بعد بھی سے اپنے آباء واجداد کی یہ رسومات پوری طرح نہ نکل سکیں۔

الغرض ایک عجمی جس میں کوئی دوسرا امتیازی اور اچھا وصف نہ ہو، عام حالات میں ایک عرب لڑکی کا کفو نہیں اور عرب میں غیر قریشی، قریشی لڑکی کا کفو نہیں، وغیر ذالک۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر پر روانہ ہوئے جس میں تیرہ دوسرے صحابہ کرام بھی تھے، نماز کے وقت آپ سے کہا گیا کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ علم والے اور معمر ہیں لہٰذا آپ نماز پڑھایئے تو جواباً آپ نے فرمایا کہ اے اہلِ عرب! اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم (عجم) پر فضیلت دی ہے، تم ہماری امامت کرتے ہو، ہم تمہارے امام نہیں بنتے، تم ہماری عورتوں سے نکاح کرتے ہو مگر ہم تمہاری عورتوں سے نکاح نہیں کرتے (اور ایک روایت میں یہ زائد الفاظ بھی ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے تم (عرب) کے ذریعے ہم (اہلِ عجم) کو ہدایت دی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ کے سوا کسی اور نے نماز پڑھائی اور (سفر کی نماز میں دو کے بجائے) چار رکعت پڑھا ڈالیں، نماز ختم ہونے پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم (مسافروں) کو چار رکعت سے کیا واسطہ؟ ہمیں چار کا نصف (یعنی دو رکعتیں) کافی تھیں اور ہم سفر میں رخصت پر عمل کرنے کے زیادہ محتاج ہیں۔
(کتاب السنن: رقم ۵۹۳)

⑤ پیشہ میں برابری

ایسا پیشہ جو اگرچہ آمدن کا حلال ذریعہ ہو مگر عرف میں اسے کسی دوسرے پیشے کی نسبت کمتر سمجھا جاتا ہو تو اس کم درجے والے پیشے سے تعلق رکھنے والا مرد اس عورت کا کفو (ہم پلہ) نہیں ہوسکتا، جس کا خاندان کسی اونچے پیشے سے تعلق رکھتا ہو، چنانچہ کسی بریگیڈیئر یا کرنل کی بیٹی کی شادی کسی قصائی سے کردی جائے تو کوئی بھی یہ نہ کہے گا کہ یہ لڑکا لڑکی کے جوڑ اور برابر کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی لڑکی ایسے لڑکے کے ماتحت رہنے میں سخت عار محسوس کرے گی، حالانکہ قصائی کا کام بجائے خود ناجائز نہیں، حصولِ رزق کا ایک حلال ذریعہ ہے۔ اس کے برعکس کسی کرنل یا بریگیڈیئر کے لئے شرعاً اس بات میں کچھ حرج نہیں کہ وہ کسی قصائی کی بیٹی سے شادی کرے۔

اسی طرح مجنون اور پاگل آدمی، سمجھدار اور ذہین عورت کے ہم پلہ اور اس کے برابر کا نہیں، کذا فی کتب الفقه و هذا كله معروف عند أهل الفتيا۔

الغرض مرد تو آزاد ہے کہ وہ خواہ خود سے کمتر لڑکی سے نکاح کرے یا برتر سے، حتیٰ کہ شریعتِ مطہرہ نے مرد کو یہودی، عیسائی عورت سے نکاح کی بھی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عالی نسب اور عالی حسب، دامادِ رسول، خلیفۃ المسلمین نے پہلے سے مسلمان بیویوں کی موجودگی میں مزید ایک عیسائی عورت سے نکاح کیا، سوچئے! حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا ایک عیسائی عورت سے کیا جوڑ ا؟

عن عثمان رضی الله تعالیٰ عنه: أنه نكح ابنة الفرافصة الكلبيّة وهي نصرانية علىٰ نسائه، ثم أسلمت علىٰ يديه۔" (إعلاء السنن: ۱۱/۴۰ بحوالۂ بيهقي)

لڑکیوں کی شادی میں مشکلات کی بنیادی وجہ لڑکیوں کے "نخرے" نہیں

ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ آج کل جو لڑکیوں کی شادیوں میں بہت زیادہ مشکلات درپیش ہیں، اس کی اصل وجہ متعدد شادیوں کے رواج کی کمی نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ لڑکیوں اور اس کے والدین نے داماد کے انتخاب میں بہت زیادہ نخروں سے کام لینا شروع کردیا ہے، لڑکیوں والے اگر نخرے ختم کردیں تو جلدی جلدی شادیاں ہوجایا کریں۔

میں نے کہا: ہرگز نہیں.....، معاملہ اس کے برعکس ہے، حقیقت یہ ہے کہ تعددِ زوجات کی بغاوت کے باعث لڑکے والوں کے نخرے زیادہ ہوگئے ہیں، مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ میں نے ساری عمر ایک ہی لڑکی پر گزارہ کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ اور اس کی ماں، بہنیں اپنے بیٹے کے لئے بہو اور بھائی کے لئے بھابھی کے انتخاب میں کیا کچھ تگ ودو کرتی ہیں اور کس کس طرح قربانی کے جانور کی طرح لڑکیوں کو تلاش کرتی پھرتی ہیں، یہ کسی بھی ہوشمند سے مخفی نہیں، حالانکہ انہیں تو شریعت نے کسی قسم کے بھی نخروں کا مکلف نہیں بنایا تھا، مذہب تک کی قید اٹھادی تھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اگر کسی آزاد عورت سے نکاح کرنے کی

استطاعت نہیں رکھتا تو کسی کی باندی (لونڈی) سے نکاح کرلیا کرے۔ (سورۂ نساء) لونڈی عرب معاشرے میں ایک پست ترین عورت شمار ہوتی تھی، اس کی وہ قدر بھی نہ ہوتی تھی جو ہمارے معاشرے میں گھروں میں کام کرنے والی کسی ماسی یا ملازمہ کی ہوتی ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں عورت کے نخرے ہوتے ہیں، مرد اگر نخرے دکھائے تو ساری زندگی اسے کنوارا بیٹھنا پڑے اور مرد بسا اوقات کسی ملازمہ یا ماسی سے نکاح پر بھی مجبور ہوتا ہے۔ الغرض اسلامی معاشرے میں مرد کو نخروں کا مکلف نہیں بنایا گیا۔

اس کے برعکس لڑکی اور اس کے والدین کے لئے کچھ بنیادی اور ضروری ''نخرے'' تو ایسے ہیں کہ ان ''نخروں'' کا شریعت اور عقل نے باقاعدہ سے انہیں مکلف بنایا ہے، وہ یہ کہ لڑکی کے لئے جو مرد بھی نکاح کا پیغام بھیجے اس کے بارے میں اولاً سرسری طور پر کم از کم اتنا تو دیکھا جائے کہ پیغام بھیجنے والا یہ لڑکا، اسلام، دینداری، حسب ونسب، مال، پیشہ وغیرہ کے لحاظ سے لڑکی سے برتر یا کم از کم اس کے ہم پلہ بھی ہے یا نہیں؟ اور یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ہمارے فقہاءِ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جو ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے برخلاف بلا اجازتِ ولی عاقلہ بالغہ لڑکی کے نکاح کی صحت کے قائل ہیں، یہ حضرات بھی فرماتے ہیں کہ اگر لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح غیرِ کفو میں کیا تو سرے سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

الغرض کچھ ''نخرے'' تو ایسے ہیں جن کا کتبِ فقہ میں صراحۃً ذکر ہے اور ایک ''نخرا'' یہ بھی ہے کہ ایک لڑکی جو عالمہ (ایسی عالمہ جو علم میں پختہ اور عمل میں بھی بہت مضبوط ہے) اس کا کفو ایک غیر عالم اور جاہل نہیں ہوسکتا، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تفصیلاً بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عالم ہر ایک کا کفو ہے اور ہر ایک سے برتر ہے۔

لڑکیوں کو عالمہ بنا کر غیر عالم سے ان کی شادی کرنا

بندہ کے شیخ ومرشد حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ''اس زمانے میں لڑکیوں کو عالمہ بنانے میں ایک بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ ان کے لئے پھر کسی عالم کا رشتہ نہیں ملتا اور ایک عالمہ کے لئے کسی جاہل کے ماتحت بننے میں علم دین کی سخت توہین ہے۔''

لڑکی والوں کے لئے مزید کچھ ''نخروں'' کی اہمیت

الغرض لڑکی والوں کے لئے کچھ ''نخرے'' تو وہ ہیں جن کا شریعت نے انہیں مکلف بنایا ہے اور کچھ ''نخرے'' عرف اور تجارب کے باعث عقلاً ضروری سمجھے جاتے ہیں اور شریعت نے بھی انہیں غلط قرار نہیں دیا، مثلاً ایک لڑکی اگر دنیوی تعلیم کے لحاظ سے بہت پڑھی لکھی مثلاً ڈاکٹر ہے تو آٹھویں پاس لڑکے (جب تک کہ اس میں کوئی دوسری غیر معمولی اضافی خصوصیت نہ ہو) ہرگز اس لڑکی کا شوہر بننے کے لائق نہیں.....، ایک لڑکا اگر بالکل دیہاتی اور دینی ودنیوی تعلیم کے لحاظ سے مکمل کورا ہے تو ایسے لڑکے کی اگر کسی بہت پڑھی لکھی یا اونچے پیشے والے خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کی جائے مثلاً کسی انجینئر کی بیٹی سے شادی ہوجاتی ہے تو ممکن ہے کہ اس دیہاتی گنوار کی تو خوشی میں نیندیں اڑ جائیں مگر نکاح کے بعد یہ لڑکی اس کی بیوی بن کر اس کی خدمت کرنے اور اسے اپنا شوہر اور سرتاج کہہ کر فخر ہرگز نہ کرسکے گی، عورت کو اسی قسم کے ظلم سے بچانے کے لئے شریعت

نے کفاءت کے احکام مقرر کئے۔

بہت بدصورت لڑکا بہت خوبصورت لڑکی کے لیے مناسب نہیں

نیز بہت بدصورت لڑکا بہت خوبصورت لڑکی کے ہرگز لائق نہیں، اور اس کا بہت امکان ہے کہ ایسی شادی میں یہ انتہائی خوبصورت لڑکی اس انتہائی بدصورت لڑکے سے غیر اختیاری طبعی نفرت کے باعث نباہ نہ کر سکے اور اس کا تابع بننے میں عار محسوس کرے۔

شوہر کی بدصورتی کے باعث دورِ نبوت میں خلع کی ایک مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں سب سے پہلے کسی خاتون کو اپنے شوہر سے خلع دلوایا تو وہ ایسی خاتون تھیں جو بہت خوبصورت تھیں مگر ان کے شوہر صورۃً ان کے بالکل مناسب نہ تھے اور یہ اسلام میں سب سے پہلا خلع کا واقعہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا خلع ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ کا ہے، آپ کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، کہنے لگیں:

> ''اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے شوہر ثابت کی دینداری و اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن مجھ میں جو کچھ جمال و خوبصورتی ہے وہ آپ جانتے ہیں اور ثابت صورۃً بالکل اچھے نہیں، میں ان کے ساتھ اکٹھی کبھی بھی نہیں رہ سکتی، وہ رنگ کے لحاظ سے بہت زیادہ سیاہ ہیں، قد کے لحاظ سے بہت زیادہ چھوٹے اور صورت کے لحاظ سے ناپسندیدہ ہیں (اور ایک روایت میں ہے) مجھے ان کے دین و اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں مگر میں اسلام میں کفر (ناشکری) کو ناپسند سمجھتی ہوں (یعنی ان کی شکل وصورت کی وجہ سے جو مجھے ان سے طبعی نفرت ہے، تو یہ نفرت شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا سبب بن کر شوہر کی ناشکری کا ذریعہ بنے گی اور میں اپنے اسلام میں اس قسم کے کفر کو ناپسند سمجھتی ہوں)۔
>
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم وہ باغ (جو ثابت بن قیس نے بطور مہر دیا تھا) لوٹانے پر راضی ہو؟ فرمایا ''ہاں'' بلکہ اگر وہ چاہیں تو اس سے بھی زیادہ دینے کو تیار ہوں، ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر راضی ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنا باغ واپس لے لو اور اپنی زوجہ کو طلاق دے دو۔'' (صحیح بخاری، رقم: ۴۹۷۳)

ایک حدیث میں ایسی عورت کو منافقات میں شمار کیا گیا ہے جو بغیر کسی شرعی عذر کے اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے، مگر اس موقع پر صحابیہ کی بات سن کر آپ نے ان کے شوہر کو بغیر کسی نکیر کے خلع پر آمادہ فرما لیا، اندازہ لگائیے! جب شوہر کی بہت زیادہ بدصورتی کے باعث ایک بہت خوبصورت عورت کے لئے نکاح ہو جانے کے بعد بھی خلع کا مطالبہ تسلیم کیا گیا ہے، تو کسی خوبصورت لڑکی کے والدین کا شکل وصورت کی وجہ سے ابتداء ہی میں کسی رشتہ سے انکار کرنا اور اس بارے میں لڑکی

والوں کا ''نخرے'' کرنا کیونکر ضروری نہ ہوگا!!!

خوبصورت لڑکا بدصورت لڑکی سے شادی کرسکتا ہے

البتہ مرد اس بارے میں بھی آزاد ہے، بسا اوقات اس کے لئے بدصورت عورت میں کوئی اور ایسی مصلحت ہوتی ہے کہ بدصورتی کے باوجود یہ عورت اس مرد کے لئے مناسب اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل ہوتی ہے، جیسے کسی کا مقصد محض اولاد کی طلب ہو، یا کسی خاص خاندان سے رشتہ داری جوڑنا مقصود ہو.....خوبصورتی والی مصلحت مرد دوسری تیسری شادی کرکے بھی حاصل کرسکتا ہے۔

عورت کے اولیاء کے لئے مزید ایک ''نخرا'' یہ بھی کہ اگر کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی اولیاء کی اجازت کے بغیر اتنے کم مہر پر نکاح کرے کہ جتنے مہر کا رواج اس کے خاندان کی عورتوں میں نہیں تو اولیاء کو اس بات پر یہ نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ:

لأن الأولياء يتفاخرون بغلاء المهور۔(الهداية)

یعنی عرف میں لوگ اپنی بچیوں کے زیادہ مہر پر فخر کرتے ہیں، تو اس مہرِ مثل سے کم مہر پر اگر کسی خاندان کی کوئی لڑکی نکاح کرے گی تو اس میں اس کے خاندان کی توہین کا خطرہ ہے، لوگ ایسے خاندان کے بارے میں باتیں بنائیں گے کہ ان کے ہاں عورتوں کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں، چند ٹکوں میں پکڑا دیں، لگتا ہے رشتے ہی نہیں آرہے تھے، بس جس کسی نے تھوڑے سے پیسوں کا لالچ دیا یا لڑکی اس کے حوالے کردی، چنانچہ لڑکی کے خاندان کو اس ذلت سے بچانے کے لئے اس کے ابا دادا کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

مرد نامناسب لڑکی سے با آسانی جان چھڑا سکتا ہے، عورت ایسا نہیں کرسکتی

نکاح کو ختم کرنے کی چابی یعنی ''طلاق'' کا اختیار بھی مرد کو ہے، اگر کسی عورت کے ساتھ گزارا نہ ہو تو مرد اس ''عقد'' کو آسانی سے ختم کرسکتا ہے، اس کے برخلاف عورت نے ساری عمر ایک ہی مرد کے ساتھ زندگی گزارنی ہوتی ہے اور شوہر کو راضی کئے بغیر وہ اس سے آسانی سے جان چھڑا کر کہیں اور نکاح بھی نہیں کرسکتی، تو ان حالات میں شوہر کے انتخاب میں لڑکی اور اس کے اولیاء کا ''نخرے'' کرنا اور بہتر سے بہتر رشتہ تلاش کرنا کسی طرح بھی غلط نہیں۔ مزید یہ کہ ہمارے معاشرے میں جہاں تعددِ ازواج کا رواج نہیں، لڑکی اگر خلع کے ذریعے بالفرض جان چھڑا بھی لے تو پھر کہیں اور نکاح اتنی آسانی سے نکاح نہیں ہوتا، ان حالات میں لڑکی کے اولیاء کے لئے داماد کے انتخاب میں ''نخروں'' کی اہمیت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔

اُلٹا مرد نخرے کرنے لگے ہیں

مگر چار شادیوں کا رواج نہ ہونے کے باعث معاملہ الٹا ہو رہا ہے، مرد ایسے ایسے نخرے کرتے ہیں کہ جن کا شریعت نے لڑکی والوں کو بھی مکلف نہیں بنایا ہے، چنانچہ وہ بنیادی چیزیں، یعنی حسب، نسب، پیشہ اور مالداری وغیرہ جو لڑکی کے باپ

کولڑکے میں دیکھنی چاہئیں، یہ سب چیزیں نہ صرف لڑکا بلکہ اس کے والدین اور بہنیں، الغرض سب کے سب لڑکی میں ان چیزوں کی جستجو کرتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ مزید یہ بھی دیکھا جانے لگا ہے کہ:

① عمر.....، یعنی لڑکی نہ تو لڑکے سے عمر میں بہت زیادہ چھوٹی ہو اور نہ ہی برابر ہو.....اور وہ لڑکی جو لڑکے سے عمر میں زیادہ ہو اسے تو آج کا مرد کسی قیمت پر بھی قبول نہیں کرتا۔ الا ماشاء اللہ

② قد.....، کہ نہ تو زیادہ لمبی ہو اور نہ ہی ٹھگنی۔ سائز میں شوہر سے اتنی چھوٹی ہو کہ جب دونوں کا گروپ فوٹو لیا جائے تو دیکھنے میں یہ جوڑا ''مناسب'' نظر آئے، بے ڈھنگا نہ لگے۔

③ پڑھی لکھی ہو.....، چنانچہ عصری یا دینی تعلیم کی حامل ہو، دینی علوم میں کم از کم عالمہ اور عصری علوم میں ایک متوسط تعلیم والے مرد کیلئے کم از کم انٹر پاس ورنہ MSc یا MA کیا ہوا ہو۔

ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ میرے چچازاد بھائی کی طرف سے میری بہن کے لئے رشتہ آیا اور اس کے والدین نے ہر لحاظ سے بہن کے اس رشتے کو پسند بھی کرلیا مگر بعد میں صرف ایک ''عیب'' کی بنا پر شادی کرنے سے انکار کردیا کہ لڑکی محض میٹرک پاس ہے، ہمیں کم اَز کم انٹر پاس چاہیے۔

④ رنگت، یعنی رنگ کالا نہ ہو، اگر سانولا رنگ ہو تو ممکن ہے کہ کوئی بہت ہی کالا اس سانولی سے نکاح کرلے ورنہ اس زمانے میں کسی گورے کا اس سانولی کو قبول کرلینا بہت مشکل ہے۔

⑤ نہ بہت موٹی ہو، نہ بہت پتلی۔ {لا فارض و لا بکر، مسلمة لا شیة فیها}

⑥ لڑکا اگر اُردو اسپیکنگ ہے تو لڑکی بھی اردو ہی ''سپیکنگ'' ہو، پھر اردو سپیکنگ میں یوپی (U.P) والا لڑکی بھی کوئی یوپی والی یا دہلی والی ہی کی تلاش کرے گا، غیر یوپی والی یا غیر دہلی والی سے بمشکل آمادہ ہوگا، اگر ہو بھی گیا تو لڑکے کی ماں یا بہنیں ٹانگ اَڑا دیں گی، بلکہ بندہ کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ آج کل ان معمولی باتوں کو بنیاد بنا کر لڑکوں کے باپ بھی ٹانگ اَڑانے لگے ہیں۔

⑦ خاندان سے باہر ہو، چنانچہ آج کا شہری لڑکا پھوپھی زاد، خالہ زاد وغیرہ کو ''گھر کی مرغی دال برابر'' کا مصداق سمجھ کر اپنے خاندان کی لڑکی سے نکاح پر بمشکل ہی راضی ہوتا ہے۔ وغیر ذلک۔

مدارس میں علمِ دین حاصل کرنے والے وہ طلبہ جو دیہاتوں سے آئے ہوتے ہیں ان میں بہت سے اپنی دیہی عورتوں کو چھوڑ کر شہر کے مدارس میں پڑھنے والی شہری لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی قوم کی عورتوں کو ''جاہل'' اور ''گنوار'' سمجھ کر ان سے نکاح کو پسند نہیں کرتے۔

آپ اگر مشاہدہ کریں گے تو یہ بات آپ کو بالکل واضح نظر آئے گی کہ آج کا مرد اور اس کی مائیں، بہنیں نکاح کے لئے لڑکی کے انتخاب میں جتنے نخرے کرتے دکھائی دیتے ہیں، لڑکی والے اگر ایسے نخرے شروع کردیں تو جتنی شادیاں منعقد ہوتی نظر آرہی ہیں، یہ بھی نہ ہوں، حقیقت یہ ہے کہ آج کے مرد اور اس کی ماؤں بہنوں کے ''لڑکی'' کے انتخاب میں نخرے اور جستجو وتفتیش کی مثال بالکل بنی اسرائیل کی اس جستجو کی طرح ہے، جو وہ اس گائے کے بارے میں کررہے تھے جس کے ذبح کا انہیں

حکم دیا گیا تھا: {لا فارض و لا بکر، لا ذلول تثیر الأرض و لا تسقی الحرث، مسلمة لا شیة فیها} اس تفصیل کے بعد اب یہ سمجھیں کہ:

اصل مثال کی طرف رجوع

ہم جس قوم کی مثال دے رہے ہیں، ان میں 50 فی صد مردوں میں سے ہر ایک مرد کیلئے ہر ایک عورت سے نکاح شرعاً وعقلاً درست ہوگا اور کسی نہ کسی درجہ میں مناسب ہوگا، مگر ان پچاس فی صد عورتوں میں سے ہر ایک عورت کے حق میں مناسب نہ ہوگا کہ وہ ان مردوں میں سے کسی سے بھی نکاح کر لے۔

اور اب معاملہ مرد وعورت کی شرح پیدائش میں تناسب کے لحاظ سے چونکہ برابر سر ابر ہوگا، اس لئے عورتوں میں سے ہر عورت کے ولی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب ایک اچھا خاصا مشکل کام ہوگا جو خاص اس عورت کا کفو اور ہم پلہ ہو جو عورت نکاح کرنا چاہ رہی ہے، اور اس انتخاب میں عورت کے اولیاء کو ایک اور مزید مشکل اس لئے بھی پیش آئے گی کہ اس قوم کے مردوں کو جب معلوم ہوگا کہ ہم نے ساری عمر ایک ہی بیوی پر گزارا کرنا ہے تو وہ بھی رشتوں کے انتخاب میں ''کم معیار'' پر راضی نہ ہوں گے اور کسی لڑکی کا والد کسی نوجوان کو منتخب کر بھی لے تو عین ممکن ہے کہ وہ نوجوان راضی نہ ہو، کیونکہ وہ بھی کسی اونچے رشتے کی تلاش میں ہوگا، جس کے نتیجے میں لڑکیوں کے اولیاء کے لئے ایسے مردوں کا انتخاب اور زیادہ مشکل ہو جائے گا جو اِن کی بچی سے برتر یا کم از کم ان کے کفو یعنی ہم پلہ ہوں۔

الغرض ان حالات میں مناسب وقت میں ایک محتاط اندازے کے مطابق فرض کریں کہ چالیس فی صد لڑکیوں کی کامیاب (یعنی کفوء میں) شادی ہو جاتی ہے (حالانکہ ایسا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ مرد بھی برتر کی تلاش میں ہوں گے) پانچ فی صد لڑکیاں غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں اور پانچ فی صد رلڑکیاں مناسب رشتہ نہ ملنے کے باعث کنواری بیٹھی رہتی ہیں اور ان کے مقابلے میں پانچ فیصد مرد بھی کنوارے بیٹھے رہتے ہیں۔

عورت کا نکاح کے بغیر زندگی گزارنا، مرد کی نسبت زیادہ مشکل اور زیادہ نقصان دہ ہے

یہ 5 فیصد عورتیں جو کنواری بیٹھی ہوں گی، تو یاد رکھیے! مرد ساری عمر نکاح کے بغیر گزار دے، اس کا تصور تو ممکن ہے، دنیا میں عورت کی نسبت اسے کم نقصان ہوگا، کیونکہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے کما کر کھانے اور کھلانے والا بنایا ہے اور اس کے جسم میں اسی حساب سے قوت وطاقت اور ذہنی سوچ رکھی، لہٰذا عموماً نوجوان بے روزگاری کی وجہ سے نفسیاتی مریض بنتے ہیں، اس کے برعکس عورت کو اللہ تعالیٰ نے شوہر کا تابع بنا کر گھر داری اور اپنے بچوں سے محبت اور ان کی دیکھ بھال والا بنایا اور اس کی جسمانی اور ذہنی سوچ بھی اسی طرح بنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ جس عورت کی ایک مدت تک یہ فطری پیاس نہ بجھ سکے تو بسا اوقات پاگل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور روز وشب اس کا مشاہدہ بھی ہو رہا ہے کہ وہ عورتیں کہ جن کی شادی نہیں ہو پا رہی، نفسیاتی مریض بن رہی ہیں، عمر کے ایک حصے کو پہنچنے کے بعد بہکی بہکی باتیں شروع کر دیتی ہیں۔

عورت کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ونگہداشت اور گھر داری میں خوش رہتی

ہے، سائنس خواہ کتنی ہی ترقی کر لے، فطرت کے اصول نہیں بدلا کرتے، ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کتنی ہی عروج و بلندی کو پہنچ جائے مگر بھوک کو ختم کرنے کے لئے روٹی ہی کھانا پڑے گی اور اسے ہضم کرنے کے بعد بڑے سے بڑے سائنسدان کو بھی بیت الخلاء کا چکر لگانا ہی پڑے گا، روٹی چبانے اور نگلنے کے لئے دانتوں کو اسی طرح گھمانا پڑے گا جس طرح انسان ہزار سال پہلے گھمایا کرتا تھا، پیاس بھی اسی طرح سے لگتی رہے گی، جس طرح ہزاروں سال پہلے پتھروں کے زمانے کے انسان کو لگا کرتی تھی اور پیاس بجھانے کے لئے پانی بھی اسی طرح پینا پڑے گا جس طرح پہلے دور میں پیا جاتا تھا، سائنس نے کتنی ترقی کر لی اور یورپ نے عورتوں کو مردوں کی صفوں میں لا کھڑا کرنے کے لئے پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا، مگر بچہ جننے کے لئے آج بھی عوررت ہی کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اور نہ ہی ولادت کے بعد مرد ان بچوں کو اپنی چھاتیوں سے لگاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کی جسمانی اور ذہنی ساخت ونشوونما کو جس انداز سے اور جس کام کے لئے بنایا، اس میں اپنی عقل کے ذریعے دخل اندازی کرتے ہوئے عورت کو مرد کے شانہ بشانہ لا کھڑا کرنے کی کوشش کرنا، مرد سے زیادہ عورت پر ظلم ہے.....عورت کو جو عزت اور سکون بیوی، ماں اور پھر بڑھاپے میں دادی، نانی کے روپ میں ملتا ہے (جو اس کی فطرت کا متقضٰی ہے) وہ سکون کسی اور روپ میں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا۔

سید الانبیاء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی اسی فطرت کی رعایت کی خاطر بالغ ہوتے ہی اس کے نکاح کی ترغیب دی ہے، مغرب کی عورت مرد کے شانہ بشانہ چلنے اور بچوں کی ماں بننے کے ''طعنے'' سے بچنے کے شوق میں ایسے حالت سے گزرنے پر مجبور ہو چکی ہے کہ آج وہاں کی عورت نہ کسی کی بہن یا بیٹی ہے، نہ کسی کی ماں، بلکہ مغرب کی عورت کسی کی بیوی بھی نہیں، وہاں کی عورت کا مردوں سے بس ایک ''محبوبہ'' والا رشتہ ہے، چنانچہ جب تک مرد کی جنسی ہوس اس کے حسن و جمال کے باعث پوری ہوتی رہے، اس کے اور مرد کے درمیان یہ ''محبوبہ'' والا رشتہ قائم رہتا ہے اور جب ذرا جوانی ڈھلکنا شروع ہو تو مرد اس عورت کو اس ٹشو پیپر کی طرح نظر انداز کر دیتے ہیں جو گندگی صاف کرنے سے پہلے تو بڑا خوشنما اور عمدہ نظر آتا اور عزت واکرام سے رکھا جاتا ہے، مگر گندگی صاف کرنے کے بعد انتہائی حقارت کے ساتھ کچرے کے ڈبے کی نذر کر دیا جاتا ہے، اس کے برعکس ہمارے ہاں عورت ماں کے روپ میں جیسے جیسے بوڑھی ہونا شروع ہوتی ہے، خاندان وگھر بار میں اس کی بزرگی کے باعث اس کی عزت واکرام میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

الغرض فطرت نے عورت کی ذہنی وجسمانی ساخت کو دیکھتے ہوئے اس کے لئے زندگی گزارنے کا جو طریقہ متعین کیا اسی میں اس کی جسمانی وذہنی نشوونما اور آسودگی ہے۔

آج جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ جو عورت بچے جنتی رہتی ہے، اس کا نسوانی حسن اور جوانی بھی تادیر قائم رہتی ہے اور اس کے حسن و جمال میں اس عمل کے بعد اضافہ ہوتا ہے، گو ولادت کے بعد کچھ دن کے لئے کمزوری کے باعث اس حسن و جمال میں وقتی کمی ہوتی ہے مگر بچے کی ولادت کے باعث اور پھر مسلسل دودھ پلانے کے باعث بہت سے ایسے زہریلے مواد اس کے جسم سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ بہت تیزی سے صاف اور شفاف خون پیدا ہوتا رہتا ہے جو عورت کی رنگت.....جلد کی خوبصورتی.....اور اس کے نسوانی حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

خود یورپ کے محققین کی تحقیق کے حوالے سے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے، فی الحال اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے مختصراً اتنی دلیل کافی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت نے جسے جس کام کے لئے پیدا کیا، اس کا اسی کام میں مصروف رہنا اس کی ذہنی وجسمانی نشوونما کے لئے بہتر ہوتا ہے، چنانچہ بھوک کے وقت کھانا کھانا ہی صحت کے لئے مفید ہے، اسی طرح کسی نوجوان کے لئے، جس کے جسم میں بلوغت کے باعث زبردست جنسی قوت پیدا ہو چکی ہو تو اس کے لئے فطری طریقے سے بھوک کی طرح اس خواہش کو پورا کرنا ہی ذہنی وجسمانی لحاظ سے بہتر ہوتا ہے اور روز وشب مشاہدہ ہے کہ شادی کے بعد نوجوانوں کی صحت قابلِ رشک طور پر اچھی ہو جاتی ہے، ان کے چہرے پر رونق، تازگی اور نورانیت وسکون کی کیفیت واضح طور پر نظر آنے لگتی ہے، حالانکہ نکاح کے بعد جسم کی توانائی پہلے سے کئی گنا زیادہ خرچ ہونا شروع ہو چکی ہوتی ہے، اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ عورت کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو.....عورت میں بھی بالغ ہوتے ہی لاشعوری طور پر جنسی رغبت اور میلان پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس کی صحت وذہنی سکون بھی نکاح کے ذریعے اس کی اس خواہش کو پورا کرنے اور پھر اس کے لازمی نتیجے یعنی حمل اور اولاد کی ولادت میں ہو.....لہٰذا حمل، ولادت اور بچے کو دودھ پلانا وغیرہا جیسے امور اگر اپنی انتہاء اور نتیجے کے لحاظ سے عورت کیلئے نقصان دہ ہوتے تو یہ فطرت (Nature) کا تقاضا نہ ہوتے، بلکہ خلافِ فطرت ہوتے۔

زِنا سے روکنے کے لیے بدنظری کے خلاف بیانات کافی نہیں

اب ظاہر ہے کہ مجموعہ آبادی کی پانچ فی صد عورتوں اور پانچ فی صد کنوارے مرد جن کی شادیاں نہ ہو سکیں، ان میں آپ کتنے ہی بدنظری کے خلاف بیانات کریں، مگر عادۃً ایسا ممکن نہیں کہ ان میں سے ایک کثیر تعداد آپس میں بدکاری یا کسی اور طرح سے بے حیائی کے کاموں میں ملوث نہ ہو، روز وشب مشاہدہ ہے کہ وہ لڑکیاں جن کی شادیاں نہیں ہو رہیں کتنے ہی اچھے ماحول میں پلنے اور بڑے بڑے بزرگوں سے تعلق اور دیندار گھرانے کی بیٹیاں ہونے کے باوجود لڑکوں کے معاشقے میں مبتلا ہو رہی ہیں، مرد وعورت دونوں کی ایک دوسرے کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایسی بھرپور رغبت اور کشش رکھی ہے کہ اگر اس رغبت کی فطری طریقے سے بروقت تسکین نہ کی جائے تو پھر یہ تسکین کسی اور طریقے سے پوری کرنا کسی حد تک مرد وزن دونوں کی مجبوری اور پھر بالآخر عادت بن جاتا ہے۔

مدارس البنات میں پڑھنے والی عالمات جن کا سارا دن کام ہی قال اللہ اور قال الرسول پڑھنا پڑھانا ہے، ان میں سے بھی بعض کا کسی لڑکے سے اور کوئی اور نہ ہو تو بعض مرتبہ تو خود معلمین میں سے کسی سے معاشقہ پیدا ہو جاتا ہے جو بالآخر فسادات کا سبب بنتا ہے، جب مدارس میں بھی ایسا ہو جاتا ہے تو اسکولز وکالجز میں کیا حال ہوگا؟ گھر کی چار دیواری میں مکمل طور پر بند رہنے والی لڑکیاں، جن کی کسی بھی وجہ سے شادی نہیں ہو پا رہی، ان کے بھی لڑکوں سے تعلقات اور روز وشب لڑکوں کے ساتھ فرار ہونے کے واقعات کا ظہور کچھ کم نہیں، پھر مدارس اور دوسرے تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کو اگر معاشقے کے لئے لڑکا نہ ملے تو آپس میں ہی معاشقے بازی شروع ہو جاتی ہے، لڑکوں کے وہ تعلیمی ادارے جہاں لڑکے لڑکیاں اکٹھے نہیں پڑھتے، وہاں لڑکوں کے آپس میں معاشقے اور پھر بالآخر ہم جنسی پرستی جیسی لعنت کے واقعات بکثرت رونما ہو رہے ہیں، آخر یہ سب اتنی

تیزی سے کیوں ہو رہا ہے؟

نگاہ کو جھکانے کی سب سے زیادہ طاقت نکاح میں ہے.....،محاسبوں، مراقبوں میں نہیں

ان سب باتوں کی بنیادی وجہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغاوت ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد از جلد نکاح کا حکم دیا ہے اور نکاح کو "أغض للبصر "قرار دیا "أغض" اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقوں میں سے ایک طریقے یعنی "مِن "مقدر کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے، یعنی نکاح "أغض من کل شیء للبصر" ہے، تو حدیث کا پورا پورا معنی یہ ہوا کہ نگاہ کو جھکانے والی دوسری جتنی چیزیں ہیں، مثلاً بدنظری کے نقصانات پر مشتمل بزرگوں کے بیانات سننا، اللہ تعالیٰ کے خوف ومحبت کا مراقبہ کرنا، قوتِ شہوانیہ کو توڑنے کے لئے روزے رکھنا یا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا مثلاً دواؤں سے علاج کرنا.....تو نگاہ کو جھکانے والے ان تمام اسباب میں نگاہ کو جھکانے اور شرمگاہ کو حرام کاری سے محفوظ کرنے کی سب سے زیادہ طاقت نکاح میں ہے، ویسے بھی معقول اور سیدھی سی بات ہے کہ بھوک کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ روٹی کھالی جائے، چنانچہ چار روٹیاں کھانے اور اچھی طرح پیٹ بھرنے کے بعد بھی اگر کچھ کھانے کا دل کرے تو یہ ہوس اور دنیا کی محبت کی علامت ہے اور اس ہوس کا علاج محاسبوں، مراقبوں سے ضرور ہوسکتا ہے۔

یاد رکھیے.....! معاشرے میں جتنے بھی بڑے بڑے شرابی اور زانی ہیں، یہ پیدائشی ایسے نہیں ہوتے، ابتداء میں نکاح میں تاخیر کے باعث بدنظری کی عادت پڑتی ہے، پھر ان میں بہت تھوڑے لوگ توبہ میں کامیاب ہوتے ہیں، پھر ان توبہ کرنے والوں میں بھی بہت سے نکاح نہ کرنے کے باعث بدنگاہی سے مسلسل توبہ کرتے اور توڑتے بالآخر توبہ بھی چھوڑ دیتے یں، پھر ہر گناہ کی یہ خاصیت ہے کہ یہ اپنے سے بڑے گناہ کے ارتکاب کو آسان بنا دیتا ہے، چنانچہ نکاح نہ ہونے کے باعث پہلے تو بدنظری کا مرض پیدا ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ مشت زنی جیسی لعنت کی عادت پڑتی ہے، پھر لڑکیوں سے معاشقہ وزنا کاری اور اگر لڑکیاں میسر نہ ہوں تو لڑکوں ہی سے معاشقہ وبدکاری جیسی وارداتیں رونما ہونے لگی ہیں اور جب اس قسم کی بدفطرت عادات جڑ پکڑ جائیں تو ایسے شخص کو نکاح میں رغبت ہی نہیں رہتی اور فطرت بگڑ جانے کے باعث نکاح کے بعد بھی ایسے لوگوں کی تسکین غیر فطری کاموں میں ہی ہوتی ہے، پھر چار تو کیا چار ہزار شادیاں بھی انہیں گناہوں کی دلدل سے نہیں نکال سکتیں۔ ایسے لوگوں کا وہی حال ہوتا ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ہوا، جنہیں لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بیٹیوں سے نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں، مگر قوم جواباً کہہ رہی ہے: "مالنا فی بناتک من حق" (ہمیں تیری قوم کی بیٹیوں سے نکاح میں کوئی رغبت نہیں)

جنسی خواہش پیدا ہونا اور بھڑکنا چونکہ انسانی فطرت ہے، اس لئے اس فطرت کو کچلنا اور طویل عرصے تک کچلتے رہنا بہت مشکل ہے اور خود گناہوں کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔

الغرض جس معاشرے کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں تو اس میں آپ بدنظری کے خلاف کتنے ہی بیانات کرلیں، عادۃً ایسا ممکن نہیں کہ غیر شادی شدہ یہ ساری کی ساری عورتیں ساری عمر مکمل عفت اور پاکدامنی سے گزار دیں، محتاط اندازے کے مطابق فرض کریں کہ صرف دو فی صد عورتیں ایسی ہوں جو غیر شرعی طریقے سے مردوں سے دوستیاں لگانے کی کوشش کردیں۔

مردوں کے کنوارے رہنے کی نسبت عورتوں کا کنوارا رہنا، زنا کی بہت تیزی سے ترویج کا سبب بنتا ہے

اب ایک اصول سمجھئے کہ کوئی عورت جس کا بروقت اور مناسب جگہ نکاح ہوگیا ہو، تو شوہر اور بچوں والی ایسی عورت کو کوئی زانی اور بدکار مرد اپنی ہوس کا باآسانی نشانہ نہیں بنا سکتا، کیونکہ عورت کی طبیعت میں مردوں کی طرف جنسی میلان مردوں کی نسبت بہت کم ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں مرد کی نسبت حیا بہت زیادہ رکھی ہے، لہٰذا کسی عورت کے ''بے حیا'' بننے سے پہلے پہلے اسے اس کی فطری زندگی، یعنی گھر بار اور بچوں میں مشغول کر دیا جائے تو اس کا مستقبل محفوظ ہو جاتا ہے اور ایسی عورتوں کو وہ مرد باآسانی خراب نہیں کر سکتے اور ان پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے جن مردوں کے لئے خواہش نفسانی کی تکمیل کے لئے حلال راستے کا حصول مشکل تھا۔

اس کے برعکس اگر کسی معاشرے میں چند عورتیں بھی مناسب رشتے کے حصول میں غیر معمولی مشکلات کا شکار ہو کر کنواری بیٹھے رہنے پر مجبور ہوں تو ان میں سے اگر ایک کو بھی خدانخواستہ بدکاری کا چسکا لگ گیا تو ایسی ہر ایک عورت اس معاشرے کے کم از کم سو (100) افراد کو زنا اور بدکاری کا چسکا لگانے کے لئے کافی ہوگی اور اس کی بدعادات سے متاثر ہونے والے صرف کنوارے ہی نہ ہوں گے، شادی شدہ مرد بھی اس میں داخل ہوں گے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ مرد میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی طرف کئی گناہ زیادہ میلان رکھا ہے، چنانچہ جب کوئی فاحشہ عورت از خود کسی مرد کو معاذ اللہ بدکاری کی دعوت دے تو عادۃً اس کا امکان بہت کم ہوتا ہے کہ وہ مرد حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنا دامن بچاتے ہوئے بھاگ کھڑا ہو، یوسف علیہ السلام کا اس موقع پر ایک عورت کے فتنے سے بچ نکلنا ایک بہت بڑا مجاہدہ ہی تو تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باعث آپ کے اس واقعہ کو قرآن مجید میں بہت اہتمام سے بیان فرمایا..... اس کے برعکس کوئی مرد کسی عورت کو زنا کی دعوت دے اور عورت اپنا دامن بچا کر بھاگ کھڑی ہو تو عورت کے اس کارنامے کو کوئی شخص بھی کوئی ''عظیم کارنامہ'' نہیں گردانتا۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ جس معاشرے میں عورتوں کے نکاح میں مشکلات پیش آتی ہوں، ایسے معاشرے میں زنا کی بہت تیزی سے ترویج ہوتی ہے، ایک عورت بھی خدانخواستہ زانیہ بن جائے تو وہ کم از کم سو مردوں کو زنا کا چسکا لگانے کے لئے کافی ہوگی، جسے بھی دعوتِ زنا دے گی وہ اس کی اس دعوت کو قبول کرے گا، سوائے ان چند لوگوں کے جو غیر معمولی تقویٰ کے حامل ہوں گے۔ اس کے برعکس کسی معاشرے میں لڑکیوں کی شادیاں تو بروقت اور مناسب جگہیں ہو جایا کریں اور لڑکوں میں ایک تعداد دیر سے شادیوں پر مجبور ہو تو ایسے معاشرے میں زنا کی ترویج ان سب باتوں کے باوجود بھی آسان نہیں ہوتی، کیونکہ مرد کو بدکاری کے لئے عورت کا حصول ممکن ہی نہیں ہوگا، لہٰذا اس قوم میں اگر بے حیائی پھیلتی بھی ہے تو اس قوم کی عورتیں اس بے حیائی سے متاثر نہیں ہوتیں۔

فرضی مثال کی طرف دوبارہ رجوع

اس تمہید کے بعد اب یہ سمجھیں کہ جس قوم کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں تو ''فرضی قوم'' کا یہ ''فرضی معاشرہ'' چونکہ

خالصۃً اسلامی معاشرہ ہے، شرعی حدود وغیر کا نفاذ ہے، اس لیے فرض کریں کہ ان دو فی صد فاحشہ عورتوں میں سے ہر عورت پانچ فی صد مردوں کو خراب کرنے کا سبب بنتی ہے اور یوں قوم کے پاکدامن مردوں میں سے پانچ فی صد مرد خدانخواستہ خراب عورتوں کے فریب میں مبتلا ہو کر فحاشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بقیہ پانچ فیصد کنوارے زنا سے بچنے کی خاطر تبلیغی جماعت میں نکل کر بیرونِ ملک سال کی جماعت میں اپنی تشکیل کروا لیتے ہیں۔

نکاح کے بغیر عورت کا حصول جتنا آسان ہوتا چلا جائے، نکاح کی رغبت اتنی ہی کم ہو جاتی چلی جائے گی

اب یاد رکھیے کہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی قوم کے مردوں میں جنسی ہوس کو پورا کرنے کے لئے نکاح کے بغیر عورت کا حصول جتنا آسان ہوتا جائے گا، اس قوم کے مردوں میں اسی تناسب سے عورتوں کی طرف نکاح میں رغبت کم ہوتی چلی جائے گی، چنانچہ وہ قوم جس کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں، اس کے مردوں میں جب بے حیائی کا تناسب بڑھے گا تو مردوں کی نکاح کی طرف پہلے جو رغبت تھی، اس رغبت میں یقیناً کمی واقع ہوگی جس کی وجہ سے اس قوم میں کنواری رہ جانے والی عورتوں کے تناسب میں یقیناً کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور ہوگا، نیز وہ پانچ فی صد عورتیں جن کی غیر کفو میں شادیاں ہوئی تھیں، فرض کریں کہ وہ سب کی سب بزرگوں اور اہل اللہ وعلماء کے بیانات سن سن کر صبر وتحمل کے ساتھ کامیاب ازدواجی زندگی گزرانے میں کامیاب ہو بھی جاتی ہیں تو پھر بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم ایک فی صد گھرانے دنگا وفساد ولڑائی جھگڑوں میں ضرور مبتلا ہوں گے جس کے باعث یا تو طلاقیں ہوں گی یا ان کے شوہروں کی توجہ اپنی بیویوں سے عدم مناسبت کے باعث کسی ''دوسری'' طرف منتقل ہوگی۔

معاشرے میں طلاق یافتہ عورتوں کے اس اضافے کے باعث بے نکاحی عورتوں میں مزید اضافہ ہوگا اور بہت سے مناسب مرد جو اِن طلاق یافتہ عورتوں کے کفو اور ہم پلہ ہوں، ان سے نکاح کو تیار نہ ہوں گے، کیونکہ شادی جب ایک ہی کرنی ہے تو طلاق یافتہ سے کیوں کی جائے؟ دوسری طرف ان طلاق یافتہ عورتوں کے والدین کا آیندہ کے لیے داماد کے انتخاب میں معیار پہلے سے بھی اونچا ہو جائے گا کیونکہ اب وہ اس کی جستجو کریں گے کہ آیندہ منتخب ہونے والا داماد کہیں پہلے والے کی طرح ہماری بچی کو طلاق دے کر اس کی قدر و قیمت مزید نہ گرا دے..... لہٰذا کوئی ایسا داماد تلاش کرو جو بہت ہی اچھا ہو اور ''طلاق'' کا لفظ بھی اس کی لغت میں نہ ہو، یہ بات ان طلاق یافتگان کی دوبارہ شادی میں بذات خود ایک مزید مشکل پیدا کرنے کا سبب بنے گی۔

الغرض اس طرح معاشرے میں بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اضافہ اور اپنی بیویوں سے کسی بھی وجہ سے عدم مناسبت کا شکار ہونے والے مردوں کی توجہ کی کسی ''دوسری طرف''، منتقلی، یہ دونوں باتیں بھی بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافے کا سبب بنیں گی، اور یہ اضافہ پھر بے حیائی میں مزید اضافے کا سبب بنے گا۔

بے حیائی میں مزید اضافے کے باعث مردوں کی نکاح کی طرف رغبت میں مزید کمی ہوگی جس کے نتیجے میں بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا اور پھر ان بے نکاحی عورتوں میں سے ایک محتاط اندازے کے مطابق چند فی صد عورتیں

پھر فحاشی کی طرف مائل ہوں گی اور اسی محتاط تناسب کے مطابق ایک عورت مثلاً صرف پانچ مردوں کی خرابی کا سبب بنے گی، جس کے نتیجے میں آہستہ آہستہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد یوں ہونے لگے گا کہ مرد کیلئے جب کسی عقد اور مہر، نان نفقے وغیرہ کی ذمہ داری کے بغیر عورت کا حصول آسان ہوتا چلا جائے گا تو اس قوم کے مردوں میں نکاح کی طرف رغبت مزید کم ہوگی اور یوں لڑکیوں کے رشتوں میں مزید مشکلات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔

چنانچہ پہلے تو 80 فیصد مردوں کی شادیاں آرام سے ہو جاتی تھیں، 20 فی صد کو رشتہ نہیں مل رہا تھا، جن میں 10 فی صد تبلیغ میں سال کے لئے چلے گئے تھے اور بقیہ 10 فیصد معاذ اللہ فحاشی اور زنا میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن اب ان 80 فی صد مردوں میں سے بھی بہت سے رشتہ ملنے کے باوجود بروقت نکاح کے لئے تیار ہی نہ ہوں گے جس کے باعث پہلے جو 80 فی صد عورتوں کی کامیاب یا ناکام شادی ہو جایا کرتی تھی، اسی تناسب سے اس میں بھی کمی ہو جائے گی۔

ان سب حالات میں جیسے جیسے اضافہ ہوگا اور ضرور ہوگا، خدا کی قسم یہ ناممکن..... ناممکن..... ناممکن..... ہے کہ ان حالات اور اس بحران میں اضافہ نہ ہو۔

یہاں تھوڑی دیر کے لئے توقف کر کے حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ملفوظ پر نظر ڈالیے:

ایک بیوی والے نظام نے یورپ کے خاندانی نظام کا بیڑا غرق کر دیا، پادری کا اعتراف

مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یورپ کا نظریہ یک زوجگی (ایک بیوی والا نظریہ) اب علمی طور پر فرسودہ ہو چکا ہے اور وہاں کے عقلاء و مفکرین بھی اب خود اس کے خلاف سوچنے لگے ہیں، کیونکہ وہ تجربہ کر چکے ہیں کہ اس یک زوجگی (ایک بیوی والے) نظام نے ان کے معاشرے میں کس قدر بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔

یورپ و امریکی معاشرے کے بگاڑ کا اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھیے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ نظریہ یک زوجگی (ایک بیوی والے نظریے) نے ان لوگوں کو کس حالت پر پہنچا دیا ہے، اس کا صحیح حل تعدد ازواج ہی ہے، لیکن اس سے بلا وجہ پہلوتہی کی جا رہی ہے، عین ممکن ہے کہ مستقبل میں یورپ و امریکا بھی تعدد ازواج کو اختیار کر لیں.....لندن کے ایک پادری صاحب کہتے ہیں:

''آج کل غلطی سے کسی دوشیزہ کو شادی شدہ سمجھ لیا جائے تو وہ چند لمحوں کے لئے باغ باغ ہو جاتی ہے، اکثر کنواری لڑکیوں نے زندگی کا مقصد ہی شادی سمجھ رکھا ہے، وہ شادی کے لئے ماری ماری پھرتی ہیں اور انہیں جو لڑکا بھی مل جاتا ہے، اسے اپنا ممکنہ شوہر سمجھنا شروع کر دیتی ہیں۔''

پادری صاحب مزید فرماتے ہیں: ''جو دوشیزائیں مسز (شادی شدہ) کہلاتی ہیں، وہ اپنے آپ کو اعلیٰ و ارفع سمجھنا شروع کر دیتی ہیں اور احساس برتری کے مرض کا شکار ہو جاتی ہیں، وہ ان سہیلیوں کو ذرا

نفرت سے دیکھنا شروع کر دیتی ہیں جن کو شوہر نہیں ملتے، عام لڑکیاں جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو سب سے پہلے ان کی نگاہیں دوسری کی انگلی میں شادی کی انگوٹھی تلاش کرتی ہیں۔ ان حالات میں لڑکیاں شادی کے خیال ہی سے محبت شروع کر دیتی ہیں۔ یہاں عورت آزاد ہے لیکن اس کی حالت قابل رحم ہے، یہاں عورت کی کوئی عزت کوئی مقام نہیں۔ اگر وہ ''مشرق کی مظلوم عورت'' کی جہل کی زندگی دیکھ لے تو آزادی اور مساوات سے فوراً توبہ کر لے، یہاں ہزاروں عورتیں ساری عمر گھر اور اولاد کو ترستے ہوئے زندگی بسر کر دیتی ہیں اور انہیں اپنی مظلومیت اور کسمپرسی کا پورا احساس ہے۔''

(عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں: ص ۱۷۹، بحوالہ ''عائلی کمیشن رپورٹ پر تبصرہ)

یہ تو بندہ نے درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ایک حقیقی قوم کا حقیقی واقعہ ذکر کر دیا، اس کے بعد دوبارہ ''فرضی قوم'' کے ''فرضی حالات'' کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

فرضی قوم کی فرضی مثال کی طرف رجوع

چنانچہ جب اس فرضی قوم کے اس طرح کے حالات میں مزید اضافہ ہوگا تو مردوں کی عورتوں کی طرف نکاح کی رغبت میں مزید کمی ہوگی اور تاخیر سے نکاح کے شوق میں اسی تناسب سے اضافہ ہو جائے گا، یوں عورت کی طرف رغبت (Demand) میں کمی کے باعث نکاح کے حق میں عورت کا مقام اور ویلیو (Value) گرتی چلی جائے گی، کیونکہ یہ فطرت کا ایک لگا بندھا اصول ہے کہ جس چیز کی ڈیمانڈ کم ہو مگر سپلائی زیادہ ہو، اس چیز کی مارکیٹ ویلیو کم (Down) ہو جاتی ہے۔

لڑکی کے انتخاب میں مرد کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا

اب ایسے مرد جن کا بزرگوں سے خصوصی اصلاحی تعلق ہوگا یا ان کے تبلیغی جماعت میں چار ماہ لگے ہوئے ہوں گے، چنانچہ اس قسم کے مرد جو اس ''ترقی یافتہ'' دور میں پرانے اور ''دقیانوسی'' طریقے کے مطابق اب بھی نکاح کر کے زندگی گزارنا چاہتے ہوں گے، ان کے پاس رشتوں کے لئے لڑکیوں کی کمی نہ ہوگی جہاں خاندان میں کوئی تعلیم یافتہ اور اچھا لڑکا ہوگا، سب کی نگاہیں اس پر جمی ہوں گی کہ ہم اپنی ''بچی'' اسے دے دیں، لہٰذا رسد وطلب (Supply and Demand) کے قانون کے تحت نکاح کے لئے ان لڑکوں اور ان کے والدین کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا کہ مثلاً لڑکی خوبصورت بھی ہو..... زیادہ موٹی نہ ہو..... قد نہ زیادہ لمبا ہو نہ بہت چھوٹا..... بیوہ یا مطلقہ نہ ہو..... بالکل جاہل کی جاہل نہ ہو..... عالمہ یا کم از کم MSc ہو۔

الغرض جس جس طرح سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، رسد وطلب (Supply and Demand) کے اصول کے مطابق اسی تناسب سے عورت کی ویلیو گرتی چلی جائے گی۔ مردوں کے معیار میں بلندی کی وجہ سے لڑکی والوں کیلئے مناسب رشتوں کے انتخاب کا عمل اور مشکل ہو جائے گا۔

چنانچہ پہلے اس معاشرے میں رواج یہ تھا کہ لڑکی کا باپ داماد منتخب کرنے میں کفاءت کے مسائل کو سامنے رکھ کر لڑکے

کے حسب ونسب، مالداری، پیشہ، دینداری وغیرہ کے بارے میں دیکھتا تھا کہ داماد کم از کم ان لازمی اور ضروری چیزوں میں میری بیٹی کے معیار سے اونچا یا کم از کم برابر بھی ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کی طرف پے در پے رشتے آنے کے باعث، اسے اس انتخاب میں زیادہ دشواری نہ ہوتی تھی اور اس کا کام از خود داماد تلاش کرنے کے بجائے مختلف پے در پے متوجہ ہونے والے رشتوں میں سے اچھے داماد کا صرف انتخاب (Selection) ہوتا تھا اور لڑکا بھی یہ سوچ کر نکاح کرلیا کرتا تھا کہ اگر اس فلاں لڑکی سے شادی نہ ہوئی تو یہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گی، لہٰذا جیسی تیسی ہے کرلو۔

الغرض پہلے لڑکے کا معیار کم اور لڑکی کا معیار اونچا تھا، مگر اب معاملہ بہت تیزی کے ساتھ برعکس ہونے لگے گا، مردوں کا معیار بڑھنے سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوگا..... اور اس اضافے سے مزید بے حیائی پھیلے گی اور بالآخر ایسی خرابیاں پیدا ہونا شروع ہوجائیں گی جو ایک دوسرے سے ضرب ہوتی چلی جائیں گی، مثلاً:

خرابی نمبر ①: عورتوں میں ملازمتوں (Job) کا رجحان بڑھنے لگے گا

پھر جب ان حالات میں مزید اضافہ ہوگا تو مردوں کو تاخیر سے نکاح کی عادت پڑنے لگے گی اور لڑکیوں کے والدین مناسب رشتے نہ ملنے کے باعث اپنی لڑکیوں کو سارا سارا دن گھر میں پڑے بے کار سڑانے اور نفسیاتی مریض بنانے کے بجائے پڑھا لکھا کر ملازمتوں پر مجبور کرنے لگیں گے، اور پھر بعض لوگ تو علم کی روشنی سے متعارف کرانے کے جذبے سے بیٹیوں کی تعلیم پر خرچ کریں گے، لیکن بہت سے وسائل کی قلت کے باعث نہ چاہتے ہوئے بھی محض اس لئے اپنی آمدن کا ایک بڑا حصہ بیٹیوں کی تعلیم پر اس لئے خرچ کریں گے کہ اگر ڈاکٹر، انجینئر نہ بنوایا تو رشتہ ملنے میں اور دشواری ہوگی اور لوگ جاہل سمجھ کر رشتہ ہی نہ بھیجیں گے، چنانچہ جب یہ لڑکیاں اتنا پڑھ لکھ لیں گی اور شادی پھر بھی نہ ہوئی ہوگی تو بڑی حماقت کی بات ہوگی کہ اتنا کچھ پڑھ لکھ لینے کے بعد اس پڑھائی سے استفادہ نہ کیا جائے اور کسی ادارے میں ملازمت (Job) کرے معقول یا نامعقول تنخواہ نہ لی جائے۔

خرابی نمبر ②: خواتین کو ملازمت سے منع کرنے والوں کی بیٹیاں ملازمت تلاش کرنے لگیں گی

اس موقع پر اس قوم کے اہل علم اوّلاً تو پرزور دعوت چلائیں گے اور اخبارات میں مضامین شائع کریں گے کہ عورتیں بلاضرورتِ شرعیہ گھروں سے باہر نہ نکلا کریں، بلاضرورت ملازمتیں نہ کریں..... عورت کی اصل ذمہ داری گھر کی چار دیواری ہے..... وغیرہ وغیرہ..... مگر علماء کی یہ تحریک کچھ زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوگی، بلکہ کچھ عرصے کے بعد منع کرنے والوں میں سے بھی ایک کثیر تعداد اپنی بچیوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوانے اور پھر ملازمت کروانے کے لئے گھروں سے نکالنے پر بقیہ قوم کے شانہ بشانہ چلنا شروع کردے گی، کیونکہ بقیہ قوم جن حالات سے گزر رہی ہوگی ان حالات کا سامنا ایک زوجہ پر قناعت کرنے والے ان علماء کو بھی ہوگا اور انہیں بھی اپنی بچیوں کے بارے میں وہی خطرات لاحق ہوں گے جن کا سامنا دوسروں کو ہو رہا ہوگا۔ یوں ایک طرف تو گھروں سے باہر نکلنے والی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، دوسری طرف خواتین کو گھر کی چار دیواری میں بند رکھنے کی دعوت بھی کمزور پڑے گی اور اس دعوت میں بھی پہلے جیسا زور نہ رہے گا، عورتوں کا یوں کثرت سے گھروں کی

چار دیواری سے باہر نکلنا، اور مردوں کے شانہ بشانہ ملازمتوں میں حصہ لینے سے بے حیائی میں مزید اضافہ ہوگا اور یہ اضافہ ان کی طرف نکاح کے رجحان کو مزید کم کرے گا، جس سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا، نیز یہ خواتین جن مردوں کے شانہ بشانہ ملازمت کریں گی، ان مردوں میں بہت سوں کی رغبت اپنی بیویوں سے ہٹ کر ان عورتوں کی طرف ہونے لگے گی، جس سے گھروں میں فسادات پیدا ہوں گے، جس کے نتیجے میں طلاقوں کی شرح میں اضافہ ہوگا اور اس اضافے سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا۔

خرابی نمبر ③: مردوں میں بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہونا شروع ہوجائے گا

نیز عورتوں کے اس طرح ملازمتوں (Job) کی ویکینسیاں پُر کر کے ملازمتوں پر قبضے کرنے سے ان مردوں کی بے روز گاری بڑھے گی جو اگر یہ عورتیں نہ ہوتیں تو ان کی جگہ ملازمت کرتے اور یہ ویکینسیز پر کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ روزگار کے مواقع مردوں کے حساب سے پیدا فرماتے ہیں، جنہیں کمانے اور کھانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، فطرت نے نہ تو عورتوں کو کما کما کر کھانے اور کھلانے کی ذمہ داری سونپی اور نہ ہی ان کے لئے اس کام کے بندوبست کی ذمہ داری لی۔

نوجوانوں میں بے روزگاری بڑھنے اور ان کے روزگار کے مواقع پر دھڑا دھڑ عورتوں کے قبضہ کرنے سے مردوں میں نکاح کے رجحان میں مزید کمی ہوگی اور دیر سے شادی کے رجحان میں اضافہ ہوگا اور بہت سے مرد کسی مناسب روزگار کے انتظار میں نکاح سے اجتناب کرنا شروع کریں گے، نیز اس قسم کے نوجوان وجود میں آنا شروع ہوجائیں گے جو رشتے کے انتخاب میں یہ شرط لگا رہے ہوں گے کہ ہم چونکہ بے روزگار ہیں یا ہمیں اپنی شان اور کوالیفکیشن کے مطابق روزگار میسر نہیں، دوسری طرف معاشرے میں پیسہ کمانے والی خواتین کی بھی کمی نہیں، لہٰذا ہمیں ایسی لڑکی سے شادی کرنی ہے جو ''Job'' کرتی ہو۔

اصل مضمون سے کچھ دیر توقف کر کے ایک جملہ معترضہ

ہفت روزہ ''ضرب مؤمن'' میں قارئین کی نشست'' کے حوالے سے ''شادی سے متعلق سنگین مسائل'' کے عنوان سے مختلف حضرات کے خطوط شائع کئے جاتے ہیں: ایسا ہی ایک خط ملاحظہ ہو:

ضرب مؤمن میں شائع شدہ مضمون.....شادی سے متعلق ایک اور سنگین مسئلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹوں کے مسئلوں کی طرف گزشتہ کئی ہفتوں سے جس طرح ضرب مؤمن میں خطوط شائع کئے جارہے ہیں اور اس سنگین مسئلے کا حل نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے، وہ قابل مبارکباد ہے۔ ایک اور مسئلہ جو سنگین صورت اختیار کرتا جارہا ہے، وہ یہ ہے کہ لڑکے کے والدین کا ''ایجوکیٹڈ'' اور ''پروفیشنلی کوالیفائیڈ'' لڑکیاں ڈھونڈنا۔ اس سلسلے میں لڑکے والوں کا نظریہ یہ

ہوتا ہے کہ آج کل مہنگائی کا دور ہے، جب تک میاں بیوی دونوں مل کر نہ کمائیں گزارہ نہیں ہوتا۔اس مسئلے کی سنگینی میں اضافہ اس لئے ہورہا ہے کہ اچھی اچھی لڑکیاں محض اس لئے مسترد کردی جاتی ہیں کہ وہ سادہ بی اے، بی ایس سی پاس ہیں۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں جولڑکے ہیں، ان کے والدین تو صرف ڈاکٹر یا ایم بی اے کی تلاش میں رہتے ہیں۔اس غیر فطری رجحان کی وجہ سے لڑکیوں میں اونچے درجے کے پروفیشنل کالجوں میں داخلوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔صرف اور صرف بہتر سے بہتر اور اونچے سے اونچے رشتے کے حصول کے لئے۔

خدارا! اس امت کے نوجوانو! اپنے زورِ بازو پر بھروسہ کریں اور شادی کے مشکل مسئلے کو مزید پیچیدہ نہ کریں۔

ایک خاتون، گلشن اقبال، کراچی (ضرب مؤمن: جلد نمبر ۷)

یہ خط درمیان میں موضوع سے ذرا ہٹ کر تھا ''ضرب مؤمن'' والوں نے اس خط کا جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ:..... ''لڑکے والے ایسا نہ کریں''.....مگر اس پر کوئی بحث نہیں کہ اگر لڑکے والے ایسا نہ کریں تو پروفیشنل کوالیفائڈ لڑکیوں سے شادی کون کرے گا.....؟؟؟ اس سوال و جواب کے بعد ہم اپنے قصے کی طرف چلتے ہیں۔

الغرض ہم جس قوم کی فرضی مثال دے رہے ہیں، تو اس قوم میں ایسے حالات میں بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوگا اور نکاح کے حق میں عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) اور زیادہ گرے گی۔

خرابی نمبر ④: مناسب لڑکوں کو گھیرنے بلکہ ''پھانسنے'' کے لیے ''انعامی اسکیموں'' کا اجراء

پھر کچھ عرصے میں عورت کی مثال دکاندار کے اس سامان کی طرح ہونے لگے گی کہ جس دکاندار کے پاس سامان تو بہت ہے مگر خریدار بہت کم، نیز جو خریدار باقی ہیں، ان کے بھی ''نخرے'' بہت زیادہ ہیں، اور خریداروں کی کمی اور ان کے ''نخروں'' کے باعث دکاندر کو ہر ہر شے نہ صرف یہ کہ سستے داموں بیچنی پڑتی ہے بلکہ گاہکوں کے اچھے خاصے نخرے بھی اٹھانے پڑتے ہیں، اگر پھر بھی گاہکوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہو تو دوکاندار مجبور ہوتا ہے کہ اپنی دکان کا مال فروخت کروانے کے لئے ان اشیاء کو نہ صرف یہ کہ سستی قیمت پر فروخت کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انعامی اسکیمیں بھی نکالے اور مختلف قسم کی رعایتیں بھی دے کہ مثلاً یہ صوفہ خریدلو گھر تک میں خود پہنچا کر آؤں گا، جیسے ڈیمانڈ کے مقابلے میں پیپسی کی سپلائی جب زیادہ ہوجاتی ہے تو کمپنی اسکیم جاری کرتی ہے..... ''پیپسی کی پانچ بوتلوں پر چھٹی بوتل ہماری طرف سے بالکل مفت.....''

یہ ریفریجریٹر لے لو، خراب ہوا تو ٹھیک کرنے کا خرچہ ہماری طرف سے بالکل مفت ..... چنانچہ جب عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) روز بروز کم ہوتی چلی جائے گی تو لڑکیوں کے والدین مناسب رشتہ تلاش کرنے کے لئے دامادوں کو مختلف طریقوں سے ''پھانسنے'' کی کوشش شروع کردیں گے کہ مثلاً تم ہماری بچی سے شادی کرلو، تمہاری بیوی کو سلانے کے بلکہ خود تمہیں بھی سلانے کے لئے (جہیز کی صورت میں) بستر ہماری طرف سے بالکل مفت،.....تم صرف ہماری بچی سے شادی کرلو

اور ہر ماہ سودا خرید کر گھر لے آیا کرو، یعنی فی الحال ہماری بچی کو کھلانے کا خرچہ تمہارے ذمے، البتہ خود تم کو بھی اور تمہاری بیوی کو کھلانے کے لئے ہزاروں روپے کی پلیٹیں (ڈنر سیٹ) ہماری طرف سے بالکل مفت،.....تم صرف ہماری بچی سے شادی کرلو، کپڑے دھونے کے لئے صابن کا خرچہ تو تم اٹھاؤ گے، البتہ ہماری بچی کے کپڑے اور خود تمہارے کپڑے بھی دھلوانے کے لئے واشنگ مشین ہماری طرف سے بالکل مفت.....تم صرف ہماری بچی سے شادی کر کے مہر بے شک پہلی رات ہی معاف کروالو، یا اسے بیوی کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ میں تقسیم کر دینا، مگر ہماری بچی کو بٹھانے کیلئے بلکہ خود تمہیں اور تمہارے دوستوں اور تمہارے دیگر تمام رشتہ داروں اور متعلقین کو بٹھانے کے لئے صوفے ہماری طرف سے بالکل مفت..... ڈائننگ ٹیبل ہماری طرف سے بالکل مفت.....لڑکی کا زیور ہماری طرف سے بالکل مفت.....دلہن کے لئے ہزاروں کا جوڑا ہماری طرف سے بالکل مفت.....، بری کے نام پر تمہارے اور تمہارے تمام رشتہ داروں میں سے ہر ایک کے کپڑے وغیرہ انعامی اسکیم ہماری طرف سے بالکل مفت.....، رخصتی سے پہلے نکاح ہوتے ہی تمہارے تمام رشتہ دار جو نکاح میں شرکت کے لئے آئیں گے، شادی کے کھانے کے نام پر ان کو کھلانا پلانا اور ان کی دعوت ہماری طرف سے بالکل مفت.....

اور یہ سب حالات یا ان میں سے اکثر حالات ان لوگوں کو بھی پیش آرہے ہوں گے جو دیندار یا شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں گے یا دینی و دنیوی مصروفیات میں ہمہ تن مشغولیت کے باعث ایک بیوی پر اکتفاء کو بہت بڑا ثواب سمجھ رہے ہوں گے.....مگر اطمینان قلب کے ساتھ دین و دنیا اور ملک و وطن کی خدمت میں مشغول رہنے کا سارا مزہ اس وقت ''کرکرا'' ہونا شروع ہوجائے گا جب اپنی بچیوں کی شادی کے لئے مناسب داماد دریافت کرنے کی فکر کرنا اور پھر اس مناسب داماد کو پھانسنے کے لئے انعامی اسکیموں پر مشتمل مختلف خرچے ان کی کمر توڑنا شروع کر دیں گے۔

خرابی نمبر ⑤: ''انعامی اسکیمیں'' سامان سے ترقی کر کے کیش رقم تک جا پہنچیں گی

ان باتوں میں جب مزید ترقی ہوگی تو بچیوں کے والدین کے لئے اپنی بچیوں کا نکاح مزید مشکل ہوجائے گا، جس کے باعث بے حیائی مزید پھیلے گی اور عورت کی طرف مردوں کی نکاح والی رغبت اور طلب میں مزید کمی ہوگی، چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کی پیدائش کا سلسلہ (یعنی سپلائی) بہرحال برابر جاری رہے گی مگر مردوں کی ان کی طرف طلب میں روز بروز کمی آرہی ہوگی (Supply) اور (Demand) میں اس بے اعتدالی کے باعث عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) مزید گرے گی تو مزید انعامی اسکیمیں نکلیں گی، بس تم شادی کرلو، ٹی وی، کار موٹر سائیکل ہماری طرف سے.....مزید ویلیو گرے گی تو اب لڑکے والے بجائے جہیز مانگنے کے بجائے لاکھوں کے چیک وصول کریں گے کہ آپ صرف چیک دے دیں ضرورت اور تعیّشات زندگی کا جو سامان خریدنا ہوگا ہم خود خرید لیں گے (جیسا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں رائج ہے۔)

واضح رہے کہ ہندوؤں میں بھی متعدد شادیوں کا رواج تھا اور اس وقت ہندوؤں کے راجا بیوی بنانے کے لئے عورت کے حصول کی خاطر لڑکی کے والدین کو منہ مانگی قیمت دیا کرتے تھے اور ہندوؤں میں جو زیادہ مالدار ہوتے بسا اوقات بیک وقت سو سو بیویاں رکھتے، مگر اس قوم میں جب یہ رواج ختم ہوگیا تو پھر بتدریج ہندوؤں کے ہاں عورت معاشرے پر جس طرح

بوجھ بنتی چلی جارہی ہے اور جس طرح ہندو قوم اپنے داماداوں کو منہ مانگا جہیز دیتی ہے اور روز بروز اس میں بھی غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے، یہ حالات کسی پر مخفی نہیں اور انگریزوں کے ہاں جہیز کا رواج اس لئے نہیں کہ ان کے ہاں ایک بہت بڑے پیمانے پر سرے سے خاندانی نظام ہی تباہ و برباد ہو چکا ہے، ہندوؤں کا خاندانی نظام تباہ و بربادی کے دہانے پر ہے اور ہم کتنی ہی اصلاح کرلیں پوری قوم تو ظاہر ہے خالصۃً اسلامی نظام کے بغیر سدھر نہیں سکتی، مگر اس وقت جس ذی ہوش نے اپنے خاندان میں متعدد شادیوں کا رواج ڈالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوگیا، اس کی صلبی اولاد سے آئندہ پیدا ہونے والی نسل میں ایک بڑی تعداد اس خاندانی نظام کی تباہی سے ان شاء اللہ تعالیٰ محفوظ ہوجائے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارے ہاں بھی (اللہ تعالیٰ نہ کرے) انگریزوں کی طرح جہیز و ہیز ٹائپ کی سب چیزیں مکمل ختم ہوجائیں گی، پٹھانوں میں تعدد ازواج کا رواج چونکہ سب سے دیر میں ختم ہوا لہٰذا ان کے ہاں ابھی تک لڑکا، لڑکی والوں کے نخرے اٹھاتا ہے، مگر اس قوم کو اگر ہوش نہ آیا تو ان کی عورتیں بھی عنقریب اسی طرح والدین پر بوجھ بننا شروع ہوجائیں گی، جس طرح ایک بڑے پیمانے پر کراچی اور پنجاب میں حالات ہیں اور ان کی عورتوں کا بھی وہی حشر ہوگا جو دوسروں کے ہاں ہے۔

الغرض جس قوم کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں، اس میں نکاح کے حق میں عورت کی ویلیو مزید گرے گی تو اس قوم کے لوگ کار، موٹر سائیکل، واشنگ مشین، امریکا اور برطانیہ کا ویزا، گرین کارڈ، کاروبار کی سیٹنگ وغیرہ جیسی سہولیات کی آفر سے ترقی کرتے کرتے بالآخر چیک بک اور کیش رقم تک جا پہنچیں گے۔

خرابی نمبر ⑥: لڑکی کے والدین دامادوں سے دب کر رہنا شروع کردیں گے

نیز ان سب انعامی اسکیموں کے بعد اگر شادی ہو بھی جائے تو بھی اس قوم کے لوگوں میں لڑکی والے ساری عمر داماد اور لڑکے والوں سے دب کر ہی رہیں گے کہ کہیں ان بن ہوگئی اور طلاق ہوگئی تو جب پہلی شادی اتنی انعامی اسکیموں کے بعد ہوئی تھی، تو طلاق کے بعد ہماری طلاق یافتہ بچی کو کون پوچھے گا؟ لہٰذا ایسی باتیں سوچ کر ساری عمر اس قوم کے لوگ دامادوں کو پالنے اور ان کے نخرے اٹھانے میں لگے رہیں گے، پھر شروع میں تو یہ انعامی اسکیمیں اور لڑکیوں کو ملازمتیں کروانا مجبوری اور نظریۂ ''ضرورت'' کے تحت ہوگا، مگر آہستہ آہستہ ان چیزوں کا اس قوم کو ''چسکا'' لگنا شروع ہوجائے گا اور یہ تمام بے ہودہ حرکات معاشرے کی ضرورت اور وقت کا تقاضا سمجھی جانے لگیں گی۔

خرابی نمبر ⑦: بغیر جہیز کے کوئی رشتہ مل گیا تو لڑکی کا باپ پھر بھی جہیز دینے پر مجبور ہوگا

پھر اگر لڑکی والوں کو کوئی رشتہ جہیز کے بغیر مل بھی گیا تو لڑکی کا باپ اس کے باوجود یہ سوچ کر جہیز تیار کرنے اور سسرال کے حوالے کرنے پر مجبور ہوگا کہ جب باقی بچیوں کو جہیز مل رہا ہے تو میری بچی بعد میں سسرال کے طعنوں کا شکار نہ ہوجائے اور بعد میں کسی موقع پر ساس یا نندیں یہ طعنہ دے کر میری بچی کو احساس کمتری میں مبتلا نہ کردیں کہ ''چند چیتھڑوں کے سوا تو اپنے ساتھ لائی کیا ہے اور باتیں ایسے بھگارتی ہے جیسے تیرے باپ نے تجھے سونے میں تول کر رخصت کیا ہو۔''

الغرض جہیز کی لعنت معاشرے کی ناگزیر ضرورت بن کر قوم سے چمٹ چکی ہوگی۔

خرابی نمبر ⑧: بچیوں والے فرض حج میں سستی کرنا اور اسے ٹالنا شروع کر دیں گے

ان حالات میں اس قوم کے علماء اخبارات میں مسئلہ شائع کریں گے کہ جہیز چونکہ شرعاً لڑکی والوں پر واجب نہیں لہٰذا جس باپ کے پاس جہیز کا پیسہ ہو، اسے جہیز کی فکر کے بجائے یہ پیسہ اس حج پر خرچ کرتے ہوئے حج کرنا چاہیے جو اتنی کثیر رقم کا مالک ہونے کے باعث اس پر فرض ہو چکا ہے، نیز یہ مسئلہ بھی شائع ہوگا کہ جس لڑکی کو باپ نے مثلاً اتنے لاکھ کا جہیز دیا ہے تو اس جہیز کی تملیک کے باعث لڑکی پر حج فرض ہو چکا ہے، مگر لوگ حج کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے متعلق علماء کی ان تنبیہات سے ذرا بھی متاثر نہ ہوں گے اور کوئی غریب جس کی پانچ چھ بچیاں ہیں، وہ اپنا ایک زائد پلاٹ بیچ کر اپنی بچیوں کی ویلیو (قدر و قیمت) مزید گراتے ہوئے اپنی بچی کے نکاح کی جو تھوڑی بہت امید تھی، اس امید کو بالکلیہ ختم کر کے حج کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوگا اور کچھ عرصے بعد اہل علم کی ایک جماعت جو لوگوں کو اس قسم کے شرعی مسائل سے آگاہ کرتی تھی، ان میں بھی ایک تعداد ان حالات سے متاثر ہو کر بچیوں کی شادی جیسا ''عظیم الشان بوجھ'' سر سے اتارنے والی ذمہ داری کو فرض حج پر مقدم کرنا شروع کر دے گی اور یوں اس قسم کے مسائل ''هذا مما يعلم و لا يعلم'' یا ''الأحكام تتغير بتغير الزمان۔'' کی فہرست میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔

خرابی نمبر ⑨: بہت سے نوجوان اپنی بہنوں کی شادیوں کے چکر میں دوسروں کی بہنوں کا بیڑا غرق کرنا شروع کر دیں گے

ان حالات میں اضافے کے باعث جب بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا تو اس قسم کے نوجوان وجود میں آنا شروع ہو جائیں گے کہ جن کے دل میں نکاح کا شوق تو ہوگا مگر چالیس چالیس سال کی عمر تک پہنچنے کے باوجود ازدواجی زندگی کے بغیر گھوم رہے ہوں گے اور جب آپ ان پر اعتراض کریں گے تو اپنی چار پانچ جوان بہنوں کا حوالہ دے کر آپ کو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھنے لگیں گے کہ اتنی ساری کنواری بہنیں گھر میں بیٹھی ہیں، ان کی شادی جیسا ''عظیم بوجھ'' سر سے اتارے بغیر اپنی شادی جیسا ''بے شرمی'' والا کام کیسے ممکن ہے.....؟

مگر ایسا کہتے وقت ان کا ذہن اس طرف نہ جائے گا کہ ان کی بہنوں کی شادی میں مشکلات کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ مناسب مرد جو اِن کی بہنوں سے نکاح کرتے ان میں بھی ایک کثیر تعداد آپ کی طرح صرف اسی لیے نکاح سے اجتناب کیے بیٹھی ہے کہ ان مردوں کی بہنوں کو بھی کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا، کیونکہ آپ جیسے لوگ اپنی بہنوں کی وجہ سے ان میں سے کسی کی بہن کو نکاح کا پیغام ہی نہیں بھیجتے..... یوں ہر شخص اپنی بہنوں کی شادی والی ''عظیم ذمہ داری'' بلکہ ''عظیم الشان بوجھ'' سر سے اتارنے کے چکر میں لاشعوری اور غیر متعین طور پر کسی دوسرے کی بہن کا بیڑا غرق کرنے کا سبب بن رہا ہوگا..... اور.....اور کوئی دوسرا شخص اسی ''چکر'' میں اس کی بہنوں کا بیڑا غرق کر رہا ہوگا.....

اس طرح بہت سے لوگ اپنی بہنوں کے چکر میں دوسروں کی .....اور اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے دوسرے اپنی بہنوں کے چکر میں اس کی بہنوں کا بیڑا غرق کرنے کا سبب بن رہے ہوں گے، یہ بات بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید

اضافے کا سبب بنے گی، جس کے باعث ڈیمانڈ کے مقابلے میں کنواری عورتوں کی تعداد مزید بڑھ جائے گی اور معاشرے میں عورت کی قدر و قیمت مزید گرے گی اور دوسری طرف کنواریوں کی تعداد میں اضافے کے باعث رشتے کے انتخاب میں مرد کا معیار مزید اونچا ہو جائے گا.....

اور پھر نکاح سے متعلق بہت سے احکام خصوصاً کفاءت، مہر مثل، حرمت مصاہرہ، طلاق ثلاثہ، ایلاء وخلع وغیرہ سے متعلق مسائل جو درحقیقت شریعت نے اس معاشرے کے حساس سے دیئے تھے، جس معاشرے میں متعدد شادیوں کا رواج ہو چنانچہ ایسے بہت سے مسائل میں اہلِ افتاء مذاہب غیر پر فتویٰ دینے پر مجبور ہونا شروع ہو جائیں گے اور بہت سے مسلمان تو ان مسائل میں ائمہ اربعہ کے اجماعی مسائل کو پس پشت ڈال کر لامذہبیت کو ترجیح دینے لگیں گے، سیأتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خرابی نمبر ⑩: روحانی علاج کے نام پر ''حرام خوری'' کے دھندے عروج پر پہنچنا شروع ہو جائیں گے

نکاح کے حق میں عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) جیسے جیسے گرتی جا رہی ہوگی تو کچھ عرصے تو یہ ''انعامی اسکیمیں'' کامیاب رہیں گی مگر عورت کی قدر و قیمت جس تیزی سے گر رہی ہوگی، ان حالات سے پیدا ہونے والی خرابیاں اور پیچیدگیاں بھی اسی تیزی سے ایک دوسرے سے ''ضرب'' ہوتی چلی جائیں گی اور ان پیچیدگیوں کا جو ''حل'' بھی تجویز کیا جائے گا وہ پس پردہ دوسری اور اس سے بڑی پیچیدگیاں پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہوگا، نتیجتاً یہ انعامی اسکیموں والا حربہ بھی زیادہ عرصہ کامیاب نہ ہوگا اور بہت سے غریب تو اس قسم کی انعامی اسکیمیں نکال ہی نہ سکیں گے، نتیجتاً.....تعویذ گنڈے.....، سورۂ مزمل کے ورد .....، بزرگوں سے خصوصی دعائیں کروانا.....اور ان سے مختلف قسم کی جھاڑ پھونکیں کروانا.....اور یہ کام سیکھنا جیسے دھندے شروع ہو جائیں گے..... پھر اس کے بعد بھی جب لڑکیوں کی شادیاں نہ ہو پائیں گی تو.....''روحانی بابوں'' کے ''روحانی علاج'' کے دھندے عروج پر پہنچنا شروع ہو جائیں گے.....''آپ کی بچیوں پر فلاں نے بندش کروادی ہے''.....رشتے آتے ہیں مگر.....''سونگھ سونگھ'' کر چلے جاتے ہیں.....یقیناً کسی نے ''کچھ'' کر دیا ہے.....، جنات کا اثر ہے.....اس قسم کے ڈائیلاگ (Dialogue) کا چرچا ہو جائے گا۔.....اور اس طرح بچیوں کے لئے مناسب لڑکوں کو ''پھانسنے'' کی عظیم مہمات شروع ہو چکی ہوں گے اور عجیب بات یہ ہوگی کہ جن بزرگوں کو بچیوں کی شادیوں کی دعاؤں کے لئے کہا جا رہا ہوگا تو وہ بزرگ خود اپنی بچیوں کے لئے دعا کی خاطر اپنے سے بھی بڑے کسی بزرگ کو تلاش کر رہے ہوں گے۔

غیر شادی شدہ بیٹیوں اور بہنوں کا حوالہ بھیک مانگنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جانے لگے گا

اور بہت سوں کی تو لڑکیاں اس کام میں بذات خود بھی شانہ بشانہ شریک ہو چکی ہوں گی اور ایک وقت آئے گا کہ جس شخص کی بیٹیاں زیادہ ہو گئیں، لوگ اسے دنیا کا مسکین اور پریشان ترین آدمی خیال کر کے اس کی مالی مدد کرنا اور اس پر ترس کھانے کو دنیا کی سب سے بڑی عبادت خیال کرنے لگیں گے، بسوں اور چوراہوں پر بھیک مانگنے والے بھکاری اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی عیال داری کے ساتھ اپنی غیر شادی شدہ جوان بیٹیوں اور بہنوں کا تذکرہ بھیک اکٹھی کرنے کا

بہترین ذریعہ سمجھیں گے۔

خرابی نمبر : بیوگان اور یتیم ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں گے

یہ حال تو کنواریوں کا ہوگا، بیوگان اور مطلقات کا تو پوچھنا ہی کیا، انہیں تو ایسے معاشرے نے یتیموں کی فہرست میں لا کھڑا کیا ہوگا اور قرآن نے جس اہتمام سے یتیموں پر خرچ کے فضائل بیان کئے ہوں گے، قوم نے بیوگان کو بھی اس صف میں شامل کر کے اسی اہتمام سے ان پر خرچ کے فضائل سنانے اور ان کے لئے بھی چندوں کا اہتمام شروع کر دیا ہوگا۔

ان کیلئے باقاعدہ قربانی کی کھالیں جمع کی جائیں، زکوٰۃ وفطرانوں پر مشتمل ٹرسٹ بنانے پڑیں گے۔

(بندہ یہ تحریر لکھ رہا تھا کہ اتفاقیہ طور پر اچانک بندہ کی نظر سامنے رکھے ہوئے ''ضرب مؤمن'' کی اس سرخی پر پڑی جس میں جلی حروف میں لکھا تھا: (''بیوہ کا غم ہلکا کیجئے'' معمار ٹرسٹ نے اس سال 32 ہزار بیوگان اور یتیموں میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا ہے۔)

علامہ اقبال نے تو محمود وایاز کو ایک صف میں کھڑے ہوتے دکھایا، ہم نے اپنے عمل سے بیوگان اور یتیموں کو ایک صف میں کھڑا کر دیا.....

خرابی نمبر : بذاتِ خود نکاح کا رجحان ہی بہت تیزی سے کم ہونے لگے گا

الغرض آہستہ آہستہ اس قوم میں خاندانی نظام برقرار رکھنے کے لئے نکاح کرنا اور اس بارے میں پریشان ہونا ایک اچھا خاصا بوجھ سمجھا جانے لگے گا، جس کے باعث بالآخر اس قوم میں سرے سے نکاح ہی کا رواج کم ہوتا چلا جائے گا۔ کھانا، پینا، جنسی ہوس کسی بھی طریقے سے پوری کرنا چونکہ آسان کام ہوں گے تو قوم بس انہی کاموں میں محدود ہو کر رہ جائے گی اور یہ قوم چونکہ مسلمان تھی، چنانچہ ''اسلام'' کے باعث اس قوم میں نکاح کا رواج یورپ کی طرح ختم تو نہ ہوگا، البتہ اتنا ضرور ہوگا کہ جیسے نماز وغیرہ کی پابندی اس مسلم قوم میں صرف مذہبی قسم کے لوگ ہی کرتے ہوں گے، اسی طرح نکاح بھی عموماً وہی نوجوان کیا کریں گے، جن کے سر پر پگڑی ہوگی اور چہرے پر داڑھی ہوگی یا کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق کے ساتھ تبلیغی جماعت میں اس کے کم از کم چار ماہ لگے ہوں گے، من حیث القوم جیسے نکاح کا رواج تھا تو دوسری، تیسری شادی کا رواج تو درکنار، بجائے خود نفس نکاح کا رواج ہی ختم ہوتا چلا جائے گا۔

خرابی نمبر : مذہبی خواتین کے نکاح میں مشکلات برقرار رہیں گی

لیکن یہ رجحان بھی اس قوم کے صرف مذہبی مردوں میں باقی رہے گا، ان کی اس رسم سے ان کی بہنوں اور بیٹیوں کو خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ نکاح کرنے والے ان داڑھیوں والے ''بنیاد پرستوں'' کے لئے بھی اپنی اولاد میں پیدا ہونے والی بیٹیوں کا باآسانی نکاح صرف اسی وقت ممکن ہوگا جب ان کے خاندان کے دوسرے ''بنیاد پرست'' زیادہ شادیاں کر کے ان خواتین کی طرف خاندان کے مردوں کی ایک معتدبہ (ضروری) طلب (Demand) پیدا کر دیں، اگر ایسا نہ ہوا تو ان بنیاد پرستوں کی اولاد کو بھی ایک بڑے پیمانے پر بالآخر خاندانی نظام کی اسی تباہی و بربادی کا شکار ہونا پڑے گا جس سے دوسری

قوم دو چار ہو رہی ہوگی۔

اگر اس قوم میں ایک سے زائد نکاح کا رواج ہوتا

یاد رکھیے! ہم نے جس قوم کی فرضی مثال دی، اگر اس قوم متعدد شادیوں کا رواج ہوتا اور جب ایک ایک فرد ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی کوشش کرتا تو بے نکاحی عورتوں کی اتنی کمی ہو جاتی کہ بہت سے اچھے مرد اچھی لڑکی کے ہم پلہ بلکہ ان سے برتر ہونے کے باوجود کنوارے رہنے پر مجبور ہوتے اور یوں وہ اس انتظار میں رہتے کہ کسی کو طلاق ہو یا کوئی عورت بیوہ ہو تو ہم فوراً اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مردوں میں موت کے اسباب خواتین سے زیادہ ہوتے ہیں اور جنگوں اور مختلف حوادث کا شکار ہو کر مرنے کی شرح مردوں میں عورتوں سے زائد ہوتی ہے، اس بنا پر اس قوم میں عورتوں کی (Supply) اور مردوں کی ان کی طرف نکاح والی طلب (Demand) میں فطری توازن قائم رہتا.....مگر اس قوم کے مردوں نے ایک بیوی پر قناعت کر کے فطرت کے وضع کردہ اس توازن کو بگاڑ کر رکھ دیا جس کی وجہ سے یہ قوم تباہی و بربادی کے اس دہانے تک پہنچی، جس کا کچھ تذکرہ ہوا..... کیونکہ فطرت نے مرد کے دل میں جب زیادہ عورتوں کی طلب رکھی تو اس نے عورتیں اسی طلب (Demand) کے حساب سے پیدا کیں، فطرت، طلب کی اس مصنوعی کمی سے عورتوں کی شرح پیدائش (Supply) اور رسد میں کمی پر ہرگز آمادہ نہیں ہوتی۔ جس کے باعث فطرت کا وضع کردہ (Supply) اور (Demand) کا توازن غیر معمولی طور پر بگڑ کر تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔

کیا ہماری یہ باتیں مبالغہ پر مبنی ہیں؟

ممکن ہے کہ اس تحریر کے پڑھنے والے حضرات کو ہماری یہ باتیں مبالغہ آمیز معلوم ہو رہی ہوں اور ہم نے جس قوم کی فرضی مثال دی، آپ اسے محض فرضی ڈرامہ سمجھ کر اپنے اور اپنی قوم کے حالات اس پر منطبق کرنے کو تیار نہ ہوں، لیکن یاد رکھیے! اگر آپ سنجیدگی سے غور کریں گے تو آپ کو ہمارا یہ دعویٰ روز روشن کی طرح واضح اور حقیقت پر نظر آئے گا۔

یاد رکھیے! جیسے تجارت کی طرف تاجروں کی طلب میں غیر معمولی کمی، معیشت کے توازن کے غیر معمولی بگاڑ کا سبب بن کر بالآخر بہت بڑی تباہی کا سبب بنتی ہے، بالکل اسی طرح مردوں میں عورتوں سے کئی گنا زائد جنسی قوت رکھ کر اور کثرتِ اولاد وغیرہ سے متعلق بہت سے حسّی اور واضح منافع ان عورتوں سے وابستہ کر کے.....فطرت کسی بھی قوم کے مردوں میں عورت کی طرف نکاح والی جو طلب پیدا کرنا چاہتی ہے اور شریعت (جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے) متعدد شادیوں کو مستحب یا کم از کم مباح قرار دے کر جس طلب کو فطرت کے تقاضے کے عین مطابق برقرار رکھنا چاہتی ہے بلکہ اس میں اضافہ کرنا چاہتی ہے، تو پوری قوم کا اس فطرت کے برخلاف ایک بیوی پر اکتفاء کرنا اور دوسری شادی کے لئے ایک آدھ کے سوا عملاً کسی کا بھی تیار نہ ہونا، عورت کی طرف نکاح والی اس طلب میں غیر معمولی کمی کا ذریعہ بنتا ہے اور تجارت کی طرح عورتوں کی طرف نکاح والی اس طلب میں غیر معمولی کمی بھی خاندانی نظام کے قائم شدہ اعتدال کو بری طرح متاثر کرتے ہوئے اس اعتدال و توازن میں بہت بڑے بگاڑ کا سبب بنتی ہے اور بالآخر بہت بڑے فساد اور تباہی کا ذریعہ بنتی ہے، جس کا کچھ تذکرہ پچھلی سطور میں ہوا۔

تباہی کی رفتار ابتداءً سست مگر پھر تیز ہوتی چلی جائے گی

کسی بھی قوم میں جس میں صرف ایک شادی کا رواج ہو، ابتداءً تو اس تباہی و بربادی کے آثار اتنے آہستہ آہستہ نمودار ہوتے ہیں کہ ان آثار کا عموماً شعور ہی نہیں ہوتا، مگر جیسے جیسے یہ تباہی اپنے انجام کو پہنچ رہی ہوتی ہے، اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی آنا شروع ہوجاتی ہے اور مثلاً کسی بھی قوم کو اب تک جس تباہی سے دوچار ہونے میں جتنا عرصہ لگا، تو اس سے زیادہ اور اس سے کئی گنا بڑی تباہی و بربادی تک پہنچنے میں صدیوں کی بجائے سال اور پھر مہینے درکار ہوں گے۔

تباہی سے سب سے زیادہ متاثر مذہبی لوگ ہوں گے

یاد رکھیے.....! خاندانی نظام (Family System) کی اس تباہی و بربادی کا سب سے زیادہ نقصان اسی دین و مذہب کو پہنچے گا جس دین کی ترویج و اشاعت کی خاطر دین کی خدمات میں مصروف رہنے والے حضرات اس عمل کو اپنے کاموں میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور اس عمل سے اجتناب میں ہی عافیت محسوس کرتے تھے۔

یاد رکھیے! جیسے تجارت کی طرف فطری طلب کی کمی کے باعث معیشت کی تباہی کا واحد علاج صرف اور صرف یہ کہ جس قوم نے تجارت کے معاملے میں غایت درجہ کی قناعت کی قسم اٹھائی ہوئی ہے، اس قوم کو کوڑے مار مار کر قسم توڑنے پر مجبور کیا جائے، اسی طرح پوری قوم نے نکاح کے معاملے میں غایت درجہ کی قناعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورتوں کی رسد (supply) اور ان کی طرف مردوں کی طلب (Demand) کے اعتدال کو جس طرح متاثر کیا ہے اور خاندانی نظام کو جس تباہی و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے، اس کا بھی صرف اور صرف واحد علاج یہی ہے کہ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب سے ڈرا کر اللہ تعالیٰ کے حلال کو عملاً حلال سمجھنے اور اس کے عملی اقدام پر اپنے قول و عمل سے اس وقت تک مجبور کیا جائے جب تک یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حلال کردہ کام کو عملاً حلال سمجھنا نہ شروع کر دیں۔

کیا کسی فرد واحد کے عمل سے پوری قوم میں رواج ہوجائے گا؟

اس عملی ترغیب اور ترہیب سے ہم اس خوش فہمی کا تو ہرگز شکار نہیں کہ قوم سدھر جائے گی، لیکن اتنا ضرور ہوگا کہ کسی خاندان کا کوئی بھی فرد اپنے عمل سے صرف اپنی ہی اولاد اور آیندہ نسل میں اس سنت کا رواج ڈالنے میں کامیاب ہوگیا تو ان شاءاللہ تعالیٰ اس کی آیندہ نسل میں وجود میں آنے والے خاندان اس تباہی و بربادی سے محفوظ ہوجائیں گے۔

اگر یہ فرد سادات میں سے تھا، تو اس کی آیندہ آنے والی نسل میں پیدا ہونے والی بچیوں کے اولیاء اپنی قوم کے باصلاحیت لڑکوں کو چھوڑ کر بیٹیاں گھروں میں بٹھائے رکھنے یا غیر کفو میں بیاہنے پر مجبور نہ ہوں گے، اگر کوئی عالم دین اپنی متعدد شادیوں کی وجہ سے آنے والی آزمائشوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر برداشت کرے، اور کم از کم اپنی نرینہ اولاد میں اس رواج کو جاری کرنے میں کامیاب ہوجائے تو اس عالم دین کی پیدا ہونے والی نسلوں میں ظاہر ہونے والے خاندانوں کی بچیاں اپنے ہی خاندان کے علماء اور باصلاحیت نوجوانوں کو چھوڑ کر بے دین، جہلاء، یا غیر خاندان میں بیاہنے پر یا ساری ساری عمر گھروں میں بیٹھنے پر مجبور نہ ہوں گی۔

جس خاندان یا معاشرے میں متعدد شادیوں کا رواج پڑ گیا، اس خاندان میں بچیاں باپ پر بوجھ بننے کے بجائے کس طرح سے واقعی رحمت ثابت ہوتی ہیں؟ اور ان کا اپنے خاندان میں مقام اور قدر و قیمت ہوتی ہے، ایسے معاشرے کے کیا حالات ہوتے ہیں، نیز شریعت نے عائلی قوانین سے متعلق جو احکام دیئے ہیں، ان کی حکمتیں ایسا معاشرہ کیسے حاصل کرتا ہے؟ اس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آرہی ہے۔

ابھی ہم نے جس معاشرے کی تباہی کی مثال دی کہ جس میں صرف ایک شادی کا رواج تھا، اس مثال کی تکمیل کے لئے اتنا سمجھئے کہ یہ وہ معاشرہ تھا جس میں مرد و زن کی آبادی کا تناسب برابر تھا، جبکہ عملاً ایسا ہوتا نہیں، عورتیں عموماً مردوں سے تعداد میں زیادہ ہوتی ہیں، تو جب عورتیں مردوں سے شرح پیدائش اور بعد دوسری وجوہات کی بناء پر تعداد میں بھی زائد ہوں تو ایسے معاشرے اور ایسے خاندان کے وہ تمام افراد جو ایک نکاح کے بعد مزید کسی بھی نکاح کے لئے تیار نہ ہوں اور اس کام کو اپنے اہم کاموں میں بہت بڑا ''حرج'' گردانتے ہوں گے تو یہ حضرات اپنی اولاد اور اولادوں کی اولاد میں پیدا ہونے والی بیٹیوں کی نکاح کے حق میں کس طرح قدر و قیمت مزید گرانے کا سبب بن رہے ہیں؟ کیا ان کی نسل میں پیدا ہونے والا ایک باصلاحیت لڑکا جو پہلے سے شادی شدہ ہو، انہی کی نسل میں پیدا ہونے والی لڑکی سے یہ سوچ کر نکاح کرلے گا کہ اگر میں نے نہ کی تو میرے خاندان کی یہ لڑکی (جن میں بعض طلاق یافتہ، اور بعض بیوگان بھی ہوں گی) ساری عمر بیٹھی رہے گی یا خاندان و غیر خاندان کے کسی نااہل سے نکاح پر مجبور ہو جائے گی؟ ہرگز وہ اس نکاح پر تیار نہ ہوگا، آپ کی اولاد میں پیدا ہونے والا مرد بھی دوسری شادی والے اس ''مکروہ عمل'' کو اپنے اہم کاموں میں آپ کی طرح بہت بڑا حرج گردانتے ہوئے کبھی اس کام کے قریب بھی نہ پھٹکے گا اور آپ کی طرح یہ سوچے گا کہ: ''لو کان خیر السبقونا الیہ'' (اگر یہ کوئی بہتر کام ہوتا تو ہم سے پہلوں نے ضرور کیا ہوتا)

مظلوم کا تصور ظالم کے تصور کے بغیر ممکن نہیں

آج اگر کوئی فرد کسی بھی وجہ سے اس سنت پر تیار نہیں تو جتنی مشکل آج یہ سنت زندہ کرنے میں ہو رہی ہے ہے..... آنے والی نسلوں میں اس کا تصور مزید مشکل ہو جائے گا.....؟ اور اپنے خاندان میں پیدا ہونے والی وہ بیٹیاں جو اس خاندان میں پیدا ہونے والے مردوں سے زائد ہوں گی یا ان کے خاندان میں ہم پلہ اور کفوان بچیوں کی تعداد کے مقابلے میں کم ہوں گے اور اس بنا پر ان کے لئے اپنے خاندان میں نکاح ناممکن ہوگا تو ایسی بیٹیوں پر اس قسم کے ''ظلم'' کا گناہ کس پر ہوگا؟

کیا اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ ظالم کہا جائے گا کہ اس نے ان عورتوں کو پیدا ہی کیوں کیا؟ یا وہ فرد مجرم ٹھہرے گا جو ان حالات پر مطلع ہونے اور ان کی طرف توجہ جانے کے باوجود بھی اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کو تیار نہ ہوا؟ اگر آج عورت مظلوم ہے تو مظلوم کا تصور کیا ظالم کے تصور کے بغیر ممکن ہے؟ لہٰذا جب کوئی نہ کوئی ظالم ضرور ہے تو پھر اس سوال کا جواب آپ بار بار سوچیے کہ وہ ظالم ہے کون.....؟؟؟ ممکن ہے کہ کسی کو خیال ہو کہ نسل میں پیدا ہونے والی یہ بچیاں جن کا خاندان میں کوئی کفو نہیں تھا، خاندان سے باہر نکاح کرلیں گی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس خاندان کے لڑکوں سے یہ لڑکیاں نکاح کریں گی تو اس

لڑکے کے خاندان کی لڑکیوں سے نکاح پھر کون کرے گا کہ جن کے لئے پہلے ہی اپنے خاندان کے ''مناسب'' مرد کافی نہ تھے اور یہ حقیقت ہے کہ بہت کم خاندان ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں مردوں کی مجموعی تعداد ان کی عورتوں سے زائد ہو، یا ان میں ہر مرد ہر عورت کا کفو ہو..... اکثر خاندانوں میں عورتیں تعداد میں مردوں سے زائد ہی ہیں، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو بھی ان مردوں میں بھی سارے اس قابل نہیں ہوتے کہ خاندان کی کسی بچی کا نکاح ان سے کر بھی دیا جائے۔ کیونکہ مردوں میں آوارگی، لاپروائی اور شراب، چرس وغیرہ جیسی نشہ آور چیزوں کا رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ جس کے باعث خاندان کے ایسے نوجوان اس قابل نہیں ہوتے کہ کسی بھی لڑکی کو نکاح کر کے بلا جھجک ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اس زمانے میں بعض علماء اپنی بیٹیوں کی شادیاں جو اپنے بعض باصلایت تلامذہ (شاگردوں) سے کر دیتے ہیں تو مشاہدہ ہے کہ ان کا یہ عمل عموماً ان تلامذہ کے خاندان کی عورتوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور اس عمل سے ان عورتوں کے لئے مناسب رشتے کے حصول میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کو ہماری ان باتوں میں مبالغہ نظر آئے اور آپ یہ محسوس کر رہے ہوں کہ شاید ہم نے تعدد ازواج کی اہمیت اور اس پر آپ کو ابھارنے میں کچھ مبالغے سے کام لیا ہے، مگر آپ کی یہ سوچ ہرگز درست نہیں، اس تباہی و بربادی کو جو کسی بھی خاندان و معاشرے میں ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، آگے ان شاء اللہ اس پر مزید وضاحت سے بیان ہوگا، فی الحال ایک اعتراض اور اس کے جواب کے بعد اس پر کچھ دلائل کا بیان ہوگا کہ عورتیں تعداد میں مردوں سے عموماً زیادہ ہوتی ہیں، خصوصاً اس زمانے میں عمومی طور پر ہر خاندان میں عورتوں کی مجموعی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ إلا ماشاء اللہ۔

تعدد زوجات اگر اہم مسئلہ ہے تو وقت کے اکابر کی اس طرف توجہ کیوں نہ گئی؟

ایک مرتبہ ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ مولانا صاحب! اگر اس زمانے میں متعدد شادیوں کی واقعی اتنی ضرورت اور اہمیت ہے تو ماضی قریب کے اکابر اور موجودہ اکابر میں مثلاً فلاں فلاں بزرگ نے یہ ''تجدیدی کام'' کیوں نہ کیا؟

میں نے بطور تمہید جواب سے قبل ایک واقعہ سناتے ہوئے ان سے کہا کہ صدیوں قبل غالباً بغداد کے ایک بڑے مدرسے میں ایک بوڑھی عورت وقت کے کسی بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی، ان بزرگ مفتی کو اتفاق سے مسئلہ معلوم نہ تھا، لہٰذا انہوں نے صاف طور پر فرما دیا کہ ''لا أدری'' (مجھے معلوم نہیں) وہ بڑھیا یہ جواب سن کر غصے سے کہنے لگی کہ جب تمہیں مسئلہ معلوم نہیں تو مدرسہ سے تنخواہ کس چیز کی لیتے ہو؟

وہ بزرگ مفتی صاحب فرمانے لگے کہ ''اماں جی! میں وظیفہ ان باتوں پر لیتا ہوں جو مجھے معلوم ہیں، اگر مجہولات پر یعنی ان باتوں اور مسائل پر وظیفہ لینا شروع کر دوں جو مجھے معلوم نہیں تو ساری دنیا کی دولت بھی میرے وظیفے کے لئے کافی نہ ہو۔'' اس لئے کہ ہر شخص کو وہ باتیں جو اسے معلوم ہیں، وہ محدود ہیں اور جو باتیں اسے معلوم نہیں ان کی تعداد لامحدود ہے، تو لامحدود باتوں کا وظیفہ بھی لامحدود ہونا چاہیے۔

یہ واقعہ سنا کر سوال کرنے والے صاحب سے میں نے کہا کہ ہمارے اکابر علماء کو جو فضیلت حاصل ہے تو وہ ان تجدیدی کاموں کی بنا پر حاصل ہے جو وہ کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں، چنانچہ آپ اگر اکابر میں سے کسی بھی بزرگ کے بارے میں یہ سوچنا شروع کر دیں گے کہ وہ کون کون سے تجدیدی کام ہیں جو مثلاً فلاں فلاں بزرگ ''نہیں'' کر رہے تو اس بنا پر تو آپ کے دل میں شاید دنیا میں کسی سے بھی عقیدت نہ رہے۔

پھر میں نے ان کے سامنے کچھ مثالیں ذکر کیں اور کہا کہ وقت کے اکابر میں مثلاً حضرت اقدس مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو لے لیجئے، حضرت کا سود جیسی لعنت کے خاتمے کے لئے جدید اسلامک بینکنگ سے دنیا کو متعارف کرانا اور جدید معیشت وتجارت وغیرہ سے متعلق مسائل پر عبور حاصل کرنا اور اس بارے میں پوری دنیا خصوصاً علماء عرب پر اپنے علم کی دھاک بٹھا کر اپنے علم کا لوہا منوانے جیسا تجدیدی کام ہی صرف ایک ایسا کارنامہ ہے جو کسی بھی مسلمان کے دل میں آپ کی غیر معمولی عقیدت پیدا کئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصوف کو ایسی بے شمار بدعات وخرافات سے پاک کیا کہ جن بدعات میں بہت سے اچھے خاصے سمجھدار مسلمان بلکہ علماء بھی مبتلا ہو چکے تھے، چنانچہ ایسی بدعات سے پاک کرتے ہوئے پیری مریدی کی اصل شرعی حیثیت سے ہند کے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، نیز خواتین میں پھیلی ہوئی بدعات اور رسومات پر خصوصی وعظ فرمائے اور کتابیں لکھیں، اسی بناء پر تو آپ کو ''حکیم الامت'' کا لقب ملا، تو اب اگر کوئی شخص حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اور اس جیسے بعض دوسرے تجدیدی کاموں پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ اگر یہ کام واقعی اتنے اہم تھے تو حضرت کے اکابر جو وقت کے بڑے بڑے علماء میں سے تھے، انہوں نے کیوں نہ کئے؟ حالانکہ ان بدعات کے خاتمے کی ضرورت تو حکیم الامت سے پہلے بھی تھی، یا مثلاً اب اگر کوئی حضرت اقدس مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اشکال کرنے لگے کہ سود کے خاتمے کے لئے اسلامی نظامِ معیشت سے دنیا کو متعارف کروانا اور اس سلسلے میں جدید معیشت و تجارت سے متعلق امور پر غیر معمولی مہارت پیدا کرتے ہوئے ان امور پر اپنی صلاحیتوں کا ایک کثیر حصہ خرچ کرنا واقعی اگر کوئی بہت اہم کام ہے تو حضرت کے والد محترم حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یا دوسرے اساتذہ مثلاً حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تجدیدی کام کیوں نہ کیا.....؟

نیز علامہ ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ ابن القیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے وقت میں قوم کو خصوصیت کے ساتھ جہاد پر جمع کرنے اور بعض ایسے منکرات وخرافات کے خلاف غیر معمولی تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے جو آپ دونوں کے اساتذہ نے سرانجام نہیں دیئے..... پھر علامہ ابن تیمیہ وابن القیم رحمہما اللہ تعالیٰ ہی کے شاگردوں میں بہت سے ایسے گزرے ہوں گے، جنہوں نے بعض دوسرے ایسے تجدیدی کام کئے ہوں گے جو خود علامہ ابن تیمیہ وابن القیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کی طرف توجہ نہ ہونے کے باعث یا مثلاً اور کسی عذر سے نہ کئے ہوں۔

الغرض ایسے اعتراضات کرنے والوں کو یہ کہا جائے گا ان اکابر نے جو تجدیدی کام کئے ان تجدیدی کاموں کو بنیاد بنا کر ان اکابر کے اکابر پر اس لئے اشکال نہیں کیا جا سکتا کہ اکابر کے ان اکابر نے کچھ اور دوسرے ایسے تجدیدی کام کئے جو یہ تلامذہ

نہ کر سکے۔

الغرض اکابر یا کسی بھی عالم کے ان تجدیدی کاموں کو دیکھ کر ان سے عقیدت کی جاتی ہے جو وہ کر رہے ہیں اور وہ تجدیدی کام جن کی طرف ان حضرات کی مختلف اہم کاموں میں مشغولیت کے باعث توجہ ہی نہ جا سکی..... یا توجہ تو گئی مگر ان کے لئے وقت نہ نکال سکے..... یا وقت بھی نکل گیا مگر اس بارے میں شرح صدر نہ ہو سکا تو ایسے کاموں کو دیکھ کر نہ تو ان سے بدگمان ہونا جائز ہے اور نہ ہی یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تجدیدی کام جو یہ حضرات نہیں فرما رہے، غیر اہم اور فضول ہیں۔

چنانچہ وقت کے اکابر یا ان سے عقیدت رکھنے والے اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے والے ہمارے جیسے اصاغر (چھوٹوں) میں سے اگر کوئی فرد یا متعدد افراد ایسا تجدیدی کام سرانجام دینے کی کوشش کریں جو ''پہلوں'' نے نہیں کیا تو یہ ان اکابر ہی کی جوتیاں سیدھی کرنے اور ان سے عقیدت ومحبت ہی کی برکت کا نتیجہ ہوگا، لہٰذا اس بنا پر نہ صرف یہ کہ اکابر سے بدگمانی جائز نہ ہوگی بلکہ بدگمان ہونے والے کا یہ عمل شاید اس کی حماقت کی بھی دلیل ہے۔

ہمارے اکابر نے سو سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ہندوستان سے انگریز کو مکمل نکال باہر کرنے جیسا عظیم تجدیدی کام سرانجام نہ دیتے تو آج ہم متعدد شادیوں کی عمل ترغیب کی ضرورت پر سوچنے اور لکھنے کے بجائے، پتلون چڑھائے کسی انگریز کے بوٹ پالش کرنے والا ''تجدیدی کارنامہ'' سرانجام دے رہے ہوتے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی میں اپنی حفاظت کے پیشِ نظر مسلح پہرے دار (Body Guards) رکھے جو نماز کے وقت میں بھی منبر پر چڑھ کر مسلسل پہرا دیتے تھے، تو حضرت کے اس عمل پر بہت سوں نے اعتراض کیا کہ حضرت کا یہ عمل توکل کے خلاف ہے، کیونکہ اگر اس طرح سے مسلح پہرے داری کی کوئی ایسی ہی ضرورت تھی تو ہمارے ماضی قریب کے اکابر نے اس طرز پر اس طرح سے پہرے داری کا انتظام کیوں نہ کروایا، حالانکہ دشمنیاں تو ان حضرات کے زمانے میں بھی تھیں؟

حضرت والا نے اس پر ''مسلح پہرہ اور توکل'' کے عنوان سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا اور مذکورہ بالا اعتراض پر جو جملہ تحریر فرمایا وہ پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں:

> ''جب آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، تعامل خلفاء راشدین، اجماع وقیاس سے حفاظتی تدابیر کا حکم خوب واضح ہو گیا تو اب اگر ہمیں سلف صالحین میں سے کسی بزرگ کا عمل بظاہر اس کے خلاف نظر آتا ہے تو اس متفق علیہ حکم شرعی میں شک کرنے کے بجائے اس عمل کی بنیاد تک رسائی حاصل کر کے [ان بزرگ کے قول کی] مناسب وصحیح توجیہہ کرنا لازم ہے۔'' (احسن الفتاویٰ، ۶/ ۲۹۹)

عورتوں کی آبادی کا تناسب عمومی طور پر مردوں سے زائد رہتا ہے، اس کے درج ذیل دلائل اور وجوہات ہیں

پہلی وجہ

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے سے پیدا فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ: {إنّا کلّ شیئٍ خلقناہ بقدرٍ} (سورۃ القمر)
ترجمہ: ''ہم نے ہر چیز کو ایک متعین اندازے سے پیدا کیا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شیٔ کو حکمت کے ساتھ ایک اندازے سے پیدا کیا ہے، تو جس خالق نے مردوں میں عورتوں سے زائد جنسی رغبت رکھی، اس نے اسی حساب سے مردوں کے مقابلے میں زائد عورتوں کو پیدا بھی کیا ہوگا، تاکہ ایک مرد اپنی اس فطرت کے موافق عورتوں کو، خواہ وہ عورتیں اپنی قوم کی ہوں یا اگر اپنی قوم میں عورتوں کی تعداد کم ہو تو دوسری اقوام کی عورتوں سے نکاح کر کے بیک وقت متعدد کو بسہولت نکاح میں جمع بھی کر سکے۔ بیل، گائے، بکرا، بکری اور مرغا، مرغی وغیرہ میں بھی ''نر'' ذبح ہونے اور گوشت کھانے کے لئے یا کسی اور طرح سے مرنے کے لئے ہوتے ہیں، تو الد و تناسل کے لئے صرف ایک نر متعدد مادہ کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں میں بھی خواتین کی نسبت مرد اموات کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

البتہ عجیب بات ہے کہ وہ قوم جس کے مرد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے قربان اور شہید ہونے لگیں تو مشاہدہ کہ اس قوم میں اللہ تعالیٰ، لڑکوں کی شرح پیدائش بڑھا دیتے ہیں۔

چنانچہ افغانوں کے ہاں سنا ہے کہ لڑکوں کی شرح پیدائش لڑکیوں سے زیادہ ہے۔

استاذ محترم مفتی ابولبابہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا ایک دلچسپ ملفوظ

بندہ کے استاد محترم اور بیک وقت شاہانہ اور فقیرانہ، دونوں قسم کی متضاد صفات کے حامل ''ومن أسباط سیدنا وحبینا حسن بن فاطمۃ ابنۃ سید الأنبیاء محمد المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ونجیب الطرفین''، مشفق استاذ حضرت مفتی طاہر (مفتی ابولبابہ) صاحب مدظلہ العالی نے حسب معمول اپنے نوادرات میں سے ایک مرتبہ سبق کے دوران ایک بڑی عجیب نادر بات پیش فرمائی:

فرمایا کہ فلسطینی مسلمان جو کثرت سے اللہ کے راستے میں جانیں قربان کر رہے ہیں، اللہ ان کے جہاد سے راضی اور خوش ہے اور ان کی کوشش واقعی شرعی جہاد ہے۔ اس دعویٰ کی میرے پاس ایک ایسی دلیل ہے جو نہ تو نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی (حالانکہ دلائل انہی دو قسموں کے ہوتے ہیں)

پھر فرمایا کہ اس دلیل کا نام ''روحانی'' دلیل ہے اور وہ یہ کہ فلسطینیوں کے ہاں مجموعی سطح پر بیٹوں کی شرح پیدائش لڑکیوں

کی نسبت زیادہ ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حملوں میں کثرت سے شہید ہونے والے مردوں کی کمی کو اس قوم میں نرینہ اولاد کی شرح پیدائش بڑھا کر پورا کر رہے ہیں، اس کے برعکس ان کے دشمن یہودیوں کے ہاں لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اگر فلسطینیوں کے حملوں سے ناراض ہوتا تو اس قوم میں نرینہ اولاد کی شرح پیدائش بڑھا کر شہید ہونے والے مجاہدین کی اس ''کمی'' کو کیوں پورا کرتا؟

سبحان اللہ! واقعی جہاد فلسطین کے شرعی ہونے کے دعویٰ پر یہ دلیل کسی بھی شخص کو تعجب میں ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی مگر اس دلیل کو ''روحانی دلیل'' سے تعبیر کرنا استاذ محترم ہی کا کمال ہے۔

دوسری وجہ: محکوم کی تعداد حاکم سے زائد ہوتی ہے

ارشادِ باری ہے: {اَلرِّجال قوّامون علی النّساء} (سورۃ النساء) (مرد عورتوں پر حکمران ہیں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اپنی زوجہ کا بہترین دوست ہونے کے ساتھ ساتھ زوجہ کے لئے بمنزلہ حاکم بھی قرار دیا اور محکوم میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے حاکم سے تعداد میں کچھ تو زائد ہو، اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب دنیا میں مجموعی سطح پر عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد ہو، خواہ شرح پیدائش کے لحاظ سے یا عورتوں کی نسبت مردوں میں شرح اموات کا تناسب زیادہ ہونے کی وجہ سے۔

تیسری وجہ: عورتوں کی شرح پیدائش کی کثرت حدیث سے ثابت ہے

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ عورتیں مردوں سے زیادہ جہنم میں جائیں گی اور اس حدیث میں عورتوں اور مردوں سے مراد مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں، کیونکہ اس حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے کثرت سے جہنم میں جانے کے جو اسباب ذکر فرمائے، ان اسباب میں کفر کا ذکر نہیں، چنانچہ فرمایا کہ:

''تکثرن اللعن و تکفرن العشیر...''

دوسری طرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں جانے والے ہر مسلمان مرد کو حور کے علاوہ کم از کم دو بیویاں دنیا کی مسلمان عورتوں میں سے ملیں گی۔

سوچیے! جب ادنیٰ جنتی کا یہ حال ہے تو اعلیٰ درجہ کے جنتی کو جنت میں جانے والی دنیا کی عورتوں میں سے کتنی ملیں گی؟

اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مسلمان عورتوں کی مجموعی تعداد مسلمان مردوں کی نسبت غیر معمولی طور پر زائد ہو۔

چوتھی وجہ: فیملی پلاننگ کا رواج لڑکیوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ کا سبب ہے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والوں کا یہ پروپیگنڈا کہ ''بچے کم ہی اچھے'' حکومت کی نگرانی میں مسلسل شور اور اشتہار بازی سے عوام میں بلکہ لاشعوری طور پر بہت سے اہل علم میں بھی غیر معمولی طور پر مؤثر ہو رہا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب اگر کسی کی اولاد میں پہلے نمبر پر لڑکی کی ولادت ہو تو لڑکے کی خواہش میں والدین اگلی ولادت سے زیادہ وقفہ مناسب نہیں سمجھتے اور ولادت کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

چنانچہ اگر ڈیڑھ دو سال کے بعد پھر دوبارہ لڑکی ہی کی ولادت ہو جائے تو یہ سلسلہ مزید چلتا رہتا ہے اور بیٹے کی خواہش میں یہ سلسلہ بسا اوقات چھ سات لڑکیوں تک جا پہنچتا ہے۔

اس کے برعکس کسی کے ہاں پہلے یا دوسرے نمبر پر لڑکے کی ولادت ہو جائے تو دو تین بچوں کے بعد ہی ولادت کا سلسلہ بند کروا دیا جاتا ہے کہ بس اب فیملی مکمل ہو گئی، کیونکہ اس زمانے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ گو کہ ''بچے کم ہی اچھے'' مگر ان ''کم'' بچوں میں زیادہ نہیں تو کم از کم ایک آدھ لڑکا ضرور ہو۔

فیملی پلاننگ والے بھی اپنے اشتہار میں جو تصویر دکھاتے ہیں تو اس میں ان سے ایک بہت بڑی ''اجتہادی غلطی'' یہ ہوتی ہے کہ یہ حضرات اس اشتہار میں لڑکی کے ساتھ ایک عدد ''لڑکا'' (جو لڑکی سے عمر اور سائز میں تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے) لڑکی کے ساتھ کھڑا ضرور دکھاتے ہیں، ان دونوں بچوں کے پیچھے ان کے والدین کھڑے مسکرا رہے ہوتے ہیں اور بزبان حال یہ بتا رہے ہوتے ہیں کہ دیکھو.....! ہم ایک بیٹی اور اس کے ساتھ عمر میں اس سے بڑے (اور ذمہ دار) ایک عدد بیٹے کے ساتھ ہلکی، پھلکی اور کیسی خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں اور ہماری یہ فیملی گو کہ ''مختصر'' سہی.....مگر بیٹے اور بیٹی کے اس حسین اجتماع سے کتنی جامع اور.....''پُراثر''.....سی ہے۔

فیملی پلاننگ والے اس قسم کے اشتہار جگہ جگہ چسپاں تو کر دیتے ہیں مگر جب عوام ان اشتہارات کے موافق عمل شروع کرتے ہیں تو ایک بہت بڑی مصیبت یہ کھڑی ہو جاتی ہے کہ پہلے یا دوسرے نمبر پر بیٹا پیدا کرنا اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، کیونکہ خالق کائنات جس نے انسان کی فطرت میں اولاد کی کثرت کی رغبت رکھی۔ انسانوں کے خود ساختہ نظریات اور فیملی پلاننگ والوں کے غیر معمولی جذبات سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتا اور ہر ایک کو مثلاً پہلے دوسرے نمبر پر یہ سوچ کر بیٹے دینا نہیں شروع کر دیتا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو منصوبہ بندی والوں کے نظریات سے ڈسی ہوئی یہ قوم بیٹے کی لالچ میں کنبہ (خاندان) بڑھاتے ہوئے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد کے غیر معمولی اضافے کا سبب بن جائے گی اور یوں مرد و عورت کی مجموعی آبادی کے فطری توازن میں زبردست بگاڑ پیدا کرتے ہوئے خاندانی منصوبہ بندی کے بجائے ایک بڑے پیمانے پر خاندانی بگاڑ بندی کا سبب بن بیٹھے گی۔

لہٰذا خالق کائنات انسانوں کے خود ساختہ نظریات کے بجائے اپنے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے جسے چاہتا ہے پہلے یا دوسرے نمبر پر بیٹے دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، پہلے یا دوسرے نمبر پر بیٹیاں دے دیتا ہے۔

پھر جس کے بیٹے ہو جائیں وہ مزید ولادت کا سلسلہ روک دیتا ہے اور جس کے ایسا نہ ہو وہ مسلسل لڑکیاں پیدا ہونے دیتا ہے اور ان حالات میں سے اس قوم کو اتنا زیادہ واسطہ پڑ رہا ہے کہ حکومت کو جگہ جگہ بورڈ نصب کرنے پڑ رہے ہیں کہ:

''بیٹی بھی اللہ کی رحمت ہے، لہٰذا بیٹے کی لالچ میں کنبہ نہ بڑھائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے تو واقعی بیٹی کو رحمت بنایا تھا مگر منصوبہ بندی والوں نے لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی مجموعہ شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ کروا کر لڑکیوں کو رحمت کے بجائے واقعی بوجھ اور زحمت بنا دیا۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ کسی قوم میں مثلاً پچاس عدد شادی شدہ جوڑے ہوں اور ان مجموعہ جوڑوں میں جس کے ہاں ابتداء میں بیٹے پیدا ہو جاتے ہوں تو وہ دو تین بیٹوں کے بعد ولادت کا سلسلہ بند کروا دیتا ہو مگر انہیں جوڑوں میں جس کے ہاں ابتداء میں بیٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو وہ بیٹے کی لالچ میں مسلسل اور کم وقفے کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رکھتا ہو، جس کے باعث بعض خاندانوں میں چھ سات بیٹیوں کی پیدائش تک بچے کی ولادت کا سلسلہ چلتا ہو تو صرف پندرہ، بیس برسوں میں قوم میں مردوں اور عورتوں کی مجموعی آبادی کا تناسب (Ratio) کیا ہو جائے گا.....؟

منصوبہ بندی والوں کا خیال تھا کہ لوگوں کو شاید یہ شرعی مسئلہ معلوم نہیں کہ ''بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے'' چنانچہ منصوبہ بندی والوں نے مذکورہ بالا بحران پر قابو پانے کا یہ حل تجویز کیا کہ وہ قرآن وحدیث کی (ادھوری اور ناقص) تعلیم دیتے ہوئے قوم کو اس شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں گے کہ ''بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

چنانچہ اس شرعی مسئلہ کی مضحکہ خیز اشاعت کے ذریعے حکومت قوم کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ ''جب بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تو بیٹے کی لالچ میں کنبہ نہ بڑھایا جائے۔'' مذکورہ بالا بحران پر قابو پانے کے لئے حکومت کا یہ اقدام انتہائی احمقانہ ہے۔

وہ اس لئے کہ جس کے بیٹیاں پیدا ہو جائیں تو وہ حکومت کے اس قسم کے اشتہارات سے متاثر ہو کر خصوصاً اس زمانے میں بیٹے کی خواہش ترک نہیں کر سکتا کیونکہ یہ زمینی حقائق ہیں کہ اس زمانے میں جس کے بیٹیاں زیادہ پیدا ہو گئیں تو ایسے شخص کو ان بچیوں کی کفالت اور نکاح وغیرہ سے متعلق خرچوں سے..... نمٹنے..... کے لئے بیٹوں کی ضرورت دوسروں سے زیادہ ہے تاکہ ان لڑکیوں کی کفالت ونکاح وغیرہ کا سارا بوجھ تنہا باپ پر نہ پڑے۔

بندہ کی جان پہچان والے ایک صاحب نے بتایا کہ ''ان کے ہاں یکے بعد دیگر دو لڑکوں اور پھر ایک لڑکی کی ولادت ہوئی، بچی کی ولادت کے بعد خاندان ومتعلقین میں بہت سے لوگوں نے اصرار کیا کہ دو عدد لڑکوں اور ایک عدد لڑکی کے ساتھ تمہاری فیملی مکمل ہو گئی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسی پر بس کرو اور اب تمہیں مزید بچوں اور پھر ان کے لباس، خوراک اور تربیت کی خاطر اچھے اسکولوں کے خرچے اور فیسوں کا دردسر پالنے کی کیا ضرورت ہے؟ نیز ماں کی صحت برقرار رکھنے کے لئے (نامناسب حد تک) مناسب وقفہ بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر پھر دو تین سال کے اندر اندر دوبارہ حمل ٹھہر گیا تو ماں کی صحت تو کیا بلکہ زندگی ہی خطرے میں پڑ جائے گی۔''

دوسری طرف عجیب بات یہ کہ جن صاحب کو ان کے متعلقین اس قسم کے مشورے دے رہے تھے تو انہیں کے خاندان میں جس عورت کے مسلسل دو تین لڑکیوں کی ولادت ہوئی تو نہ تو ایسی ماں کو خیال ہوا ہے اور نہ ہی کسی اور کے دماغ میں یہ ''خیر خواہانہ'' جذبہ پھوٹا ہے کہ اگر ایک دو سال میں دوبارہ ولادت ہوگئی تو ماں کی صحت بری طرح متاثر ہوگی اور حیرت اس پر ہے بلکہ بیٹے کی لالچ میں اس کے ''نان اسٹاپ'' تین بیٹیاں پیدا ہوگئیں۔ پھر عجیب بات یہ کہ پھر اس قسم کی ''نازک'' مائیں لڑکے کی خواہش میں کسی قسم کے وقفے کے بغیر مسلسل سال آٹھ لڑکیاں پیدا کرتے ہوئے بھی کمزور یا بیمار نہیں ہوتیں، ہاں اگر اس دوران ایک دو لڑکے پیدا ہو جائیں تو پورے خاندان اور خود اس ماں کو بھی اچانک اس خود ساختہ طبی اصول کی طرف غیر معمولی توجہ ہونے لگتی ہے کہ آئندہ ولادت میں اگر پندرہ بیس سال کا وقفہ نہ ہو تو زچہ بچہ دونوں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا.....!

پانچویں وجہ: گناہوں کی کثرت

اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جو قوم یا فرد جس وقتی منفعت کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسی گناہ کو اس منفعت کے سلب (ختم) کرنے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ جو قوم یہ سوچ کر زکوۃ نہ دے کہ مال کہیں کم نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی گناہ کو ان کے مال کی برکت ختم کرنے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی پروا کئے بغیر یہ سوچ کر سود لینا شروع کر دے کہ اس سے مال بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کے اسی عمل کی وجہ سے اس کے خرچے وغیرہ بڑھا کر یا کسی اور طریقے سے اس کے مال کو حسی یا معنوی طور پر کم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{یمحق اللہ الرّبا ویربی الصّدقات} (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود (کے ذریعے مال) کو گھٹاتا اور صدقات (کے ذریعے مال) کو بڑھاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جب کوئی قوم من حیث القوم شادی شدہ عورتوں پر غیر ضروری ''ترس'' کھا کر اسے اپنی بیوی پر ظلم سمجھنے لگے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی نہ صرف مخالفت کرنے لگے بلکہ اس کے ساتھ نفرت انگیز معاملہ برتنے لگے۔

جب مائیں اپنے بیٹوں اور بہنیں اپنے بھائیوں کے لئے دوسری شادی کو انتہائی نفرت سے دیکھتے ہوئے اس میں بے جا رکاوٹیں ڈالنے لگیں اور اولاد یا بھائی کے اس شرعی اقدام کو بہو یا بھابھی پر ''شدید ترین ظلم'' تصور کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اس قسم کی قوم (جو اللہ کے حلال کو حرام سمجھتی ہو) سے انتقام لینے کے لئے اس قوم میں عورتوں کی غیر معمولی طور پر شرح پیدائش بڑھا کر خود اس ''عورت'' ہی کو بہت بڑا بوجھ بنا دیتے ہیں کہ ڈھونڈو.....! اب ان کے لئے رشتے، دامادوں کی تلاش میں خاک چھانتے پھرو.....!

پہلے تو حقوق نسواں والوں کو یہ خوف تھا کہ کہیں کسی ''عورت'' کی محبت اور باری تقسیم نہ ہو جائے اور شوہر کے دل میں اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کی جگہ نہ ہو، چنانچہ اس خوف سے حقوق نسواں والے دوسری شادی کی مخالفت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبے کو ''پایۂ تکمیل'' تک پہنچانے کی خاطر عورتوں کی شرح پیدائش اتنی بڑھا دیتے ہیں کہ بہت سی عورتوں کو سرے سے شوہر نام کی کوئی چیز ہی میسر ہی نہیں ہوتی۔ یعنی پہلے تو یہ خوف تھا کہ شوہر کی محبت تقسیم نہ ہو، اب اس سے بڑا مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ تقسیم تو درکنار شوہر نام کی چیز ہی نہیں ملے گی۔

یاد رکھیے! عام حالات میں بجائے خود دوسری تیسری شادی کوئی فرض و واجب نہیں، مگر ہماری قوم میں اکثریت کا اس عمل کے ساتھ نفرت انگیز معاملہ کرنا اور ایسا کرنے والے کی راہ میں بے جا رکاوٹیں ڈالنا، اللہ تعالیٰ کے حلال کو عملاً حرام سمجھنے کے مترادف ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کے اس عمل ہی کو اس قوم میں عورتوں کی شرح پیدائش بڑھا کر خود انہی کی بیٹیوں، بہنوں اور بہوؤں کے اس سے بھی بڑے حق سے محرومی کا سبب بنا دیتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح مال بڑھانے کی نیت سے زکوٰۃ روکنے اور سود کھانے والوں کے لئے ان کے اسی عمل کو ان کے مال میں ''کمی'' کا ذریعہ بنا دیتے ہیں، حاصل یہ کہ نکاح کو مشکل بنا کر زنا جیسے راستے کو آسان بنا دینا بذات خود عورتوں کی تعداد میں اضافے کا ایک بڑا سبب ہے، کیونکہ کسی بھی قوم میں گناہوں کی کثرت، اس قوم میں مردوں کی نسبت عمومی طور پر عورتوں کی غیر معمولی شرح پیدائش میں اضافے کا سبب ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو فرما رہے ہیں کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو {یمددکم بأموالٍ وّبنین} (ترجمہ: اللہ تمہاری مدد کرے گا مال اور بیٹوں کی کثرت کے ساتھ) نیز جیسے پہلے گزر چکا کہ یہودیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے پر ان کی آبادی کو دوسری قوموں کی نسبت غیر معمولی طور پر بڑھانے کا وعدہ فرمایا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بھی ''بیٹوں'' کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

ارشاد باری ہے:

ثمّ رددنا لکم الکرّۃ علیھم وأمددناکم بأموالٍ وبنین وجعلناکم اکثر نفیرا۔

یعنی ہم نے تمہارے دشمن کے خلاف تمہارے مال اور بیٹوں میں اضافہ کر کے تمہاری مدد کی

یاد رکھیے! کسی فرد واحد کے ہاں زیادہ تعداد میں لڑکیوں کی پیدائش اس کے گناہ گار ہونے کی علامت نہیں۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں زیادہ دی تھیں..... نیز بڑے بڑے اللہ والے ایسے گزرے ہیں جن کے سرے سے نرینہ اولاد تھی ہی نہیں، نیز لڑکیوں کی کفالت پر ایک صحیح حدیث میں جنت کی ضمانت بھی ہے مگر اس کے باوجود کسی قوم میں اجتماعی سطح پر لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ گناہوں کی کثرت کے سبب ہوتا ہے۔

جب قومی سطح پر بیٹے زیادہ ہوتے ہیں تو یہ قوم دینی اور معاشی ہر سطح سے مضبوط و توانا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کی قیامت کے قریب عورتوں کی شرح پیدائش اتنی بڑھ جائے گی کہ پچاس عورتوں کے مقابلے میں ایک مرد ہوگا۔ (رواہ البخاری)

سوچئے! قرب قیامت میں کونسا ایسا کام ہوگا کہ جس کی وجہ سے مرد و عورت کی آبادی کے تناسب کا بگاڑ مذکورہ بالا حد تک

جا پہنچے گا؟ ظاہر ہے کہ قرب قیامت میں زنا کاری اور فحاشی عام ہوگی اور عیاشی اور فضولیات پر بے تحاشا خرچ کرنے والے ناشکرے لوگ غربت غربت کا شور مچا کر نکاح سے دور بھاگیں گے، جس کے باعث اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے انتقام لینے کی خاطر عورت کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ فرما کر ایسے لوگوں کو مزید ڈھیل دیں گے، تاکہ گناہوں میں مست یہ قوم (جس نے توبہ نہ کرنے کی قسم اٹھائی ہوئی ہے) مزید فحاشی کا شکار ہو کر بغاوت کی حدود تک جا پہنچے اور آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہ ہو۔

دو پادریوں سے گپ شب کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ دو پادریوں سے مذہب کے بارے میں گپ شپ کا اتفاق ہوا، بندہ نے ان حضرات سے عیسائیت کے بارے میں کئی سوالات اور اشکالات کئے جن کا یہ حضرات کوئی معقول جواب نہ دے سکے، جب ان سے جواب نہ بن پڑے تو اچانک اسلام پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ اسلام اور مسلمانوں کے ہاں ''عورت'' بہت مظلوم ہے، میں نے پوچھا: کیسے؟ کہنے لگے کہ اسلام نے مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت دے کر عورت پر بڑا ظلم کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا یہ بتائیے کہ میری معلومات کے مطابق امریکا میں ایسی لاکھوں عورتیں ہیں جن کے مقابلے میں شرح پیدائش میں کثرت کے باعث ان سے نکاح کے لئے کوئی مرد پیدا ہی نہیں ہوا، تو عیسائیت یا امریکا کے ''ایک شادی'' والے قانون کے مطابق ان عورتوں کا نکاح کیسے ممکن ہے؟

پادری صاحبان اس جواب کو سن کر تھوڑی سی بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے، پھر ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ نکاح انسان کے لئے کوئی ایسی ضروری چیز نہیں کہ اس کے بغیر گزارا ممکن نہ ہو، لہٰذا ایسی عورتیں نکاح کے بغیر زندگی گزاریں۔

بندہ کی پادری صاحب سے اس ''نامعقول'' جواب پر جب تکرار ہوئی تو ان کے ساتھی دوسرے پادری صاحب جو کچھ دیر سے خاموش کھڑے ہمیں تک رہے تھے، اچانک بول پڑے:

''امریکا میں جو عورتیں اتنی زیادہ پیدا ہو رہی ہیں، اس کی وجہ زنا کی کثرت ہے۔'' (مطلب ان کا یہ تھا کہ یہ اس قوم کا اپنا قصور ہے کہ زنا کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہوئے عورتوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافے کا سبب بن رہے ہیں، لہٰذا ان کے اپنے قصور کے باعث اللہ تعالیٰ کے ''ایک شادی'' والے قانون کو بدلا نہیں جا سکتا)

بندہ کو خیال ہوا کہ ان سے کہوں کہ زنا کی کثرت کی ایک بہت بڑی وجہ بھی تو بہت سی عورتوں کی شادیاں نہ ہونا ہے، (اور اس کا خود اہل مغرب کو اعتراف بھی ہے) تو جو بات بیماری کا بہت بڑا سبب ہے اسی کو علاج قرار دے کر راہ فرار اختیار کرنا کیسی عقلمندی ہے؟ مگر پادری صاحبان پر اس وقت تک غصے کے جو آثار ظاہر ہو چکے تھے، اس کے باعث بندہ نے ان حضرات سے اس موضوع پر مزید بات کرنا مناسب نہ سمجھی اور خاموشی کو ہی بہتر سمجھا۔

اس پورے واقعے سے اصل مقصد یہ سنانا ہے کہ پادریوں کا بھی عقیدہ ہے (ممکن ہے کہ توراۃ، انجیل میں پڑھا ہو) کہ

گناہوں خصوصاً فحاشی کی کثرت عورتوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافے کا سبب بنتی ہے۔ أعاذنا اللہ منہ۔

چھٹی وجہ: مشاہدہ

1998ء کی سرکاری مردشماری کے مطابق پاکستان میں مجموعی طور پر مردوں کی تعداد عورتوں سے زائد ہے، مگر حکومت کی یہ رپورٹ مشاہدے کے خلاف ہونے کی وجہ قطعاً درست نہیں، بلکہ سنا ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک اپنی قوم میں عورتوں کی پوری تعداد کو بیان کرنے سے کتراتے ہیں اور عموماً مردم شماری میں مرد وعورت کے حقیقی تناسب کے اظہار میں کچھ ''ہیرا پھیری'' سے کام لیا جاتا ہے، مشاہدے سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی؟ آپ جس علاقے میں یا جس ادارے میں کام کرتے ہیں، وہاں موجود افراد کا ایک سرسری جائزہ لیں یا ان سے تفتیش کریں تو آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ عورتوں کی آبادی کا تناسب مردوں سے غیر معمولی طور پر زیادہ ہے۔

چنانچہ ایسا کم سنا جاتا ہے کہ فلاں کے مثلاً چھ بیٹے اور ایک بیٹی، اس کے برعکس ایسا کثرت سے سنا جاتا ہے کہ فلاں کے مثلاً ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں، اسی طرح ''فلاں کے دو بیٹے اور ایک بیٹی اور ایک بیٹی'' کی نسبت ایسا بکثرت سنا جاتا ہے کہ فلاں کے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔

اہل یورپ جو دوسری، تیسری شادی کے خلاف سب سے زیادہ چیختے ہیں، ان کے ہاں یہ تناسب اور بھی زیادہ ہے، برازیل کے بارے میں متعلقین میں سے کسی نے بتایا کہ برازیل میں میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ عورتوں کی آبادی کا تناسب مردوں کی نسبت اتنا زیادہ ہے کہ لوگوں کے کسی بھی مجمع میں بعض مرتبہ تو تلاش کئے بغیر مرد نظر ہی نہیں آتا۔ واللہ اعلم

اس پر اتنی تفصیل سے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آج جب بھی کسی سے اس تعدد ازدواج کا رواج نہ ہونے کے باعث پیدا ہونے والی خرابیوں کا ذکر کیا جائے تو اکثر مشاہدہ ہے کہ مخاطب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ سب خرابیاں درحقیقت پہلی اور ایک شادی ہی میں تاخیر کے باعث پیدا ہورہی ہیں، لہٰذا عوام کو جلد نکاح کی اور لڑکی والوں کو اس معاملے میں نخرے کم کرنے کی ترغیب دینی چاہیے، اس کا علاج متعدد شادیوں کی قولی وعملی ترغیب دینا نہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بجائے خود نکاح کو مشکل بنا دینا بھی ان حالات کا بہت بڑا سبب ہے، مگر ان حضرات کا یہ دعویٰ کہ ان حالات کا اصل سبب محض نکاح میں تاخیر اور بجائے خود نکاح کو مشکل بنا دینا ہے، درست نہیں، بلکہ اگر آپ غور کریں گے تو آپ پر ظاہر ہوجائے گا کہ ایک شادی میں تاخیر اور نکاح کی غیر ضروری رسومات کا ایک بہت بڑا سبب ہی تعدد زوجات سے بغاوت ہے، اس دعوے کو درج ذیل مثال سے سمجھیں:

رسد وطلب (Supply and Demand) میں عدم توازن کی ایک دوسری مثال

اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو قرآن مجید میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے، اب فرض کریں کہ لباس کی ایک مارکیٹ میں مختلف قسم کے رنگا رنگ کپڑے تو بہت ہیں مگر مارکیٹ میں موجود کپڑوں کے مقابلے میں خریداروں کی تعداد بہت کم ہے، دوسری جانب دکانوں کے ہر ہر مالک کی نہ صرف یہ شدید خواہش ہے بلکہ کسی بھی وجہ سے ان کی مجبوری ہے کہ دکان میں رکھا

ہوا ان کا کوئی کپڑا خواہ اچھی کوالٹی (Quality) کا ہو یا بری کوالٹی کا.....فروخت ہونے سے رہ نہ جائے، اگر کوئی کپڑا فروخت ہونے سے رہ گیا تو دکاندار کو سخت نقصان کا اندیشہ ہے، نیز اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ان کے پاس وقت محدود ہے اور انہیں معلوم ہے کہ فلاں مدت تک یہ کپڑا میری دکان میں رہ گیا تو اسے ''مفت'' میں بھی کوئی نہ لے گا۔

دوسری طرف خریداروں کو بھی کپڑا خریدنے کی بہت سخت ضرورت ہے، مگر ان خریداروں کی تربیت کچھ ایسی ہوئی ہے کہ یہ ایک وقت میں ایک سے زائد کپڑا خریدنے کو فضول خرچی سمجھتے ہیں، نیز ان کا خیال ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد لباس سلوا لئے گئے تو:

① دوسرا لباس سلوانے کا درزی کو علیحدہ سے مستقل خرچہ دینا پڑے گا۔

② پھر اسے دھلوانے کی مستقل محنت یا دھوبی کا خرچہ۔

③ دھلوانے کے بعد استری کی محنت، لباس کی حفاظت کی فکر، رکھنے کے لیے جگہ کا مسئلہ وغیرہ۔

الغرض ان کی توجہ بیک وقت متعدد لباس جمع کرنے کی ضرورت کی طرف جاتی بھی ہے تو یہ فضول خرچی، اسراف اور لوگوں کے طعنوں کا خوف یا ان متعدد کپڑوں کی دیکھ بھال وغیرہ کے باعث اپنے دینی یا دنیوی کاموں میں حرج کا خوف انہیں ایک ایسی حرکت (جو ان پر فرض، واجب بھی نہیں) سے باز آنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

اب ہوگا یوں کہ دکانداروں کے پاس خریداروں کے رش میں کمی کے باعث ہر دکاندار اپنی دکان کو خالی کرنے کی نیت سے زیادہ سے زیادہ گاہکوں کو گھیرنے کی کوشش کرے گا، اس کا سب سے پہلا اثر یہ ہوگا کہ کپڑے کی پائیداری، خوبصورتی اور اس سے متعلق منافع کے لحاظ سے ان کپڑوں کی جو اصل قیمت (Market Value) تھی وہ گر جائے گی اور کپڑا، اصل قیمت سے کم قیمت پر فروخت ہونا شروع ہو جائے گا۔

بعض کپڑے فروخت ہو جانے کے بعد ایسے بھی ہوں گے کہ جن کو استعمال کرنے کے بعد خریدار کا دل بھر گیا ہوگا یا وہ لباس ایسے میٹریل کا بنا ہوگا کہ خریدار کو استعمال کے لحاظ سے موافق نہیں آئے گا، مثلاً ریشمی کپڑا ہوگا اور ریشم سے بعض حضرات کو الرجی ہوتی ہے، چنانچہ اس قسم کے خریدار ایسے کپڑوں کو یا تو فوراً ہی واپس کر دیں گے یا ایک عرصہ تک استعمال کے بعد دکاندار کو واپس کر دیں گے، اس صورت میں فرض کریں کہ مارکیٹ کا قانون یہ ہو کہ دکاندار اکپڑا واپس لینے پر قانوناً مجبور ہو تو اب جس دکاندار کے پاس فروخت شدہ کپڑا واپس آئے گا، اس سے اس کی دکان میں موجود تمام کپڑوں کی قیمت متاثر ہوگی، کیونکہ اب اس کے لئے ایک محدود وقت تک تمام مال فروخت کرنا مزید مشکل ہو جائے گا۔

اس دوران بہت سے دکاندار ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اپنی چرب زبانی یا اپنے پاس وسائل کی کثرت یا کچھ اضافی خصوصیات کے باعث ان مجموعہ خریداروں میں سے جو سب سے اچھے اچھے خریدار تھے، ان کے ہاتھوں اپنی دکان میں رکھا ہوا سارا مال فروخت کر دیا ہوگا اور اس کے بعد وہ اپنی دکانیں بند کر کے خیر و عافیت کے ساتھ خوش و خرم اپنے گھروں کو لوٹ چکے ہوں گے، مگر جن دکانداروں کی دکان میں مال باقی رہ گیا ہوگا، ان کے لئے آہستہ آہستہ ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہوتا جا رہا ہوگا، اچھے خریداروں میں سے بہت سے خریدار فارغ ہو چکے ہوں گے اور اب یا تو متوسط درجے کے خریدار رہ گئے ہوں

گے یا بے کار، کہ جن کے پاس پیسہ تو ہے مگر وہ کپڑے کی قدر و قیمت سے آگاہی نہ ہونے کے باعث نہ تو دکاندار کو مناسب قیمت دینے پر تیار ہیں اور نہ ہی ان سے یہ توقع ہے کہ یہ لباس کی صحیح حفاظت کر سکیں گے اور یہ بھی ڈر ہے کہ قوتِ برداشت کی کمی کے باعث اگر اس لباس سے انہیں ذرا بھی الرجی ہوئی تو یہ فوراً اس لباس کو واپس کر کے دکاندار کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیں گے۔

ان حالات میں نہ صرف اب کپڑوں کی قیمت میں غیر معمولی کمی ہو جائے گی بلکہ دکاندار اب اچھے خریدار کی تلاش میں نا مناسب گاہکوں کو بھگا بھگا کر اپنے کپڑے کی ''مارکیٹ ویلیو'' روز بروز تیزی سے مزید گرانے کا سبب بن رہے ہوں گے۔

مزید ایک بات یہ کہ جس مارکیٹ کی ہم مثال دے رہے ہیں، فرض کریں کہ اس میں موجود کپڑوں میں مثلاً کچھ ایسی حس ہو کہ انہیں خود بھی فروخت ہونے کا بہت شوق ہو،.....اگر بالفرض ان میں ایسی حس ہوئی تو پھر یہ بھی دکانوں میں لٹکے لٹکے تنگ آنے لگیں گے، بسا اوقات ایسا ہوگا کہ اب جب کوئی خریدار دکاندار کے پاس کپڑا دیکھنے کے لئے آئے گا تو ان میں سے بہت سے کپڑے مالک کی اجازت کے بغیر ہی الماریوں سے نکل نکل کر خریداروں کو چپکے چپکے جھانکنے اور پھر کچھ عرصہ بعد خریداری کے کسی ''عقد'' کے بغیر ہی خریداروں کے ساتھ بھاگنے لگیں گے۔

اب وہ خریدار جو کپڑا خرید نہ سکے تھے، ان میں سے بھی جب بہت سوں کو بہت سستے داموں یا بغیر کسی عقد کے مفت میں کپڑا ملنے لگے گا تو اس کے نتیجے میں کپڑے کے خریداروں کی تعداد میں غیر معمولی طور پر مزید کمی ہوگی، کپڑے کی طرف طلب میں اس کمی کے باعث مارکیٹ میں موجود کپڑے کی مارکیٹ ویلیو مزید گرے (Down) گی، اب بہت سے دکانداروں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ ان کپڑوں کا.....''مناسب قیمت''..... پر.....''مناسب شخص''..... کے ہاتھوں.....''مناسب وقت''.....تک فروخت ہونا بہت مشکل ہے تو یہ حضرات ایسے گاہکوں کے انتظار میں مجبور ہونا شروع ہو جائیں گے جو اِن کپڑوں کو بس کسی بھی عقد کے تحت دکانداروں سے وصول کر لیں، خواہ قیمت بالکل ادا نہ کریں، مفت ہی وصول کر لیں مگر بس لباس کی ناقدری نہ کریں۔

اس دوران بہت سے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ''انعامی اسکیمیں'' نکالنا اور مناسب گاہکوں کو پھانسنے کے لئے مختلف قسم کی اضافی سہولتیں دینا شروع کر دی ہوں گی اور بہت سے غریب دکانداروں کے لئے تو انعامی اسکیمیں نکالنا بھی ممکن ہی نہ ہوگا۔

الغرض اس قسم کے حالات میں دکان پر لٹکے لٹکے تنگ آجانے والے کپڑوں میں مالک کی اجازت کے بغیر از خود اچھے گاہکوں کو تلاش کر کے انہیں ''پھانسنے'' اور پھر ان کے ساتھ فرار ہونے کے واقعات میں مزید اضافہ ہوگا۔

ان حالات میں وہ اچھے اور مناسب خریدار جو اس مارکیٹ سے کپڑا خرید کر اسے مناسب طریقے سے استعمال کر رہے تھے، وہ بھی بری طرح متاثر ہوں گے، ان میں بھی ایک کثیر تعداد جو اپنا عرصہ دراز سے خریدا ہوا ایک ہی قسم کا کپڑا دیکھ دیکھ کر تنگ آچکی ہوگی، جب گاہکوں کے ساتھ بھاگنے اور دکان پر آنے والے خریداروں کا دل لبھانے والے مختلف قسم کے رنگا رنگ ملبوسات کو دیکھے گی اور یہ بھی مشاہدہ کرے گی کہ کتنے عمدہ اور قیمتی لباسوں کا کس طرح با آسانی اور بغیر کسی ''عقد'' و قیمت کے

حصول ممکن ہے تو انہیں اپنا سابقہ خریدا ہوا لباس ''بے قیمت'' سا لگنے لگے گا۔

الغرض جب کچھ عرصے کے بعد کثرت کے ساتھ لباس کو مفت میں اور بغیر کسی عقد کے خریدار کے ساتھ بھاگنے.....اور خریدار کو مفت میں بغیر کسی عقد کے لباس حاصل کرنے کا رواج زور پکڑنا شروع کرے گا تو اب اس پوری مارکیٹ میں ''نفسِ خریداری'' کا رواج ہی تیزی سے کم ہونے لگے گا اور نوبت یہاں تک جا پہنچے گی کہ اب بہت سے کپڑوں کو مناسب یا غیر مناسب گاہکوں سے دوستیاں لگانے اور ان کے ساتھ بھاگنے کا ایسا ''چسکا'' لگنا شروع ہو جائے گا کہ پھر بہت سے کپڑے مناسب گاہک ملنے پر.....اور بہت سے گاہک مناسب کپڑا ملنے کے باوجود بھی باقاعدہ کسی عقد کے تحت خرید و فروخت کے معاملے کیلئے تیار نہ ہوں گے اور اس ''فالتو'' کام کو ''بڑھاپے'' کے لئے مؤخر کر کے رکھ دیں گے۔

ان حالات میں وہ دکاندار جو اَب بھی پرانے اور ''دقیانوسی'' طریقے کے مطابق کسی مناسب خریدار کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے جھک مار رہے ہوں گے اور اپنے کپڑوں کی مارکیٹ ویلیو مزید گرا رہے ہوں گے تو ایسے لوگوں پر کسی کو ترس آ جائے اور وہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس ''ظلم'' کا علاج یہ تجویز کرے کہ.....

> ''مارکیٹ میں خریداری کا رواج ہی چونکہ کم ہو گیا ہے، جس کے باعث یہ حالات پیدا ہو رہے ہیں، لہٰذا گاہکوں کو کپڑا جلد خریدنے اور کپڑے کے مالکان کو جیسے ہی کوئی گاہک میسر ہو، کپڑے فوراً فروخت کرنے کے دنیوی و اخری فضائل سنانے چاہئیں اور کپڑوں کو مناسب داموں پر بغیر کسی انعامی اسکیم کے خریدے جانے اور بیچنے پر ابھارا جائے''

.....تو یقیناً یقیناً ان خیر خواہوں کا یہ عمل ہرگز ہرگز مؤثر ثابت نہ ہوگا۔

کیونکہ کپڑے کی مارکیٹ میں توازن کا پیدا ہونا اور دکانداروں کے پاس اتنی تعداد میں گاہکوں کا جمع ہونا کہ جس تعداد میں اجتماع کے باعث دکاندار ان گاہکوں میں سے ازخود مناسب گاہک کا انتخاب کر سکیں اور بغیر کسی انعامی اسکیم کے کپڑے کی پائیداری اور خوبصورتی کے عین مطابق اس گاہک سے اس کی قیمت وصول کر سکیں.....ان سب باتوں کا مدار لوگوں میں موجود لباس کی ''طلب'' اور اس لباس کی بازار میں موجود ''مقدار'' پر ہے۔

ظالم کون؟

عام حالات میں تو اگر لوگوں کی طلب میں کمی ہوتی ہے تو دکاندار دکان میں کپڑا رکھتے ہی کم ہیں اور جب مخصوص مواقع میں طلب (Demand) زیادہ ہو جاتی ہے تو اسی حساب سے دکاندار کپڑا بھی زیادہ رکھتے ہیں، البتہ اگر معاملہ دکانداروں کے اختیار میں نہ ہو اور کوئی زبردستی ان کی دکان میں ان کی اجازت کے بغیر لوگوں کی طلب سے زیادہ کپڑا ڈال کر چلا جاتا ہو تو یا تو ایسا جبر کرنے والا ظالم ہے کہ ان دکانداروں کو لوگوں کی طلب سے زیادہ مال فروخت کرنے کا مکلف بنا رہا ہے یا سرے سے کوئی ظالم ہے ہی نہیں؟ اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے، کیونکہ مظلوم کا تصور ظالم کے بغیر ممکن ہی نہیں.....تو بخدا

یقیناوہ لوگ ظالم ہیں جوان حالات میں ایک ہی لباس پر اکتفاء کر کے کپڑے کی پوری مارکیٹ کا جلد یا بدیر دیوالیہ نکالنے کا سبب بن رہے ہیں اور جب ان پر اعتراض کیا جائے تو جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک وقت میں ایک سے زائد لباس محض مستحب ہے، فرض وواجب نہیں اور ایک مستحب کام کی خاطر سخت جھگڑوں میں پڑنا اور دین ودنیا کے کاموں کا حرج کرنا، ناجائز نہ بھی ہو..... بے وقوفی بہر حال ضرور ہے۔

ان حالات میں جب مناسب خریداروں کو (کہ جن میں بزرگوں کی صحبت کے باعث ابھی تک کپڑے کو باقاعدہ خرید کر پہننے کا شوق باقی تھا) انعامی اسکیموں کے ساتھ مفت میں باقاعدہ دکانداروں کی رضا ورغبت کے ساتھ عمدہ اور بہترین لباس باآسانی میسر ہورہا ہوگا، تو ایسا خریدار بھلا کیسے تیار ہوگا کہ اس سے کم درجہ کا کپڑا بغیر کسی انعامی اسکیم کے کسی دکاندار پر محض احسان کرنے کی نیت سے لے لے، لباس جو صرف ایک مرتبہ ہی لینا ہے اور اس میں اس کا بھی خیال کرنا ہے کہ وہ اتنا بہترین ہونا چاہیے کہ اس کے ہوتے ہوئے بغیر کسی عقد کے مفت میں بھاگنے والے لباسوں کی طرف دل مائل ہوکر آخرت نہ برباد کر بیٹھے۔

الغرض دینی اور دنیوی، دونوں مصلحتیں گاہک کو مجبور کریں گی کہ وہ لباس کی خریداری کے بارے میں ہر لحاظ سے اپنا معیار اونچا رکھے، چنانچہ وہ اس سلسلے میں محض کسی کی رشتہ داری یا احسان کی نیت سے کسی استعمال شدہ یا پرانے لباس کو خریدنے پر تیار ہوکر اس معاملے میں خود کو کسی پر احسان کی بھینٹ نہ چڑھانا اور اس بارے میں کسی نصیحت پر کان نہ دھرنا عین مناسب بلکہ ضروری سمجھے گا..... اور یقیناً یقیناً اس کا یہ عمل عین مناسب ہی ہوگا۔

ان حالات سے پیدا ہونے والے بحران کا واحد اور اصل حل صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ قوم جو صرف ایک لباس کو اپنی ضرورت سمجھ کر ایک وقت میں ایک سے زائد لباس کو فضول خرچی سمجھتی ہے یا اپنے اہم کاموں میں بہت بڑے حرج کا ذریعہ سمجھتی ہے، ان میں ان لوگوں پر محنت کی جائے کہ جن کے دلوں میں ابھی تک باقاعدہ مالک سے خریدار کا عقد کر کے کپڑا خریدنے کا شوق باقی ہے، بغیر کسی عقد اور معاہدے کے مالک کی اجازت کے بغیر لباس دیکھنے اور پھر اسے اپنے ساتھ بھگانے یا چوری کرنے کی عادت نہیں پڑی..... تو ایسے لوگوں کو خدا کے قہر اور عذاب سے ڈرا کر اپنے قول وعمل سے اس بات پر ابھارا جائے کہ آج اگر انہوں نے کم از کم اپنے خاندانوں میں ایک وقت میں ایک سے زائد لباس جمع کرنے کی عملی طلب پیدا نہ کی تو یہ لوگ اپنی ہی اولاد اور اولادوں کی اولاد میں آئندہ پیدا ہونے والے لباسوں کی ایک بڑی تعداد کی مارکیٹ ویلیو، قدر و قیمت مسلسل گراتے رہنے کے باعث بالآخر اس پوری مارکیٹ کا مکمل دیوالیہ نکالنے کا سبب بنیں گے۔

خدا تعالیٰ دین کی خدمات میں مشغولیت والے جذبے اور مہنگائی سے متاثر ہوکر ہماری نسلوں میں عورتوں کی شرح پیدائش کم نہیں کر دے گا

نکاح ثانی کو بُرا سمجھنے والو!..... اللہ تعالیٰ نے جو متعدد شادیوں کا نظام دیا ہے، اس میں مردوں سے زیادہ تمہاری بیٹیوں اور بہنوں کا تحفظ ہے اور جس حساب سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری فطرت بنا کر اور اپنے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

قرار دے کر تمہارے اندر عورتوں کی طرف نکاح والی طلب رکھی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طلب کے حساب سے تمہارے خاندانوں اور نسلوں میں عورتیں پیدا کرتا رہے گا۔

تم اگر ہندوؤں اور انگریزوں سے متاثر ہو کر اور اپنے گڑھے ہوئے ڈبل روٹی اور برگر کے خرچوں کے خوف سے اور تعلیم کے لئے خود پر مسلط کردہ بچوں کے اسکول کی فیسوں کے خوف سے، یا کسی بھی دینی یا دنیوی خدمت میں مشغولیت کے پیش نظر عورتوں کی طرف نکاح والی اس طلب کو ختم کر ڈالو گے (جو فطرت نے تم میں ودیعت کی ہے) یا اور کسی جذبے سے سب کے سب ایک بیوی پر اکتفاء شروع کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اس جذبے سے متاثر ہو کر تمہارے خاندانوں اور قوموں میں عورتوں کی شرح پیدائش کم نہیں کر دے گا بلکہ لڑکیاں تو اسی طرح پیدا ہوتی رہیں گی جس طرح مہنگائی کے دور سے پہلے پیدا ہوا کرتی تھیں، بلکہ جب نکاح سے اس عملی نفرت کی وجہ سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور بے حیائی بڑھے گی تو اللہ تعالیٰ انتقام لینے کی خاطر اس شرح پیدائش میں مزید اضافہ کر دے گا تا کہ جن خرچوں اور مہنگائی کے خوف سے نبی کی سنت سے عملاً نفرت انگیز معاملہ برت رہے تھے اور یوں قوم کے لئے زنا کو آسان اور نکاح کو مشکل سے مشکل اور اس کے لئے غیر ضروری قیدیں بڑھاتے چلے جا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ انتقام لینے کے لئے تمہاری قوموں میں بیٹیوں کی تعداد بڑھا کر تمہارے ایسے خرچے کروائے گا جو تمہاری کمر توڑ کر رکھ دیں گے اور یہ خرچے اس قسم کے ہوں گے جو تمہارے اسلاف اور باپ دادا نے کبھی سنے بھی نہ ہوں گے۔

اپنے لڑکوں کی تعلیم پر تو یہ سوچ کر خرچ کرو گے کہ یہ بڑے ہو کر ہمیں کو کھلائیں گے، لہٰذا یہ خرچ تم پر گراں نہ ہوگا، بلکہ تمہیں مرغوب ہوگا..... مگر جس داماد کے ذمے اللہ تعالیٰ نے تمہاری بچیوں کو عزت سے کھلانے پلانے کی ذمہ داری لی تھی تو ان بچیوں کی اسکول اور تعلیم پر جتنا کرو گے، اس خرچ کا اصل فائدہ تمہاری بچی کا شوہر اور بچی کا سسرال اٹھائے گا..... ساری زندگی بچی کا مستقبل اور اسے ڈاکٹر، انجینئر بنانے میں محنت اور پیسہ تم خرچ کرو گے اور یہ کما کما کر شوہر، سسرال اور اپنی اس اولاد پر خرچ کرے گی جس پر خرچ کی ذمہ داری خالق کائنات نے اس کے شوہر پر ڈالی تھی..... تمہیں اس میں سے صبر کے سوا کچھ نہیں ملے گا..... یوں تمہیں بچیوں کے لئے اسکول اور یونیورسٹیوں کی فیسیں اور پھر ساری عمر کی جمع پونجی سے خریدے گئے پلاٹوں میں سے ہر ایک بچی کی شادی پر ایک ایک پلاٹ بیچ ڈالنا..... یہ سب خرچے تمہارے ایسی کمر توڑ کر رکھ دیں گے کہ خرچے بڑھ جانے کے خوف سے اطمینان قلب کے ساتھ ایک بیوی پر اکتفاء والے فلسفے کا لطف و مزا..... کرکرا..... ہونا شروع ہو جائے گا..... نتیجتاً تم بچیوں کی پیدائش پر ناک منہ چڑھانا شروع کر دو گے، نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ تمہاری عورتیں حمل ٹھہرتے ہی الٹرا ساؤنڈ سے یہ تجسس شروع کر دیں گی کہ اگر لڑکی ہے تو حمل ضائع کروا دیا جائے، تمہاری قوموں میں ایسے واقعات رونما ہونے لگیں گے اور ایسی خبریں سننا شروع کر دو گے کہ دوسری سے تیسری لڑکی کی پیدائش کی خبر سن کر ماں بلا اختیار رو پڑی۔

تمہاری بچی کا شوہر، مہر تو ممکن ہے کہ پہلی رات ہی میں معاف کروا لے یا اسے روز کے نان نفقہ سے منہا کرتا رہے مگر بچی کی رخصتی سے پہلے ہی اپنی بچی کو سلانے بلکہ اس کے شوہر کو بھی سلانے کے لئے بستر تمہیں مہیا کرنا پڑے گا..... شوہر پہلی

ہی رات اپنے پیسوں سے خریدے ہوئے بستر کے بجائے اپنی بیوی کے بستر پر سوتے ہوئے ذرا شرم محسوس نہیں کرے گا اور یہ ہرگز ہرگز نہ سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے {ألرجال قوامون علی النساء}(مرد عورتوں پر حکمران ہیں) کا جو پروانہ عطا کیا تھا تو اس کی اصل وجہ تو یہ تھی کہ {بما أنفقوا من أموالهم}(مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں) چنانچہ وہ ہرگز نہ سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح سے قبل شادی سے متعلق جتنے خرچے ہیں، مثلاً مہر، ولیمہ، نان نفقہ وغیرہ تمام ضروریات میرے ذمے لگادی ہیں، جس کا تقاضا تھا کہ کم از کم پہلی رات تو بیوی کو بستر، چادر اور تکیہ اپنے پیسوں سے خریدا ہوا دے دیتا..... معاملہ آگے بڑھے گا اور صرف شوہر تو کیا، اس کے دوست احباب اور اعزہ واقارب کو بٹھانے کے لئے صوفوں کا خرچہ بھی تمہیں دینا پڑے گا..... اور تمہاری بچی کا شوہر اپنے دوستوں اور مہمانوں کو اپنی بیوی کے والدین کے پیسوں سے خریدے گئے صوفوں پر بٹھا کر اپنی غیرت اور شرم کا جنازہ نکالتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کر رہا ہوگا۔

تمہارے داماد کے کپڑے تمہاری دی ہوئی واشنگ مشین میں دھلا کریں گے..... یہ مہمانوں کو کھانا تمہاری طرف سے دیئے گئے ڈنر سیٹ کی پلیٹوں میں کھلائے گا..... اور تم میں سے اگر کسی کو بغیر کسی انعامی اسکیم کے کوئی نیک داماد مل بھی گیا جو علماء کی طرف سے جہیز کے خلاف شائع کردہ مضامین مسلسل پڑھ پڑھ کر اور اس بارے میں اہل علم کی پرزور اور مسلسل تقریریں سن سن کر انتہائی تقویٰ اور خشیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہیز کی اس لعنت کے بغیر تمہاری بچی سے نکاح میں آمادہ ہوگیا ہو تو تم اپنی بچی کی قدر و قیمت جو رسد (Supply) میں اضافے اور طلب (Demand) میں کمی کے باعث بری طرح گر چکی ہوگی، اس قدر و قیمت کو اپنی بچی کے سسرال میں مزید گراتے ہوئے اپنے نیک داماد کے ''اچھے جذبے'' کی بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار تھوڑا ہی ہو جاؤ گے..... کیونکہ نہیں معلوم ہوگا قارون کا یہ خزانہ اگر بچی کے ساتھ روانہ نہیں ہوا تو بچی کی قدر و قیمت مزید گرے گی اور کسی بھی وقت سسرال کے طعنوں کا شکار ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ:

''إن أحق الذی أکرم به الرجل إبنته أو أخته۔''(رواہ ابو داؤد)

یعنی سب سے زیادہ لائق احترام وہ شخص ہے جس نے اپنی بیٹی یا بہن کسی کو نکاح میں دی، مگر تم صرف اپنے لخت جگر کو تنہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ چادر اور تکیوں سمیت بستر، کارپٹ، فریج، واشنگ مشین، الماری، صوفے اور ٹرک میں لدے ہوئے ضروریات زندگی کے سارے ضروری سامان بھی مہیا کرو گے، اس کے بعد بھی تمہارے داماد کا تم پر احسان ہوگا کہ تمہاری بچی کی قدر و قیمت مزید گرنے سے بچاتے ہوئے وہ تمہاری بچی کو دوسری عورتوں پر ترجیح دے کر اس سے نکاح کے لئے آمادہ ہوگیا۔

اگر تمہیں اس پر فخر ہو کہ تمہاری بچی ڈاکٹر ہے تو تمہارے ڈاکٹر داماد کے لئے تمہاری بچی کے سوا دوسری ڈاکٹر لڑکیوں کی کمی نہیں تھی، اگر تمہاری بچی انجینئر ہے تو تمہارے انجینئر داماد کے لئے تمہاری بچی کے سوا دوسری انجینئر لڑکیوں کی کمی نہ تھی، تمہاری بچی اگر عالمہ ہے تو تمہارے عالم داماد کے پاس دوسری عالمہ لڑکیوں کی کمی نہ تھی..... یقین نہ آئے تو تو مشاہدہ کر لیجئے کہ تعلیم کے

ہر ہر شعبے میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زائد ہوتی چلی جارہی ہے، یونیورسٹیوں میں لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ ہیں، میڈیکل کالجوں میں لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ ہیں، مزید طرفہ یہ کہ مدارس البنات میں پڑھنے والی لڑکیاں بھی تعداد میں مدارس میں پڑھنے والے لڑکوں سے زائد ہوتی چلی جارہی ہیں۔

ان حالات میں ایک بیوی پر اکتفاء کے لیے ''جرم'' سے ہلکا کون سا لفظ.....؟

تو ان حالات میں تمہارے باصلاحیت داماد کا تم پر کیا یہ ایک عظیم احسان نہیں کہ اس نے اتنی ساری عورتوں میں سے تمہاری بچی کو نکاح کے لئے منتخب (Select) کیا.....؟

ان حالات میں جس قوم کے مرد اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کردہ عورت کی طرف نکاح والی ایک مطلوبہ درجہ کی طلب کے مطابق عمل کو عملاً حرام سمجھیں گے اور اس بارے میں انتہائی قناعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ہی قوم اور اولاد اور اولادوں کی اولاد میں پیدا ہونے والی عورتوں کی قدر و قیمت مزید گھٹانے.....اور ان میں ایک کثیر تعداد کو نفسیاتی مریض بنانے .....، ساری عمر جہیز جمع کرنے.....بہت سوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی ملازمتوں پر مجبور کرنے.....اور بالآخر ملازمتوں کا ''چسکا'' لگانے.....اور اس معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق پیدا کرنے..... نیز بہت سی پاکدامنوں کو عفت کی چادر اتار پھینکنے.....اور پھر بالآخر اپنی پیدائش پر باپ کی پیشانی پر خوشی کے بجائے ڈھیر ساری شکنیں پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہوں گے تو ایسے مردوں میں سے جو مرد بھی بغیر کسی شرعی عذر کے اس رسم میں قوم کا ساتھ دے گا اور ایک نکاح کے بعد مزید کسی عورت کو بیوی بنانے اور اس کی کفالت سے دور بھاگنے کی کوشش کرے گا تو خدارا.....! بتاؤ تو سہی.....! کہ ان حالات میں اس کے اس عمل کے لئے ''جرم'' سے ہلکا کون سا لفظ استعمال کیا جائے گا.....؟ ھاتوا برھانکم إن کنتم صادقین

عورتوں سے متعلق ہم نے جو حالات ذکر کئے، کراچی اور پنجاب میں یہ حالات بڑے پیمانے پر پیدا ہو چکے ہیں، صوبہ سرحد اور کوئٹہ کے پٹھانوں اور بلوچستان کے بلوچوں اور بروہیوں میں جس تیزی سے اہل پنجاب اور کراچی والوں اور ''ترقی یافتہ'' قوموں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ایک بیوی پر اکتفاء کا رواج بڑھ رہا ہے تو مستقبل میں ان کے ہاں بھی وہی تباہی ہوگی جو کراچی، پنجاب کے بہت سے گھرانوں میں بڑے پیمانے پر پیدا ہو چکی ہے۔

اور یاد رکھیے! کہ جب حکومت کی سرپرستی میں بے حیائی کی ترویج ہوتی ہو، حکومتی سطح پر عورتوں پر گھر کی چار دیواری سے باہر نکال کر انہیں مردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا جارہا ہو، نیز اور بھی دوسرے ایسے اسباب ہوں جو جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے نکاح کی طرف مردوں کی رغبت کم کرنے اور اس بارے میں عورت کی قدر و قیمت مزید گھٹانے کا سبب بن رہے ہوں تو اس قوم میں آخرت کا خوف رکھنے والے اور دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے مردوں کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے عورتوں کی طرف نکاح والی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ایک مطلوبہ درجہ طلب کے موافق عمل نہ کرنا اور اس بارے میں اپنے اہم کاموں میں سے (بغیر کسی شرعی عذر کے) اس ''اہم کام'' کے لئے وقت نہ نکال کر ایک ہی بیوی پر قناعت کئے رکھنے والے

''جرم'' کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

لباس کی جس مارکیٹ کے دیوالیے کی ہم نے مثال دی، وہاں نفس خریداری کا رواج تو تھا مگر پھر بھی اس کا دیوالیہ اس لئے ہوا کہ لباس کی طلب کے مطابق لوگ لباس خریدنے کے محض عقیدے اور نظریے کی حد تک قائل تھے، عمل کے لئے تیار نہ تھے، تو جو لوگ متعدد نکاحوں کو محض مستحب سمجھ کر اس سے اجتناب کئے بیٹھے ہیں، ایسے حضرات یاد رکھیں کہ جیسے لباس کی مارکیٹ میں خرید وفروخت مختلف لوگوں کے درمیان پیش آنے والا ایک معاملہ ہے، عبادت نہیں، اسی طرح نکاح بھی اپنی حقیقت وماہیت کے لحاظ سے معاملات میں داخل ہے، عبادات میں نہیں۔

ان حالات میں اشراق واوّابین کی نماز میں ساری قوم کمی کردے، کوئی نقصان نہیں مگر.....

چنانچہ کوئی قوم اوّابین، اشراق کی نماز جو کہ ہر لحاظ سے عبادت ہے، یہ سوچ کر بالکلیہ ترک کردے کہ اوابین پڑھنا مستحب ہے، فرض وواجب نہیں، تو اس سے اس قوم کا کچھ نقصان نہ ہوگا، لیکن اگر کوئی قوم تجارت کو محض ''حلال'' کہہ کر اس بارے میں غایت درجے کی قناعت کا مظاہرہ شروع کردے تو کچھ ہی عرصے میں ایسی تباہی ہوگی کہ بتدریج تجارت کا قرآنی حکم استحباب سے فرض عین کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے گا اور بغیر کسی شرعی عذر کے تجارت سے اجتناب کرکے قوم کی تباہی و بربادی میں شریک ہونے والا فرد بہت بڑا مجرم اور گناہ گار ٹھہرے گا اور لوگ اس وقت تک اس عمل سے اجتناب کرکے گناہ گار رہیں گے جب تک کہ تجارت کی طرف ایک خاص درجہ تک اور اتنی ضروری اور عملی طلب نہ پیدا ہوجائے جس طلب پر لوگوں کی زندگی اور ضروری معاش موقوف ہے اور اس وقت تک تجارت محض حلال نہ رہے گی، اس کا حکم حلال سے بڑھ کر کچھ اور ہوگا۔

اور یاد رکھیے! جیسے مذکورہ مثال میں لباس کی مارکیٹ میں نفس خریداری کے رواج کے باوجود لباسوں کی پوری مارکیٹ کا دیوالیہ نکل گیا تھا اسی طرح کسی قوم کے مردوں میں اگر من حیث القوم ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج ختم ہوجائے تو اس قوم میں بالآخر ایک نکاح کا عمومی رواج بھی ختم ہونے لگتا ہے۔ بجز ان قلیل نمازیوں اور داڑھیوں والوں کے جن کے بزرگوں سے اصلاحی تعلقات ہوں یا ان کے تبلیغ میں کم از کم چار ماہ وغیرہ لگے ہوئے ہوں مگر ایسے ''بنیاد پرستوں'' کی بیٹیاں اگر تہجد گزار بھی ہوں تو ان کی نکاح کے حق میں قدر و قیمت بہر صورت گرتی ہی رہتی ہے اور اپنے باپ، بھائیوں اور خود اپنی دینداری کا ان عورتوں کو پھر بھی دنیوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور دینی نقصان کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔

رسد وطلب (Supply and Demand) کا اصول سمجھانے کے لئے ہم نے لباس کی مارکیٹ کا انتخاب کیوں کیا؟

ہم نے لباس کی مارکیٹ کی فرضی مثال اس لئے دی کہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو قرآن کریم میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر مرد وعورت میں کچھ اعضاء ایسے ہیں جو انسانی جسم کا لازمی جزو ہونے کے باعث بذات خود تو باعث عار نہیں، مگر انسان کے لئے اس قدر لازمی ہونے کے باوجود کوئی بھی ان اعضاء کو کسی کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے

شرماتا ہے اور ان اعضاء کا کسی کے سامنے ظاہر ہوجانا سخت ذلت ورسوائی سمجھا جاتا ہے۔

اب اس ذلت سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان اعضاء کو جسم سے علیحدہ کر کے پھینک دیا جائے (ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ہرگز درست نہ ہوگا) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان اعضاء کو باقی رکھتے ہوئے کوئی مزّین کپڑا ان پر ڈال کر ان اعضاء کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دیا جائے، اس عمل سے دوہرا فائدہ ہوگا..... ایک تو یہ کہ ان اعضاء کے باقی رہتے ہوئے بھی ذلت ورسوائی سے حفاظت ہوجائے گی، دوسرا یہ کہ یہ مزین کپڑا اس شخص کو دیکھنے والوں کے سامنے قابل عزت واحترام بنا ڈالے گا، اس مزین کپڑے کو ''لباس'' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جنسی رغبت وجنسی میلان ہر مرد وعورت کی فطری خواہش ہے، مگر کسی کے سامنے اس کا اظہار یا اس کی ناجائز طرح سے تکمیل انسان کو بری طرح رسوا اور ذلیل کر دیتی ہے۔

چنانچہ مرد خواہ کتنا ہی بڑا پرہیز گار ہو، خود کو ذلت ورسوائی سے بچانے کے لئے کسی عورت سے نکاح کر کے یا عورت کسی مرد سے نکاح کر کے اس خواہش کی حلال طریقے سے تکمیل نہ کرے تو ایسے مرد وعورت دونوں کے بارے میں اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ ان کی جنسی اور فطری خواہش ورغبت ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی کسی ایسے طریقے سے پوری ہوجائے کہ جس کے باعث انہیں معاشرے میں یا بروز محشر بری طرح ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔

چنانچہ نکاح کرنے والا ہر مرد اپنی بیوی کی اور بیوی اپنے شوہر کی اس فطری خواہش کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہوئے ایک دوسرے کا لباس بنتے ہیں اور یوں ایک دوسرے کے ایسے فطری تقاضوں پر پردہ ڈال لیتے ہیں کہ اگر یہ دونوں میاں بیوی ایسا نہ کرتے تو ان کی یہ فطری خواہش ورغبت کسی دوسرے راستے سے انہیں اس تقاضے کو پورا کرنے پر مجبور کرتی اور یوں بسا اوقات ذلت اور رسوائی کا سبب بنتی..... اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو صرف ایک ہی مرد سے نکاح کی اجازت دے کر اور اس کی طبیعت میں مرد کی نسبت کئی گنا کم جنسی رغبت رکھ کر نیز اسے مرد کا محکوم بنا کر یہ بتا دیا کہ اسے دنیوی واخروی ذلت ورسوائی سے بچانے کے لئے صرف ایک ''لباس'' ہی کافی ہے جیسے محکوم کے لئے ایک حاکم ہی مناسب ہوتا ہے، مگر مرد کے لئے ایسا نہیں۔

ایک علمی نکتہ

{هن لباس لكم وأنتم لباس لهن}

میں عورتوں کی تقدیم کی وجہ بھی یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورت میں اپنے شوہر کے لئے لباس بننے کا وصف یعنی اس میں اپنے شوہر کے لئے لباس والا معنی بنسبت شوہر کے زیادہ پایا جاتا ہے، کیونکہ مرد، عورت والے لباس کا عورت کی نسبت زیادہ محتاج ہے، کیونکہ اس میں جنسی قوت عورت کی نسبت زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا اسے اگر عورت کا لباس نہ ملے تو اس کی ''برہنگی'' کا زیادہ امکان ہے، چنانچہ اس کی بیوی اس کے لئے لباس والا کام اپنے شوہر کی نسبت زیادہ کرتی ہے، شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ ''هن'' کا ذکر ''هم'' سے پہلے فرمایا ورنہ قرآن کا قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی خاص حکمت نہ ہو، قرآن مرد کا ذکر ہمیشہ عورت سے پہلے

کرتا ہے۔

کیا مرد کے لئے ایک لباس کافی ہے؟

الغرض کپڑے کا لباس جسے مناسب تعداد میں جمع کرنا ہر شخص ضروری سمجھتا ہے، اگر ایک عام اور نارمل مرد ساری عمر ایک ہی رکھے تو بار بار دھونے کے لئے اسے اتارنا اور پھر دھلنے میں اور اس کے خشک ہونے میں جتنا وقت خرچ ہوا، اتنی دیر تک اس کے استعمال سے عاجز رہنا، نیز مزید دوسرا لباس نہ ہونے کے باعث اس کپڑے کا بار بار دھل کر اس کی چمک کا خراب ہونا اور پھر کثرت استعمال کے باعث بہت جلد بوسیدہ ہو کر جگہ جگہ سے پھٹ جانا اور اگر ان باتوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو بذات خود اس لباس کو متعدد بار دیکھ دیکھ کر اس سے دل بھر جانا اور پھر اس بنا پر کسی بھی وقت اسے اتار پھینکنے کا دل کرنا وغیرہ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی سبب کسی بھی وقت اس لباس رکھنے والے شخص کے اعضاء مستورہ دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کا سبب بن کر اس کی برہنگی اور رسوائی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تو جیسے کپڑے کا بنا ہوا ایک لباس مرد کے لئے کافی نہیں کہ وہ ہر وقت اس قابل نہیں ہوتا کہ مرد کے اعضاء مستورہ کو چھپا سکے، ایسے شخص کو کسی نہ کسی دوسرے لباس کا سہارا لینا پڑتا ہے، خواہ یہ سہارا وقتی ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح یہ بات بھی بالکل بدیہی طور پر ثابت ہے کہ عورت کو ہر ماہ کچھ ایام ایسے آتے ہیں کہ وہ ان ایام میں مرد کی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتی، مدت حمل اور نفاس کے ایام اور عمر کے ڈھلکنے یا خود اس عورت کے حسن و جمال میں پیدائشی یا کسی عارضے کے باعث کمی وغیرہ، ایسے حالات ہیں کہ جو مرد کے دل میں مختلف وجوہات کی بناء پر ایسی عورت کی محبت کے باوجود جنسی رغبت (جس کا پیدا کرنا اور بڑھانا مرد کے اختیار میں نہیں) اور جاذبیت میں کمی کا باعث بنتے ہیں اور یہ تمام حالات ایسے ہیں کہ جن میں سے بعض سے تو یقینی طور پر اور بعض سے عمومی طور پر بہترین سے بہترین عورت کو بھی گزرنا پڑتا ہے..... یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت پر بڑھاپا بہت جلد آجاتا ہے، جبکہ مرد، عورت کی نسبت دیر تک نہ صرف جوان رہتا ہے بلکہ اگر صحت کا بہت خیال رکھے تو اس میں قوت مردانگی ختم ہی نہیں ہوتی، 80 سال کی عمر کو پہنچنے کے باوجود بھی اولاد پیدا کرنے کے قابل رہتا ہے اور اس قسم کے واقعات کچھ کم نہیں، 40 سال کی وہ عمر جس میں مرد اپنی عمر کی بھرپور قوت و طاقت کو پہنچ چکا ہوتا ہے تو اس عمر میں عورت تقریباً بوڑھی ہو چکی ہوتی ہے۔

چنانچہ بعض یقینی اور بعض اکثر و بیشتر پیش آنے والے ان حالات میں عموماً عورت اپنے شوہر کا لباس بن کر اس کے لئے ذلت و رسوائی اور بدکاری سے بچنے کا مکمل ضامن نہیں بن سکتی۔

اور ظاہر ہے بلکہ مشاہدہ ہے کہ جس اللہ نے مرد و عورت کے لئے پوری طرح جسمانی ستر چھپانے اور اسے دنیا کی ذلت سے بچانے کیلئے کپڑے کے بنے ہوئے متعدد لباسوں کی ضرورت اور طلب پیدا کی ہے، اسی طرح سے اس نے ان کے لئے لباس پیدا بھی کئے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کو نہ صرف دنیا بلکہ دنیا کی ذلت سے زیادہ آخرت کی ذلت (کہ جس سے بچنے کی

ہر انسان کو زیادہ ضرورت ہے) سے بچانے کے لئے جب عورت کی صورت میں متعدد لباسوں کی ضرورت رکھی تو اسی حساب سے ان لباسوں (عورتوں) کو پیدا کیا۔ اب خدارا.....! یہ بتاؤ کہ جس خدا کا دعویٰ ہے کہ اس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز ے سے پیدا کیا تو اس نے دعوے کے مطابق عورتوں والے ''لباس'' کو بھی ایک خاص انداز ے سے پیدا کیا ہوگا یا نہیں.....؟ اور جب ایک طرف عورتوں والے ''ملبوسات'' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اسی انداز ے کے مطابق پیدا ہوتے چلے جارہے ہوں مگر مردان لباسوں میں سے ایک سے زائد کی ''خریداری'' کو حرام سمجھتے ہوں تو کیا ایسے مرد لباس کی اس پوری مارکیٹ کی بربادی کا سبب نہیں بن رہے.....؟؟؟ ان حالات میں ایسے مرد جو استطاعت کے باوجود صرف ایک ہی لباس پر قناعت کئے رکھیں، ان کے اس عمل کے لیے ''جرم'' سے ہلکا اور کونسا لفظ مناسب ہوگا.....؟؟؟

اللہ تعالیٰ نے اخروی ذلت سے بچانے کے لیے نہ صرف ان لباسوں کی کثرت سے پیدا کیا بلکہ ان کے حلال ذریعہ حصول کو بہت آسان بھی بنایا، کیونکہ ارحم الراحمن کی رحمت سے بہت بعید ہے کہ وہ دنیا کی ذلت سے بچانے کا انتظام تو اتنا آسان کردے کہ ہر غریب سے غریب دھڑا دھڑ لباس خریدا کرا سے بوسیدہ کر رہا ہو مگر عورت کی صورت میں وہ لباس جسے متعدد تعداد میں جمع کرنا پیغمبروں کی سنت بھی بنادیا ہو اور اسے اخروی ذلت سے بچاؤ کا بہت بڑا ذریعہ بھی بنادیا ہو تو اس کے حصول کو ارحم الراحمین بھلا کیسے مشکل بنا سکتا ہے.....؟

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اسے آسان بنایا بلکہ اپنی کتاب میں {فانکحوا ما طاب لکم مّن النّساء مثنیٰ و ثلاث و رباع} کہہ کر عجیب انداز سے اس کی ترغیب بھی دے ڈالی کہ یہ عورتیں ہم نے جس حساب سے پیدا کی ہیں تو اب ان میں جو تمہیں اچھی لگیں، ان سے نکاح کرو (ایک چھوڑ) دو دو سے، تین تین سے چار چار سے، نیز فرمایا: {و أحلّ لکم مّا وراء ذلکم... الآیۃ}، یعنی یہ ماں، بہنیں، خالائیں اور بہنوں (یا جوان کے قائم مقام ہیں، کو ایک نکاح میں جمع کرنے) کے سوا دنیا بھر کی جتنی عورتیں ہیں، سب کی سب تمہارے لئے حلال ہیں، اللہ تعالیٰ جس انداز سے نکاح کی حوصلہ افزائی اور مسلمان مرد کو اس بارے میں وسعتیں دے رہے ہیں، اپنے معاشرے میں ایک مخصوص قسم کے طبقے کے چند افراد کے سوا ہر طرف سے اس سنت کی حوصلہ شکنی کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یا تو معاذ اللہ یہ آیات قرآن میں نہیں یا سارا کا سارا معاشرہ بلا مبالغہ ہندوؤں کے جراثیم سے ایسا متاثر ہو گیا ہے کہ اس بارے میں قرآن کی آیات سے ذرا بھی متاثر ہونے کو تیار نہیں۔

اگر یہ مسلمان ہندوؤں سے سخت متاثر نہ ہوتا تو اس موضوع پر اتنی تحریر لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ اتنی بات ہی اس حکم سے نہ صرف محبت بلکہ اس پر برانگیختہ کرنے کیلئے کافی ہوجاتی کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیوی پر اکتفاء نہیں کیا۔

یاد رکھیے! جس زمانے میں بے حیائی، زنا کی کثرت اور ہر طرف برہنہ اور ننگی عورتوں کی آویزاں تصاویر کے باعث متعدد بیویوں والے لباس کی جتنی ضرورت بڑھتی چلی جائے گی، وہ لوگ جو ان لباسوں کو استعمال کر کے حرام کاری کی برہنگی سے بچنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان متعدد لباسوں کے حصول کو اتنا ہی آسان بناتے چلے جاتے ہیں۔

چنانچہ آج کسی بھی پاکدامنی اور عفت سے وقت گزارنے والے نوجوان کے لئے ایک نکاح اور بیک وقت متعدد بیویوں

کا حصول پہلے کی نسبت آسان ہوگیا ہے، ممکن ہے کہ آپ ہماری اس بات کو مزاح سمجھ رہے ہوں، لیکن ہوس کی چادر اتار کر نکاح کی خاطر لڑکی کے انتخاب کے لئے آج کا نوجوان اگر اپنا معیار یہ سوچ کر کچھ کم کردے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی نہیں ہوتی، ایک کے بعد تین مواقع مزید ہوتے ہیں، تو اسے ہمارے دعویٰ کی صداقت میں کچھ شک نہ رہے، مگر تعدد ازواج کی بغاوت کا ایک بہت بڑا وبال یہ بھی ہے کہ آج کا مسلمان مرد جسے اللہ تعالیٰ نے یہودی عیسائی عورت سے بھی نکاح کی اجازت دے رکھی تھی، لڑکی کے معیار کے بارے میں اپنے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے نخرے کسی طرح کم کرنے کو تیار نہیں۔

بائیس سالہ نوجوان کا ایک واقعہ

کچھ عرصہ قبل تقریباً بائیس سال کے لگ بھگ ایک نوجوان بندہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اگر نکاح نہ کیا تو مجھے ایک گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، پھر اس نے اپنے کچھ حالات سنائے، میں نے کہا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگا کہ میری آمدنی صرف ڈھائی ہزار روپے ہے۔

نیز مجھ سے تین (یا چار) بڑے بھائی بھی موجود ہیں، پھر کچھ کنواری بہنیں بھی ہیں، تو جب تک ان سب کی شادی نہیں ہوجاتی، والدین اور یہ سب مجھے ہرگز نکاح نہ کرنے دیں گے۔ مطلب واضح تھا کہ پندرہ بیس سال سے پہلے شادی کا کوئی امکان نہیں۔

میں نے کہا تمہارے پاس علیحدہ رہائش کا انتظام ہے؟ کہنے لگا کہ جس ادارے میں ملازمت کرتا ہوں اس کی طرف سے رہائش کے لئے ایک چھوٹا سا گھر ہے، میں نے کہا کہ پھر دیر کس بات کی؟ والدہ اور بڑے بھائیوں کو محبت سے منانے اور سمجھانے کی کوشش کرو، اگر مان گئے تو ٹھیک ورنہ خود ہی رشتہ تلاش کرو، کہنے لگا کہ اتنی سی آمدن میں جبکہ گھر کا کوئی بھی فرد ساتھ نہیں دے رہا، رشتہ دے گا کون؟ میں نے کہا کہ رشتے کے انتخاب میں اپنا معیار کم کرو اور معیار یہ سوچ کر کم کرو کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی نہیں ہوگی، ایک شادی کے بعد ''تین'' کا مزید اختیار رہے گا، چنانچہ ابھی صرف ''گزارے'' کے لئے کہیں بھی نکاح کرلو، کسی ایسی سے جس کے باپ کی آمدن ڈھائی ہزار سے بھی کم ہو، اور پھر اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نکاح کی برکت سے مال میں برکت فرماتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے:

① مجاہد ② وہ غلام جو خود کو غلامی سے چھڑانا چاہتا ہو

③ وہ شخص جو عفت و پاکدامنی کی خاطر نکاح کرنا چاہتا ہو۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری یوں حوصلہ افزائی فرمارہے ہیں تو پھر کسی کی حوصلہ شکنی کی پرواہ نہ کرو اور ہمت پکڑو اور پھر بعد میں جب کبھی اللہ تعالیٰ مالی فراوانی دیں یا ماہانہ آمدنی میں اضافہ ہوجائے تو کسی ''نخروں'' والی سے بھی شادی کا شوق پورا کرلینا۔

بندہ کے مشورے کے مطابق اس نے رشتہ تلاش کرنا شروع کیا اور اسے ایک پینتیس (35) سالہ خاتون کا رشتہ مل گیا، یہ خاتون بھی ظاہر ہے کہ (Something is better than nothing) کے پیش نظر لڑکے کے خاندانی بائیکاٹ کے باوجود یہ سوچ کر آمادہ ہوگئی ہوں گی کہ گو کہ تنخواہ تو کم ہے مگر لڑکا لڑکی کی نسبت کڑیل جوان اور بائیس (22) سال کی عمر والا ہے اور یہ بات عموماً ایسی عمر والی عورت کے لئے باعث افتخار ہوتی ہے۔

شادی کے بعد لڑکے کی والدہ، بھائی، بہنوں اور محلے کے دوسرے افراد نے اس بات پر بہت باتیں بنائیں کہ اتنی کم عمر کے لڑکے نے اتنی بڑی عمر کی خاتون سے شادی کر کے گویا خاندان کی ناک کٹوادی اور خود بھی ذلیل کر دیا مگر تعدد ازواج کی بغاوت کے باعث آج کسی مسلمان کو اتنی موٹی سی بات سمجھانا بھی بہت مشکل ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی 25 سال کی عمر میں 40 سالہ بیوہ سے شادی کی تھی اور صحابہ بھی تعدد ازواج والے رواج کی برکت سے نہ صرف ایسا با آسانی کر لیا کرتے تھے کہ بلکہ ایسے نکاح کو بھی ''غنیمت'' سمجھتے تھے۔

اس نوجوان پر تو بہت سے لوگوں نے اعتراض ہوا کہ اس پر خواہش نفسانی کا اتنا غلبہ کیوں ہوا؟ لیکن اعتراض کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اس نوجوان کی اس ''بری خواہش'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی خاتون کا گھر بسا دیا اور اسے اولاد کی ایسی نعمت سے نواز دیا جو اس نعمت کے حصول سے شاید مایوس ہو چکی تھی۔

❁❁❁